الخلافة الکبریٰ

(اردو)

شیخ گل محمد حفظہ اللہ

ترجمہ: عفان صدیقی

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

فہرست

تقریظ 12

مقدمہ 13

پہلی اہم بات: خلافت کی اہمیت اور فرضیت 16

خلیفہ کا معنی اور اس کے کام 16

شعروں میں خلافت کی اہمیت 20

نیک حاکم کی اہمیت رسول اللہ ﷺ اور سلف کی نظر میں 21

دوسری اہم بات: خلافت کی تعریف اور معنیٰ 23

امام کی تعریف 23

تیسری اہم بات: خلیفہ، امیر المؤمنین اور امام، تینوں الفاظ مترادفہ ہیں اور ان کا مقصد ایک ہی ہے اور اس کے لیے کبھی امام اعظم کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے 24

چوتھی اہم بات: خلیفہ کے انتخاب کا طریقہ 26

مذکورہ مسئلے سے متعلق مسائل 27

مسئلہ نمبر ۱: 27

مسئلہ نمبر ۲: 28

مسئلہ نمبر ۳: 29

مسئلہ نمبر ۴: 29

پانچویں اہم بات: اہل الحل والعقد کی تعریف 31

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

"اھل الحل والعقد" کی تعداد: 32

پہلا مذہب: 33

جملہ معترضہ: 33

دوسرا مذہب: 35

تیسرا مذہب: 35

چوتھا مذہب: 35

پانچواں مذہب: 36

چھٹا مذہب: 36

ساتواں مذہب: 36

آٹھواں مذہب: 36

نواں مذہب: 36

دسواں مذہب: 36

جملہ معترضہ: خلافت کے اکثر مسائل اجتہادی ہیں 37

شیخ رشید رضا کی تحقیق 37

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول: 39

امامت اور رسالت کا فرق 41

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ 42

شیخ حارث بن غازی النظاری کا قول 43

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

قاضی ابو یعلی رحمہ اللہ کا قول 44
صلاح الصاوی اور محمد عبدہ کا قول 44
امام غزالی رحمہ اللہ کا قول 45
بیعت اور خلافت کے بارے میں صحابہ کرام کی رائے 46
اہلِ شوکت کسے کہتے ہیں 46
خلافت کا مقصد کیا ہے 47
ساتویں اہم بات: خلفاء راشدین کی بیعت کا طریقہ 47
خلافتِ ابو بکر رضی اللہ عنہ پر امت کا اتفاق 47
خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ پر امت کا اتفاق 48
خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ پر امت کا اتفاق 49
خلافتِ علی پر امت کا اتفاق 51
محققین اور اہل السنۃ کے تین مسئلے 53
پہلا مسئلہ: 53
دوسرا مسئلہ: 53
تیسرا مسئلہ: 54
آٹھویں اہم بات: اتفاق کے اعتبار سے خلفاء کی اقسام 55
خلفاء کی پہلی قسم: 55
خلفاء کی دوسری قسم: 55

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

خلفاء کی تیسری قسم: 57

خلفاء کی چوتھی قسم: 58

نویں اہم بات: گذشتہ بحث کا تتمہ 58

دسویں اہم بات: انتخاب کی صورت میں خلیفہ کی شرائط 62

گیارہویں اہم بات: خلافت اور ملوکیت کا فرق 63

۱۔ پہلا فرق: 63

۲۔ دوسرا فرق: 64

۳۔ تیسرا فرق: بیت المال کی حیثیت میں تبدیلی 64

چوتھا فرق: اظہارِ رائے میں تبدیلی 65

۵۔ پانچواں فرق: قضاء کی آزادی میں فرق 65

چھٹا فرق: نسلی اور قومی عصبیتوں کا پیدا ہونا 65

بارہویں اہم بات: خلفاء راشدین کے بعد بادشاہوں کو خلیفہ کہنا اور اس کا حکم 66

طریقۂ استدلال: 66

تیرہویں اہم بات: وحدت اور تعدد خلیفہ 67

خلاصۂ بحث: 69

چودھویں اہم بات: بیعت کا معنیٰ 69

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بیعت کی صورتیں 70

بیعت کی اقسام 70

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

پندرہویں اہم بات: خلیفہ پر امت کے حقوق 71
تفصیل: 71
پہلا حق: حفظ الدین: 71
دوسرا حق: تنفیذ الاحکام 71
تیسرا حق: 72
چوتھا حق: اقامۃ الحدود 72
پانچواں حق: تحصین الثغور 72
چھٹا حق: جہاد من عاند الاسلام بعد الدعوۃ 72
ساتواں حق: جبایۃ الفیء والصدقات 72
آٹھواں حق: تقدیر العطایا وما یستحق فی بیت المال 72
نواں حق: استکفاء الامنا و تقلید النصحاء 73
دسواں حق: ان یباشر بنفسه مشارفۃ الامور وتصفح الاحوال ولا یعوّل علی التفویض تشاغلا
بلذۃ او عبادۃ فقد یخون الامین ویغش الناصح 73
منصور کا قول 75
سولہویں اہم بات: اسلامی حکومت تین چیزوں سے مل کر بنتی ہے 76
سترہویں اہم بات: جس کا سلطہ ناقص ہو وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا 78
اٹھارویں اہم بات 79
انیسویں اہم بات: 80

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

بیسویں اہم بات: خلیفہ کے معزول ہونے کے اسباب 81
۱۔پہلا سبب: کفر وارتداد ہے 81
۲۔دوسرا سبب: خلیفہ نماز چھوڑدے اور اس کی طرف دعوت دینا چھوڑدے 81
۳۔تیسرا سبب: شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرنا یعنی شریعت کے علاوہ دیگر قوانین پر فیصلہ کرنا 82
۴۔چوتھا سبب: فسق وظلم وبدعت 83
پانچواں سبب: تصرفات میں نقصان اور کمی 83
چھٹا سبب: کیفیت کا نقصان 84
ساتواں سبب: اہلِ مشورہ سے مشورہ نہ کرنا 84
خلیفہ کو معزول کرنے کے طریقے 85
پہلا طریقہ: موت 85
دوسرا طریقہ: استعفاء 85
تیسرا طریقہ: بائکاٹ اور نافرمانی 85
۴۔چوتھا طریقہ: تلوار اور مسلح جدوجہد 86
امام کے خلاف خروج کا مسئلہ 86
فاسق حاکم کا حکم 87
بعض اہلِ سنت والجماعت کا مذہب 89
سلف کا موقف: 90
ائمہ اربعہ کا موقف 91

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

دونوں مذاہب میں تطبیق: 93
دوسرا حصہ 94
ابو بکر بغدادی کی خلافت کی شرعی حیثیت 95
دلائل اور وجوہات 95
بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی پہلی وجہ: 95
پہلا نظریہ: 95
دوسرا نظریہ : 97
تیسرا نظریہ: جمہور "اهل الحل والعقد" کا اتفاق شرط ہے 98
بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی دوسری وجہ: 99
حاصل: 101
بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی تیسری وجہ: 107
بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی چوتھی وجہ: 116
بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی پانچویں وجہ: 118
حاصلِ بحث: 123
بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی چھٹی وجہ: 127
بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی ساتویں وجہ: امت کے حقوق کی ادائیگی 132
حقوقِ عشرہ: 133
ا۔ پہلا حق: حفظ الدین 133

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

۲۔دوسرا حق: تنفیذ الاحکام 133

۳۔ تیسرا حق: 134

چوتھا حق: اقامۃ الحدود 134

چھٹا حق: جہاد من عاند الاسلام بعد الدعوۃ 136

ساتواں حق: جبایۃ الفیئ والصدقات 136

آٹھواں حق: تقدیر العطایا و مایستحق فی بیت المال 137

نواں حق: استکفاء الامناء وتقلید النصحاء 137

دسواں حق: ان یباشر بنفسہ مشارفۃ الامور و تصفح الاحوال 138

امام ماوردی کے بیان کردہ امام پر رعیت کے دس حقوق: 141

۱۔پہلا حق: تمکین الرعیۃ من استیطان مساکنھم 141

۲۔دوسرا حق: التخلیۃ بینھم و بین مسکنھم آمنین 142

۳۔ تیسرا حق: کف الاذی والایدی الغالیۃ منھم 142

۴۔چوتھا حق: استعمال العدل والنصفۃ معھم 142

۵۔پانچواں حق: فصل الخصام بین المتنازعین 143

۶۔چھٹا حق: حملھم علی موجب الشرع فی عباداتھم و معاملاتھم 143

۷۔ساتواں حق: اقامۃ حدود اللہ تعالی و حقوقہ فیھم 143

۸۔آٹھواں حق: امن سبلھم و مساکنھم 143

۹۔نواں حق: القیام بمصالحھم فی حفظ میاھھم وقناطرھم 143

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

۱۰۔دسواں حق: تقدیرھم وترتیبھم علی اقدارھم ومنازلھم فیما یتمیزون بہ من دین وعمل وکسب وصیانۃ 144

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی آٹھویں وجہ: 145

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی نویں وجہ 147

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی دسویں وجہ 148

بغدادہ صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کہ گیارہویں وجہ 149

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی بارہویں وجہ: 151

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی تیرہویں وجہ: 151

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی چودہویں وجہ: 152

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی پندرہویں وجہ: 153

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی سولہویں وجہ: 154

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی سترہویں وجہ: 154

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی اٹھاروی وجہ: 155

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی انیسویں وجہ: 155

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی بیسویں وجہ: 155

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی اکیسویں وجہ: 156

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی بائیسویں وجہ: 157

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی تیئیسویں وجہ: 157

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

اشکال: 160
گمراہ فرقے اور ان کے باطل استدلال کی مثالیں 160
پہلی مثال: 160
دوسری مثال: 161
تیسری مثال: 161
چوتھی مثال: 161
پانچویں مثال: 162
چھٹی مثال: 162
ساتویں مثال: 162
آٹھویں مثال: 162
خلافت اور بیعت کے بارے میں وارد احادیث اور ان کا مقصد: 164
پہلی حدیث: حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ 164
مقصدِ حدیث: 164
ایک اشکال اور اس کا جواب 166
دوسری قسم کی احادیث 167
تیسری قسم کی احادیث 170
ان احادیث کا مقصد 170

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

تقریظ

شیخ القرآن والحدیث مولانا گل محمد صاحب نورستانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم، اما بعد

خلافت کبریٰ نامی کتاب جو کہ شیخ گل محمد صاحب باجوڑی کی تصنیف ہے، میں نے مطالعہ کی۔ خلافت کے موضوع پر بہت ہی بہترین بحث ہے۔ علمائے کرام اور طلبائے کرام کے لیئے بہترین کتاب ہے۔ اللہ رب العزت مولوی گل محمد کی سعی اپنے دربار میں قبول کریں۔ والسلام

مولانا گل محمد نورستانی

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی الہ وصحبہ ومن والاہ

ومن اتبعھم الی یوم الدین۔ اما بعد

حق و باطل کے درمیان معرکہ ابوالانسان آدم علیہ السلام کی پیدائش سے جاری ہے کہ جب شیطان نے قسم کھا کر کہا:

وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ (النساء)

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۳۹﴾ (الحجر)

اس معرکے میں کبھی جیت حق کے حصے میں رہی تو کبھی باطل کا پلڑا بھاری رہا۔ اللہ رب العزۃ نے انسان کی پیدائش کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی بیان کیا ہے کہ میں نے اسے زمین پر اپنا خلیفہ اور نائب بنایا ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (البقرۃ)

اس نیابت کا مقصد دنیا میں اللہ کے حکم سے اللہ کے بندوں اور اس کی زمین پر اللہ کا نظام اور اس کے احکام کو نافذ کرنا ہے۔
نبی آخر الزماں، خاتم الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے دور سے خلفاء کا یہ سلسلہ چلا آرہا تھا کہ مسلمانوں کی سستی اور اسلام دشمنوں کی چالاکی اور منافقوں کی غداری کی بناء پر خلافت عثمانیہ کے سقوط پر یہ مبارک سلسلہء خلافت اختتام پذیر ہو گیا۔

سقوط خلافت کے بعد عالمی استعماری طاقتوں نے مختلف اسلامی خطے اپنے درمیان تقسیم کیے، مگر ان خطوں میں وہ اپنا وجود زیادہ عرصے تک باقی نہ رکھ پائے اور واپسی پر مجبور ہوئے۔ لیکن جاتے جاتے ان اسلامی خطوں کو ملکوں میں تقسیم کر کے ان کی حکومتیں اپنے تربیت یافتہ اور اپنے ہم ذہن لوگوں کو عنایت کر گئے۔ جنھوں نے ان ملکوں میں نہ صرف بے دینی اور الحاد کو فروغ دیا بلکہ پورا نظام غیر اسلامی بنیادوں پر استوار کیا۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

سقوطِ خلافتِ عثمانیہ کے بعد سے متدین امت مسلمہ میں اس کمی اور محرومی کا احساس اور درد باقی رہا،اور خلافت کے دوبارہ قیام کے لیے وقتاً فوقتاً اور مختلف خطوں میں مسلحہ اور سیاسی کوششیں ہوتی رہیں۔ حتی کہ گذشتہ نصف صدی میں پوری اسلامی دنیامیں اسی خلافت کے قیام کے لیے مسلحہ جدوجہد اور مبارک عالمی جہادی نسل نے جنم لیااور پوری دنیامیں جگہ جگہ جہادی تحریکیں شروع ہوگئیں۔

یہ جہادی تحریکیں مختلف ممالک میں مختلف ناموں سے شروع ہوئیں اور اپنے خطے میں موجود طاغوتی حکومت کے خلاف برسرپیکار رہیں۔ان جہادی تحریکوں میں سے ہر ایک کا مطمع نظر اور کوشش اپنے علاقے میں کفری وطاغوتی حکومت کا خاتمہ اور اسلامی نظام کا نفاذ تھا۔دشمن کی بے انتہا طاقت اور جہادی تحریکوں کی بے سروسامانی کی بناءپر ابھی تک کوئی بھی تحریک اس حد تک نہیں پہنچ پائی کہ کسی چھوٹے سے علاقے میں بھی اپنی حکومت کا اعلان کرے۔ابھی تک یہ تحریکیں ایک قسم کا دفاعی جہاد کررہی ہیں،جوکہ نہ توکوئی علاقہ باآسانی فتح کرسکتی ہیں اور نہ ہی فتح کے بعد اس پر اپنا قبضہ باقی رکھ سکتی ہیں۔

اسی اثناء میں 2014ء کی ابتداء میں انہیں جہادی تحریکوں میں سے ایک تحریک جوکہ "الدولۃالعراق" کے نام سے عراق کے خطے میں مشغول جہاد تھی،کو اللہ رب العزۃ نے عراق میں بڑی بڑی فتوحات سے نوازا، حتی کہ عراق کے کئی بڑے شہر بھی ان کے زیرِ قبضہ آگئے۔

اپنی ان فتوحات کو دیکھتے ہوئے ان مجاہدین نے ان علاقوں پر اپنی حکومت کا اعلان کرنے کے بعد بعضے ایسے ناعاقبت اندیش فیصلے کیے کہ جن کا نقصان نہ صرف ان کی اپنی تحریک کو پہنچا بلکہ بلا استثناء پوری دنیا کے مجاہدین اور امت مسلمہ کو اس کا نقصان برداشت کرنا پڑا۔

انہوں نے سب سے پہلے اپنے محاذ کو عراق سے وسیع کرکے شام تک پھیلا دیااور وہاں کچھ علاقے حکومت سے اور کچھ وہاں کے مقامی مجاہدین سے بزور جنگ حاصل کیے اور وہاں بھی "الدولۃالاسلام فی العراق والشام" کے نام سے اپنی حکومت کا اعلان کیا۔ جس کا مخفف طاغوتی میڈیانے "داعش" رکھ دیا،جس کی بناءپر یہ تحریک "داعش" کے نام سے مشہور ہوگئی۔

کچھ ہی عرصے میں اس تحریک نے اپنا محاذ اور پھیلایا اور پوری دنیامیں اپنی خلافت کا اعلان کردیااور ابوبکر بغدادی کو اپنا خلیفہ متعارف کرایا۔پوری دنیا کے مسلمانوں کو،بشمول مجاہدین،اپنے مقرر کردہ خلیفہ کی اطاعت اور بیعت کی طرف دعوت دی اور اس بیعت کو واجب قرار دیتے ہوئے نہ ماننے کی صورت میں ان کے خلاف جنگ کا اعلان کردیا۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

دنیا کی تمام جہادی تحریکوں کی شرعی حیثیت کو لغو کہتے ہوئے انہیں باغی اور واجب القتل قرار دیا۔ معمولی معمولی باتوں پر کفر کے فتوے صادر کیئے، حتیٰ کہ ان کفر کے فتووں سے مجاہدین کی اعلیٰ قیادتیں بھی محفوظ نہ رہیں۔

ان ناعاقبت اندیش لوگوں نے پوری دنیا کی جہادی تحریکوں کو بہت گہرا نقصان پہنچایا۔ ان کا نعرہ چوں کہ خلافت کا تھا جو کہ ہر مجاہد کی دلی تمنیٰ اور جہاد کا ہدف ہوتا ہے، خلافت کا اعلان سنتے ہی سرسری علم رکھنے والے مجاہدین کی کثیر تعداد نے اس اعلانِ خلافت پر لبیک کہا اور اپنی جماعت اور تحریک کے جہاد کو لغو سمجھتے ہوئے بغدادی صاحب کی مزعومہ خلافت کی چھتری کے نیچے جمع ہو گئے۔

دشمن کے لیے یہ ایک بہترین موقع تھا، اس کو اپنے میزائل اور کیمیائی بموں کے تجربات کا اتنا بہترین اور آسان موقع اس سے قبل کبھی بھی میسر نہیں آیا تھا۔ عراق و شام اور خراسان کی سرزمین میں ہزاروں کی تعداد میں مخلص مجاہدین چند ناعاقبت اندیش اور سرسری علم کی بنیاد پر کیے گئے فیصلوں کی پاداش میں ڈرون میزائیل اور جیٹ بموں کا شکار ہو گئے۔ خلافت کے دعوے داروں نے اپنے زیر تسلط علاقوں کو دارالاسلام قرار دیا اور تمام مسلمانوں کے لیے وہاں ہجرت فرض قرار دی، ہجرت نہ کرنے والے کو باغی اور گناہ گار قرار دیا۔ ہزاروں کی تعداد میں مخلص اور سادہ مسلمان بشمول عورتیں اور بچے راستوں میں گرفتار ہوئے اور آج بھی دشمن کی جیلوں میں قید ہیں۔

یہ ایک فتنہ تھا جس نے پوری دنیا کے مسلمانوں بشمول مجاہدین کو اپنی لپیٹ میں لیا۔ اس فتنے کے رد کے لیے حق تو یہ تھا کہ امت کے بڑے بڑے اہل علم قلم اٹھاتے اور حق کو واضح کرتے، لیکن چوں کہ یہ فتنہ ہمارے بالکل سر پر کھڑا تھا اور تحریک طالبان پاکستان کا ایک بہت بڑا حصہ اس سے متاثر ہو کر اس میں ضم ہو چکا ہے اس لیے مزید مجاہدین اور امت مسلمہ کو اس فتنے سے آگاہ کرنا اور دلائل کی بنیاد پر اس کی علمی وضاحت کرنا ضروری ہے۔ اس فتنے کی بنیاد خلافت کے علم، خلیفہ اور دارالاسلام کی شرائط سے ناواقفیت ہے۔

"خلافت"، "خلیفہ" اور "دارالاسلام" خالص دینی اصطلاحات ہیں، ان کی وضاحت کے لیے ہم نے یہ رسالہ لکھا ہے اور اس میں اس کی تفصیل لکھی ہے۔ اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے درج ذیل اہم باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

پہلی اہم بات: خلافت کی اہمیت اور فرضیت

الحمد لله الذی ارسل رسله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله وکفی بالله شهیدا، والصلوۃ والسلام علی رسوله الجامع للعلم والحجة والسیف والقدرۃ محمد و علی آله وصحبه ومن اهتدی بهدیه، اما بعد فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم واذ قال ربك للملائکة انی جاعل فی الارض خلیفة(بقرۃ:۳۰)، وقال تعالی: یا داؤد انا جعلناك خلیفة فی الارض(ص:۲۶)، وقال تعالی: وعد الله الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم ولیبدلنهم من بعد خوفهم امنا یعبدوننی لا یشرکون بي شیئا ومن کفر بعد ذالك فا ؤلئك هم الفاسقون (النور:۵۵)

یہ تین آیتیں خلافت کی اہمیت اور فرضیت پر دلیل ہیں، کیوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی تخلیق ہی خلافت شرعی کے لیے ہوئی ہے۔ آدم علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کی پیدائش بھی خلافت ہی کے لیے ہوئی ہے اور اسی طرح تمام انبیاء کو اللہ رب العزۃ نے اپنا خلیفہ بنایا تھا اور اسی طرح تمام انبیاء کو اللہ تعالی نے اپنا خلیفہ بنایا تھا اور اسی طرح تمام مؤمنوں سے خلافت کا وعدہ کیا گیا ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ خلفاء پیدا کریں گے۔

''تفسیر قرطبی ص:۲۶۴، ج:۱'' میں ہے کہ یہ تینوں آیتیں اس بات پر دلیل ہیں کہ خلیفہ مقرر کرنا فرض ہے۔

خلیفہ کا معنی اور اس کے کام

ابن جریر نے ص:۴۸۰، ج:۱ پر ابن مسعود اور ابن عباس سے خلافت کا یہ معنی نقل کیا ہے:

خلیفة منی یخلفنی فی الحکم بین خلقی

"خلیفہ میری طرف سے مخلوق میں فیصلہ کرے گا۔"

چنانچہ خلیفہ شرعی نظام کا قیام، احکام کا نفاذ، لوگوں کو عدل وانصاف کی فراہمی اور حدود قائم کرتا ہے، حقداروں کو ان کے حقوق پہنچاتا اور کمزوروں کو ظلم اور دھوکے سے نجات دلاتا ہے کہ سب لوگ امن اور سکون کے ساتھ وقت گزار سکیں۔

اس کے علاوہ اسلام کی تبلیغ اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے مجاہدین کی جماعتوں کو بھیجتا ہے، زکوۃ وصول کرتا اور اس کو اپنے

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

مصارف میں خرچ کرتا ہے، سرحدوں کی حفاظت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے، حج، جمعہ اور عدین کی نمازوں کا قیام کرتا ہے۔ ان سب کاموں کے لیے سلطہ اور اجتماعیت کی ضرورت ہوتی ہے، اسی قوت اور اجتماعیت کو خلافت، امارت اور امامت کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے اسلام دو چیزوں پر بنیاد ہے:

۱۔ کلمۂ توحید ۲۔ توحیدِ کلمہ یعنی اتحاد و اتفاق

چونکہ اجتماعی دین اور شریعت (اتحاد و اتفاق) خلافت کے بغیر نہیں حاصل ہو سکتا، اس لیے یہ خلافت کی اہمیت و فرضیت کی دوسری وجہ ہوئی۔

تیسری وجہ: جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اسلامی حکومت قائم کی اور اسلامی حکومت کے تینوں ارکان یعنی رعیت و قوم، وطن و علاقہ اور سلطہ و تمکین خود چلاتے اور اس حکومت کی سیاست داخل اور خارج میں رائج کرتے تھے۔

(النظام السیاسی لعبدالقادر ابو الفارس ص:۱۵۰)

رسول اللہ ﷺ میں جس طرح نبوی صفات تھیں اسی طرح امام اور حاکم کی صفات بھی تھیں، آپ جمعے اور عیدین کی نماز خود بھی پڑھاتے اور محلے اور علاقوں میں ائمہ بھی مقرر کرتے تھے، آپ خود قاضیوں کو مقرر کرتے اور جھنڈے باندھتے، مجاھدین کو روانا کرتے، زکوۃ اور غنیمتیں جمع کرتے اور ان کو اپنے مصارف میں خرچ کرتے، حدود قائم کرتے اور دشمن کے ساتھ معاہدے کرتے، امتیازی وفود بادشاہوں کی طرف بھیجتے اور یہ سب حاکم اور خلیفہ کے کام ہیں۔ لہذا آپ اخود امام و امیر و رئیس تھے۔ (حاصل نظام الاسلام والحکم ص ١٦ مقاصد القرآن من تشریع الاحکام ص ٥٤٢ ازالۃ الخفاء ص ٣ جلد ١۔)

چوتھی وجہ: خلافت کی اہمیت اور فرضیت کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ علماء فرماتے ہیں:

نصب الخلیفة من اهم الواجبات ولذا قدموه علی دفن صاحب المعجزات

”خلیفہ کا مقرر کرنا اہم واجبات میں سے ہے، اسی وجہ سے صحابہ کرام نے خلیفہ کی تقرری کو رسول اللہ ﷺ کی تدفین پر مقدم کیا۔“

علامہ ابن شریف "مسامرہ شرح مسایرہ ص ۱۲۰" میں فرماتے ہیں:

وقد تواتر اجماع المسلمین فی الصدر الاول حیث جعلوه اهم الواجبات وبدأوا به قبل دفن الرسول ﷺ

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

پہلی صدی میں مسلمانوں کا اجماع تواتر کے ساتھ ہمیں یہ پہنچا ہے کہ انہوں نے خلیفہ کی تقرری تمام فرائض میں سب سے اہم سمجھا اور خلیفہ کی تقرری کو رسول اللہ ﷺ کی تدفین پر مقدم کیا اور یہ سب سے مضبوط اجماع تھا کیونکہ یہ صحابہ کرام کا اجماع تھا کہ سقیفہ بنو ساعدہ میں منعقد ہوا تھا۔

استاذ وھبۃ الزحیلی "الفقہ الاسلامی ص ۶۶۴ جلد ۶" میں کہتے ہیں:

وتركوا له اهم الاشياء وهو دفن رسول الله ﷺ

''صحابہ کرام نے اس کے لیے اہم کام جو کہ رسول اللہ ﷺ کی تدفین تھا چھوڑ دیا تھا۔''

علامہ شامی رحمہ اللہ ص: ۴۰۵، ج: ۱ میں 'مطلب شروط الامامۃ' میں فرماتے ہیں:

هذه السنة باقية الى الآن لم يدفن خليفة حتى يؤتى غيره

''یہی طریقہ ابھی تک باقی ہے کہ خلیفہ کو دفن کرنے سے پہلے دوسرے خلیفہ کو مقرر کیا جاتا ہے۔''

پانچویں وجہ: علماء کے اقوال سے خلافت کی بہت اہمیت معلوم ہوتی ہے:

جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لولا السلطان لا كل الناس بعضهم بعضا ولولا العلماء لصار الناس كالبهائم۔ (مفید العلوم للقزوینی ص ۳۱۶)

''اگر بادشاہ نہ ہوتے تو لوگ ایک دوسرے کو کھا جاتے اور اگر علماء نہ ہوتے تو لوگ جانوروں کی طرح ہو جاتے۔''

امام محمد موصلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزۃ اپنا ایک احسان جتلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں بادشاہ مقرر کرے جو کہ مظلوم کو ظالم سے چھڑاتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض ولكن الله ذو فضل على العالمين

اگر اللہ تعالیٰ زمین میں ایسے بادشاہ مقرر نہ کرتے جو کہ طاقتور کو کمزور سے منع کرتے اور ظالم سے مظلوم کا حق لے، تو طاقتور لوگ کمزوروں کو ہلاک کر دیتے اور بعضے لوگ دوسروں پر زیادتی کرتے تو ان کی حالت بد سے بدتر ہوتی اور زمین اور لوگوں میں فساد پھیل جاتا اور اگر بادشاہ ظالم ہو تو فساد میں بھی زیادتی آجاتی ہے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

علامہ دمیجی "الامامۃ العظمیٰ" میں کہتے ہیں کہ پانچ اہم چیزوں کی حفاظت ضروری ہے اور یہ بغیر امام اور خلیفہ کے ممکن نہیں: ۱۔دین ۲۔نفس ۳۔عزت ۴۔مال ۵۔عقل

امام غزالی رحمہ اللہ "الاقتصاد فی الاعتقاد" ص:۱۰۵ میں کہتے ہیں کہ دنیا میں امن اور نظم امام اور حاکم کے بغیر نہیں آسکتا اور اگر اسلامی بادشاہ نہ ہو تو جنگیں اور قحط عام ہو جائے، کسب وہنر کا خاتمہ ہو جائے، علم اور عبادت کے لیے کوئی فارغ نہ رہے۔

اسی وجہ سے کہا جاتا ہے: الدین والسلطان توءمان (دین اور بادشاہ دو جڑواں بچے ہیں یعنی ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہیں)۔

اسی طرح کہا جاتا ہے:

الدین اسّ والسلطان حارس وما لا اسّ لہ فمھدوم وما لا حارس لہ فضائع

"دین بنیاد ہے اور بادشاہ چوکیدار ہے، جس چیز کی بنیاد نہ ہو تو وہ خراب ہو جاتی ہے اور جس چیز کا کوئی چوکیدار نہ ہو تو وہ ضایع ہو جاتی ہے۔" یہ الفاظ احادیث میں بھی آتے ہیں۔(جمع الجوامع للسیوطی ص۱۷۶ جلد ا کنز العمال ص۱۰ جلد ۶۔)

ثعلبی "آداب الملوک ص ۳۳" میں کہتے ہیں:

لولا الملوک لاکل الناس بعضھم بعضا کما انہ لولا الراعی لاتت السباع علی الماشیۃ

"اگر بادشاہ نہ ہو تو لوگ ایک دوسرے کو کھا جائیں جیسا کہ اگر چرواہا نہ ہو تو درندے بھیڑ بکریوں کو کھا لیتے ہیں۔"

ماوردی "نصیحۃ الملوک ص:۲۵۶" میں کہتے ہیں کہ حاکم رعیت کے لیے روح کی طرح ہے جسم کے لیے اور سر کی طرح ہے باقی اعضاء کے لیے کہ بغیر روح اور سر کے باقی نہیں رہتے۔

امام اور حاکم کی اہمیت کی مثال علامہ تفتازانی "شرح المقاصد ص: ۲۷۴، ج:۲" میں یہ بیان کرتے ہیں کہ نظام بنانا اور ایک حاکم کی تابعداری حیوانوں میں بھی مستعمل ہے، جیسا کہ شہد کی مکھیاں، کہ ان میں ایک بڑی مکھی ہوتی ہے جو کہ رئیس اور حاکم کا کام کرتی ہے کہ جب تک وہ زندہ ہوتی ہے ان کے کام منظم انداز سے چلتے رہتے ہیں اور جب وہ مر جاتی ہے تو دوسری مکھیاں ٹڈوں کی طرح تتر بتر ہو جاتی ہیں اور ان میں ہلاکت اور فساد پھیل جاتا ہے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

علامه دمیجی په ''الامامة العظمی ص:٦٤'' میں دوسری مثال بھی دیتے ہیں کہ اونٹ جو کہ ہمیشہ اپنے طاقتور نر اونٹ کے تابع ہوتے ہیں جو کہ سب سے آگے چلتا ہے اور جہاں بھی وہ جاتا ہے باقی اونٹ بھی اس کے پیچھے جاتے ہیں، اسی وجہ سے چرواہا اس بڑے اونٹ کو اپنے مقصد کی طرف متوجہ کرتا ہے تو باقی اونٹوں کی ذمہ داری سے فارغ ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ اس بڑے اونٹ کے تابع ہوتے ہیں۔

شعروں میں خلافت کی اہمیت

ایک شاعر کہتا ہے:

لا بد للشاۃ من راع یدبرھا فکیف باالناس ان کانوا بلا وال

"بکریوں کے لیے ایک چرواہا ضروری ہے کہ ان کا انتظام کرے تو کیا حال ہے ان لوگوں کا جو کہ بغیر حاکم کے ہوں۔"

(نصیحۃ الملوك للماوردی ص٨١)

جاہلیت کا ایک شاعر افواہ کہتا ہے:

لا یصلح الناس فوضٰی لا سراۃ لھم ولا سراۃ اذا جھالھم سادوا

"لوگوں کی اصلاح نہیں ہوسکتی جب تک ان کا کوئی رہبر نہ ہو اور حقیقت میں لوگوں کا کوئی رہبر نہیں ہوتا جبکہ ان کے رہبر جاہل لوگ ہوں۔"

(الاحکام السلطانیه للماوردی)

عبداللہ بن مبارک رحمه الله فرماتے ہیں:

کم یدفع اللہ باالسلطان مظلمۃ فی دیننا رحمۃ منه و دنیانا

لولا الخلیفۃ لم تأمن لنا سبل وکان اضعفنا نھبا لاقوانا

(المنهج المسلوك ص٢٣٧)

''اللہ تعالیٰ اپنے رحم سے بہت سے ظلم بادشاہ کے ذریعے دور کرتے ہیں ہمارے دین اور دنیا میں اور اگر خلیفہ نہ ہوتا تو ہمارے راستے بے امن ہو جاتے اور ہمارے کمزور لوگ طاقتور کے لیے لوٹ کا مال بن جاتے۔''

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

نیک حاکم کی اہمیت رسول اللہ ﷺ اور سلف کی نظر میں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((انما الامام جنة يقاتل من ورآئه ويتقى به)) (بخاری و مسلم)

"امام ایک ڈھال کی مانند ہے کہ اس کی رہبری اور حکم سے جہاد ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے عوام مزے میں رہتے ہیں۔"

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ان السلطان ظل الله فى الارض يأوى اليه كل مظلوم من عباده)) (بیہقی شعب الایمان ص۱۶ جلد ۶)

"عادل بادشاہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے کہ ہر مظلوم اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔"

ابن کثیر رحمہ اللہ سے ایک روایت منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ان الله يزع باالسلطان ما لا يزع باالقرآن))

"یقیناً اللہ تعالیٰ بادشاہ کے ذریعے سے اتنے لوگوں کو گناہوں سے منع کرتے ہیں کہ جتنے قرآن کے ذریعے بھی نہیں منع کرتے۔" (بحواله معوقات الخلافة الاسلاميه ص ۱۱)

عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

والله ما يزع الله بسلطان اعظم مما يزع باالقرآن (کنز العمال ص۷۵۱ جلد ۵)

"اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ جتنے لوگ بادشاہ کے ذریعے گناہوں سے روکتے ہیں ان کی تعداد اس سے زیادہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعے منع کرتے ہیں۔"

اسی وجہ سے کہا جاتا ہے:

السيف والسنان يفعلان ما لا يفعل البرهان (المواقف للایجی ص۵۷۷ جلد ۳)

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

"تلوار اور نیزہ وہ کام کرتے ہیں جو دلیل نہیں کر سکتی۔"

علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

امام عادل خیر من مطر وابل(عادل بادشاہ تیز بارش سے بہتر ہے۔)

کیونکہ بادشاہ عدل وانصاف کرتا ہے تو ظلم وزیادتی نہیں باقی رہتی اور آسمانوں سے برکتیں اور زمین سے پیداوار اور تجارتیں بڑھ جاتی ہیں۔(تحریر الاحکام ص:۵۰)

علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی اصلاح صرف نیک یا برے حاکم کے ذریعے ہو سکتی ہے، صحابہ نے پوچھا کہ اے امیر المؤمنین برے حاکم کے ذریعے لوگوں کی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے؟، تو فرمایا: برے امیر کے ذریعے راستوں میں امن آتا ہے ،اس کی حکومت میں جہاد ہوتا ہے، غنیمتیں جمع ہوتی ہیں، حدود قائم ہوتی ہیں، حج ہوتا ہے اور مسلمان موت تک امن کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔(کنز العمال ص:۷۵۱، ج:۵)

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لو کانت لی دعوۃ مستجابۃ لدعوت بھا الی سلطان لان فی صلاحہ صلاح البلاد والعباد وفی فسادہ فسادھما۔ (تحریر الاحکام ص ۵۱)

" اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میری ایک دعا قبول ہو گی تو میں وہ دعا امام کے لیے کروں گا کیوں کہ امام کی اصلاح میں علاقوں اور لوگوں کی اصلاح ہے اور اس کی خرابی میں علاقوں اور لوگوں کی خرابی ہے۔"

اسی طرح کا قول ابو حازم اور فضیل بن عیاض رحمہما اللہ سے بھی منقول ہے۔

بہر حال اسلامی خلیفہ کی بہت زیادہ اہمیت ہے اور اسلامی حکومت بنانا اور خلیفہ مقرر کرنے میں دین اور دنیا کے بہت سے فائدے ہیں اور ان کے نہ ہونے میں دین اور دنیا کے بہت زیادہ نقصانات ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں یہ نعمت نصیب فرمائیں، آمین۔

اس کتاب کے اکثر مضامین ہم نے مولانا عبد الباقی کی بہترین کتان "السیاسۃ والادارۃ فی الاسلام" سے نقل کئے ہیں۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

دوسری اہم بات: خلافت کی تعریف اور معنیٰ

علمائے کرام نے خلافت کی تعریف مختلف الفاظ میں کی ہے، جس میں سے ایک تعریف یہ ہے:

هی الرياسة العظمٰی والولاية العامة الجامعة القائمة بحراسة الدين والدنيا

"خلافت اس بڑی رہبری اور عمومی اور جامع اختیار کو کہتے ہیں جو کہ دین اور دنیا دونوں کی حفاظت کرے۔"

(نظام الحكومة النبويه لمُحمد عبد الحی بن عبد الكبير الكتانی رحمه الله ص ٧٩ جلد ١)

اور علامہ تفتازانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رئاسة عامة فی امر الدين والدنيا خلافة عن النبی ﷺ

"خلافت اس عمومی رہبری کو کہتے ہیں جو کہ دین اور دنیا کے کاموں میں رسول اللہ ﷺ کی نیابت میں حاصل ہو۔"

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هی رئاسة عامة فی الدنا والدنيا لشخص واحد من الاشخاص

"خلافت اس عمومی رہبری کو کہتے ہیں جو کہ دین اور دنیا میں ایک شخص کو حاصل ہو۔"

شیخ رشید رضا فرماتے ہیں کہ اس بارے میں بہت سے اقوال ہیں لیکن مقصد سب کا ایک ہی ہے، یعنی خلافت دین اور دنیا میں عمومی رہبری کو کہتے ہیں۔

"مآثر الانافة فی معالم الخلافة ص ۵ جلد ۱" میں کہتے ہیں:

وهی الولاية العامة علی كافة الامة والقيام بامورها والنهوض باعبائها

"خلافت پوری امت کی عمومی حکومت اور اختیار کو کہتے ہیں جس میں امت کے کام اور اس کے بوجھ کو اٹھایا جاتا ہے۔"

امام کی تعریف

علامہ جرجانی رحمہ اللہ امام کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

هو الذی له الرياسة العامة فی الدين والدُنيا جميعًا

"امام اور خلیفہ اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کو دین اور دنیا کی عمومی رہبری حاصل ہو۔"

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

تیسری اہم بات: خلیفہ، امیر المؤمنین اور امام، تینوں الفاظ مترادفہ ہیں اور ان کا مقصد ایک ہی ہے اور اس کے لیے کبھی امام اعظم کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے

اسی طرح خلافت، امارت اور امامت ایک ہی چیز ہے اور اسی کو امامتِ عظمیٰ اور امامتِ کبریٰ بھی کہتے ہیں۔

(الموسوعة الفقهية الکویتیہ ص ۲۱۷ جلد ۶ اور میجی پہ الامامة العظمیٰ ص ۲۳)

دمیجی "الامامة العظمی" ص: ۲۳ میں کہتے ہیں کہ امامتِ عظمیٰ اور کبریٰ اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعے فرق اور تمیز پیدا ہوتی ہے امامتِ صغریٰ سے جو کہ نماز کی امامت کو کہتے ہیں۔

''نیل الاوطار ص: ۴۵۶ ج: ۱۲ میں کہتے ہیں کہ امارتِ عظمیٰ خلافت کو کہتے ہیں اور امامتِ صغریٰ کسی شہر کی حکومت اور اختیار کو کہتے ہیں۔

دمیجی "الامامة العظمیٰ" ص: ۳۵ میں کہتے ہیں کہ امیر کا لفظ مطلق ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں مستعمل تھا اور خلیفہ کے لیے خاص نہیں تھا بلکہ لشکر اور فوج کے بڑے کو اور علاقے اور شہر کے بڑے کو بھی امیر کہا جاتا تھا۔

اسی طرح علماء لفظِ امام کے بارے میں کہتے ہیں:

واذا اطلق لاینصرف الاالی صاحب الامامة الکبریٰ ولایطلق علی الباقی الابالاضافة

"امام کا لفظ جب مطلق بولا جائے تو اس سے مراد صاحبِ امامتِ کبریٰ ہوتا ہے اور اس کے علاوہ دوسروں کے لیے اضافت کے بغیر استعمال نہیں ہوتا۔"

(تفسیر الرازی ص ۴۴ جلد ۴، شامی ص ۵۴۷ جلد ۱، الموسوعة الفقهية ص ۲۱۵ جلد ۶، الفصل فی الملل والنحل لابن حزم ص ۷۴ جلد ۴، بحوالہ تعدد الخلفاء ووحدة الامة للدکتور محمد خلدون ص ۲۲)

پھر کہتے ہیں کہ امامت کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ وحی کی امامت جو کہ نبوت ہے۔

۲۔ وراثت کی امامت جو کہ علم ہے۔

۳۔ نماز کی امامت۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

۴۔ چوتھی خلافتِ عظمیٰ ہے جو کہ امت کی اصلاح کے لیے ہوتی ہے اور جب لفظِ امامت مطلقا بولا جائے تو متکلمین کی اصطلاح میں اس سے مراد عرف میں خلافتِ عظمیٰ ہوتی ہے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

چوتھی اہم بات: خلیفہ کے انتخاب کا طریقہ

خلیفہ کی تقرری کے تین طریقے ہیں:

۱۔پہلا یہ کہ خلیفہ کو "اهل الحل والعقد "مقرر کریں، پھر اس میں بھی دو طریقے ہیں:

الف۔ایک یہ کہ "اهل الحل والعقد "کی تعیین خلیفہ خود کرے، جیسا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے چھ لوگوں پر مشتمل "اهل الحل والعقد "کو مقرر کیا، جنہوں نے بعد میں عثمان رضی اللہ عنہ پر اتفاق کیا۔وہ چھ لوگ یہ تھے: عثمان، علی، زبیر، طلحہ، سعد، عبدالرحمن رضی الله عنهم

ب۔دوسرا طریقہ یہ ہے کہ "اهل الحل والعقد "کا تعین پہلے سے خلیفہ نے نہ کیا ہو، جیسا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوا کہ ان دونوں خلفاء کا انتخاب بھی "اهل الحل والعقد "نے ہی کیا تھا لیکن یہ ''اهل الحل والعقد'' پہلے سے متعین نہیں تھی۔

۲۔خلیفہ کی تقرری کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پہلے سے خلیفہ اپنی زندگی میں مقرر کردے، جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت، کیوں کہ عمر رضی اللہ عنہ کا انتخاب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔اس طریقے میں یہ بھی صحیح ہے کہ خلیفہ اپنے بیٹے کو ولی عہد مقرر کردے، جیسا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔اسی طرح اموی اور عباسی خلفاء یا ان کے علاوہ دوسروں نے اپنی اولادوں کو ولی عہد مقرر کیا۔

۳۔تیسرا طریقہ یہ ہے کہ کوئی شخص قوت اور غلبے کے ذریعے خلیفہ بن جائے، جیسا کہ عبدالملک بن مروان کی خلافت کہ جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو وہ خلیفہ بن گئے یا جیسے بنو عباس جنہوں نے بنو امیہ سے بزور حکومت چھین لی تھی۔(حاصل شرح لمعة الاعتقاد لابن عثیمین ص ۵۳ او شرح لمعة الاعتقاد لشیخ یوسف ص ۲۰۷)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ''ازالۃ الخفاء ص:۶،ج:۱'' میں فرماتے ہیں:

وطریق چهارم استیلاءاست جون خلیفہ بمیرد وشخصی متصدی خلافت کردد بغیر بیعت واستخلاف وهمه را بر خود جمع سازند بایتلاف قلوب یا بہ قهر ونصب قتال خلیفہ شود ولازم کردد بمردمان اتباع فرمان او در آن چہ موافق شرع باشد۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

"چوتھا طریقہ غلبے کا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب خلیفہ مر جائے اور ایک شخص بیعت کے بغیر اور خلیفہ کے مقرر کرنے کے بغیر آگے آجائے اور لوگوں کو اپنے اوپر متفق کر لے، دلوں کی الفت کے ذریعے یعنی ترغیب کے ذریعے یا جنگ اور غلبے کے ذریعے تو وہ خلیفہ ہو جائے گا اور لوگوں پر اس کے حکم کی تابعداری لازم ہو گی، ان حکموں میں جو کہ شریعت کے موافق ہوں۔"

پھر فرماتے ہیں کہ استیلاء اور غلبہ بھی دو قسم پر ہے: ایک یہ کہ اس متغلب خلیفہ میں خلیفہ کی شرائط موجود ہوں اور اس کے مخالفین جھگڑہ صلح اور تدبیر کے ذریعے ختم کریں اور اس میں حرام کا ارتکاب نہ ہو تو اس قسم کا غلبہ جائز ہے اور اس میں رخصت ہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انعقاد علی رضی اللہ عنہ کی وفات اور حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد اسی طریقے سے ہوا تھا۔
تغلب کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس متغلب میں خلیفہ کی شرائط موجود نہ ہوں اور اس کے مخالفین جھگڑہ جنگ کے ذریعے ختم کریں نہ کہ صلح کے ذریعے اور وہ اس میں حرام کا ارتکاب بھی کرے، اس قسم کی خلافت جائز نہیں ہے اور یہ شخص گناہ گار ہو گا لیکن ضرورت کی وجہ سے اس کے وہ احکام جو شریعت کے موافق ہوں قبول کرنا واجب ہے اور اگر اس کے عامل لوگوں سے زکوۃ وصول کر لیں تو ان کی زکوۃ ادا ہو گی اور اس کے قاضیوں کا فیصلہ نافذ ہو گا اور اس کی رہبری میں جہاد بھی جائز ہے۔ عبدالملک بن مروان اور بنو عباس کے اول خلیفہ اسی قسم سے تھے۔
اس سے یہ فائدہ معلوم ہوا کہ جنگ کے ذریعے خلافت حاصل کرنا جائز نہیں ہے اور دوسرا یہ کہ ایسا خلیفہ ضرورت کی وجہ سے قبول کیا جاسکتا ہے تاکہ مسلمانوں کی وحدت قائم ہو جائے اور لوگ جنگوں اور فتنوں سے بچ جائیں، تیسرا یہ کہ وہ تمام لوگوں کو اپنے اوپر متفق کر لے، چوتھا یہ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی غلبے کے راستے سے تھی۔

مذکورہ مسئلے سے متعلق مسائل

مسئلہ نمبر ۱:

جیسا کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ متغلب سب لوگوں کو اپنے اوپر متفق کر لے، اسی طرح فقہ مالکی کی کتاب "حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر" ص:۲۰۳، ج:۱۰ میں ہے:

فتحصل ان المتغلب لا تثبت له الامامة الا ان دخل عموم الناس تحت طاعته والا فالخارج عليه لا يكون باغيا كقضية الحسين مع يزيد

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

"تو ثابت ہوا کہ متغلب کی خلافت اس وقت ثابت ہو گی کہ جب عام لوگ اس کی تابعداری کریں اور اگر سب لوگ اس کی اطاعت نہ کریں تو جو شخص اس کے خلاف خروج کرے تو اس کو باغی نہیں کہا جائے گا، جیسا کہ حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف خروج کیا۔"

اسی طرح " حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ص ۲۷۳ جلد ۱۸" میں کہتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کی خلافت اس لیے ثابت نہیں تھی کیوں کہ حجاز والوں نے اس کی امامت (خلافت) کو قبول نہیں کیا تھا۔

اسی طرح مفتی رشید احمد رحمہ اللہ پہ احسن الفتاوی ص ۱۹۹ جلد ۶ میں ایک رسالہ "ذب الجھول عن سبط الرسول" میں لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو منتخب کیا تھا، پھر اس کی تفصیل کرتے ہیں:

" بالآخر بذریعہ استیلاء و تغلب یزید کی خلافت منعقد ہو گئی تھی مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ جس وقت یزید کے مقابلے میں نکلے تھے اس وقت تک یزید کا پورے طور پر استیلاء و تغلب نہیں ہوا تھا۔"

اور یہ بات انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کی تھی کہ یزید شرعی خلیفہ تھا اور اس کے مقابلے میں حسین رضی اللہ عنہ نے خروج کیا تھا تو حسین رضی اللہ عنہ کو باغی کہا جانا چاہئے؟ تو اس کا جواب مفتی صاحب یہ دیتے ہیں کہ بعد میں اگرچہ یزید خلیفہ ہو گیا تھا لیکن جس وقت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف خروج کیا تھا تو اس وقت وہ خلیفہ نہ تھا، کیوں کہ اس وقت تک اس کو پورا غلبہ اور سلطہ حاصل نہ ہوا تھا۔

اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں:

كل من غلب على الخلافة بالسيف حتى يسمى خليفة ويجمع الناس عليه فهو خليفة۔ (مناقب الشافعی للبیہقی بحوالہ الامامۃ العظمی ص ۲۰۸)

اس عبارت میں امام شافعی رحمہ اللہ متغلب کی خلافت کی شرط یہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ اس پر جمع ہوں۔

مسئلہ نمبر ۲:

جب کوئی شخص بزور طاقت خلیفہ بن جائے پھر کوئی دوسرا اٹھ کر اس سے بزور طاقت حکومت لے لے تو اس سے پہلا شخص معزول اور دوسرا شخص خلیفہ سمجھا جائے گا یعنی مغلوبہ معزول اور غالب خلیفہ ہو جائے گا۔ (تحریر الاحکام وغیرہ) اور

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

اگر کسی شخص کو "اھل الحل والعقد "یا خلیفہ خود سے مقرر کرے اور پھر کوئی دوسرا شخص بزورِ طاقت اس سے حکومت لے لے تو اس سے مغلوب خلیفہ معزول نہیں ہوگا اور غالب خلیفہ نہیں ہوگا بلکہ مغلوب اسی طرح خلیفہ رہے گا شرعاً۔

(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ ص ۲۲۵ جلد ۶۔ الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ ص ۲۲۵ جلد ۶۔)

مسئلہ نمبر ۳:

علامہ شامی رحمہ اللہ ص: ۲۶۱، ج: ۴ میں فرماتے ہیں: وفی زماننا الحکم للغلبۃ

"ہمارے زمانے میں حکم غلبے کا ہے "یعنی جو غالب ہوگیا وہی حاکم ہوگا تو اس سے معلوم ہوا کہ غلبے تک انتظار کیا جائے گا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یخرج علیه من یطلب الملك فیکون مع ھذا قوم ومع ھذا قوم تکون الجمعة مع من غلب

"جب کسی حاکم کے خلاف ایسا کوئی شخص خروج کرے جو کہ بادشاہی کا طالب ہو اور اس حاکم کے ساتھ بھی کچھ لوگ ہوں اور دوسرے کے ساتھ بھی کچھ لوگ ہوں تو جمعہ اس کے ساتھ کیا جائے گا جو کہ غالب ہو جائے۔"

امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے استدلال کیا کہ انہوں نے "حرے" کے زمانے میں کہا تھا کہ ہم اس کے ساتھ ہیں جو غالب ہو جائے۔(الامامۃ العظمیٰ ص:۲۰۷)

مسئلہ نمبر ۴:

علامہ شامی رحمہ اللہ ص: ۲۶۳، ج: ۴ میں فرماتے ہیں:

وقد یکون بالتغلب مع المبایعة وھو الواقع فی سلاطین الزمان

"کبھی خلافت غلبے کے ذریعے حاصل ہوتی ہے بیعت کے ساتھ اور یہ ہمارے زمانے کے بادشاہوں میں واقع ہے۔"

اس میں تین باتوں کی طرف اشارہ ہے:

۱۔ کبھی کبھی بادشاہ متغلب ہوتا ہے اور بعد میں اس سے بیعت بھی ہو جاتی ہے۔

۲۔ ہمارے زمانے کے بادشاہ متغلب ہیں۔

۳۔ ایک حاکم جو کہ بزورِ طاقت اپنے آپ کو بادشاہی تک پہنچائے اور بعد میں اس کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی جائے تو پھر بھی اسے متغلب شمار کیا جائے گا۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

اسی طرح" الفقھہ الاسلامی ص ۲۹۰ جلد ۸" میں کہتے ہیں:

وقد یکون مع التغلب المبایعۃ ایضًا فیما بعد

" کبھی غلبے کے ساتھ بعد میں بیعت بھی ہو جاتی ہے۔"

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

پانچویں اہم بات: اہل الحل والعقد کی تعریف

"الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیہ ص ۱۱۵ جلد ۷" میں "اہل الحل والعقد" کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

يطلق لفظ اهل الحل والعقد على اهل الشوكة من العلماء والرؤساء ووجوه الناس الذين يحصل بهم مقصود الولاية وهو القدرة والتمكين وهو ماخوذ من حل الامور وعقدها۔

"" اہل الحل والعقد "کا لفظ اہلِ قوت کے لیے بولا جاتا ہے، جیسا کہ علماء، علاقوں کے بڑے اور معاشرے کے عزتمند لوگ، جن کے ذریعے ولایت کا مقصود حاصل ہو، جو کہ قدرت اور تمکین ہے اور وہ ماخوذ ہے کاموں کے حل کرنے اور باندھنے سے۔"

پھر کہتے ہیں:

المستقرئ لحوادث التاريخ يجد ان هناك فرقا بين اهل الشورى واهل الحل والعقد اذ الصفة البارزة في اهل الشورى هي العلم لكن الصفة البارزة في اهل الحل والعقد هي الشوكة۔

"جب انسان تاریخی واقعات کو دیکھے تو اس کو اہل شوری اور "اہل الحل والعقد" کے درمیان فرق معلوم ہو جائے گا اور فرق یہ ہے کہ اہل شورا کی امتیازی صفت علم ہے اور "اہل الحل والعقد" کی امتیازی صفت غلبہ اور قدرت ہے۔"

پھر مثال بیان کرتے ہیں کہ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں تھے،

ولم يكن بشير من اهل الفتوى من الصحابة ولكنه كان مسموع الكلمة في قومه الخزرج

"بشیر اہل فتویٰ صحابہ میں سے نہیں تھے لیکن ان کی قوم خزرج ان کے تابع تھی یعنی ان کو اپنی قوم میں غلبہ اور شوکہ حاصل تھا۔"

اسی طرح "مآثر الانافہ ص ۲۳ "میں ہے کہ " اہل الحل والعقد "کسے کہتے ہیں؟ تو لکھتے ہیں:

العلماء والرؤساء وسائر وجوه الناس "وہ علماء، علاقوں کے بڑے اور عزتمند لوگ ہیں۔"

فائدہ: ان تعریفوں سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ " اہل الحل والعقد "ہر کوئی نہیں ہو سکتا بلکہ وہ لوگ ہو سکتے ہیں کہ جن میں کچھ خاص صفات ہوں اور ان کی وجہ سے تمکین اور سلطہ حاصل ہوتا ہو۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

"الامامۃ العظمیٰ ص:۱۵۱،ج:۱" میں "نھایۃ المحتاج ص:۳۹۰،ج:۷" سے نقل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بعضے علماء نے " اهل الحل والعقد "کی یہ تعریف کی ہے:

بانھم العلماء والرؤساء ووجھاء الناس الذین تیسر اجتماعھم۔

اس تعریف میں ایک قید یہ اضافہ کی گئی ہے کہ ان کا جمع ہونا آسان ہو اور کہا ہے کہ یہ بعضے علماء کا قول ہے۔

پھر ص:۱۵۶،ج:۱میں کہا ہے کہ معتزلہ میں جبائی کا مذہب یہ ہے کہ خلیفہ کا مقرر کرنا اس شہر والوں پر واجب ہے کہ جس شہر میں خلیفہ کا انتقال ہوا ہو (یعنی دار الخلافہ والوں پر) اور پھر ابن حزم رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ قول بے دلیل ہے۔

''الامامۃ العظمیٰ ''میں "اهل الحل والعقد "کے متعلق پوری تفصیل موجود ہے اور پھر ص:۱۵۷میں کہتے ہیں کہ اهل الحل والعقد " کی ذمہ داریوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ خلیفہ کا انتخاب اور اس سے بیعت کرتے ہیں،اور کہتے ہیں کہ بیعت کے لیے کسی کو آگے کرنا بھی ان کی ذمہ داری ہے،لہذا کہتے ہیں:

فقدموا للبیعۃ منھم اکثرھم فضلا واکملھم شروطا ومن یسرع الناس الی طاعتہ ولا یتوقفون عن بیعتہ۔

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ایسے کسی شخص کو آگے کریں کہ جس پر امت متفق ہو،اس سے بیعت کرے اور اس کی اطاعت کرے،یعنی اہم بات اس میں امت کا جمع کرنا ہے کہ ایسے کسی شخص کو خلیفہ بنائیں کہ امت اس پر متفق ہو جائے۔

" اهل الحل والعقد "کی تعداد:

یعنی" اهل الحل والعقد "کتنے لوگ ہوں اور کتنے لوگوں کے ذریعے بیعت منعقد ہوتی ہے؟اس بارے میں

''مآثر الانافہ ص ۲۳''پر آٹھ مذاہب بیان کئے گئے ہیں اور'' الامامۃ العظمیٰ ''میں دمیجی نے ص:۱۶۱میں کہا ہے کہ اس بارے میں علماء کا بہت زیادہ اختلاف ہے،پھر مختلف مذاہب ذکر کئے ہیں،ہم یہاں پر ان مذاہب کا خلاصہ نقل کرتے ہیں،پھر اس کے بعد سب سے بہترین مذہب بیان کریں گے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

پہلا مذہب:

پہلا مذہب یہ ہے کہ امت کا اتفاق شرط ہے۔یعنی جب" اھل الحل والعقد "ایک خلیفہ کو پسند کریں تو اس پر پوری امت کا اتفاق بھی ہو۔اشعری نے اس قول کی نسبت اصم کی طرف کی ہے۔ایک روایت میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے کہ امام کسے کہتے ہیں، لٰہذا وہ فرماتے ہیں:

الذی یجمع علیہ المسلمون کلھم یقول ھٰذا امام فھٰذا معناہ۔ (منھاج السنۃ النبویہ ص ۱۱۳ جلد ۱)

''تمام مسلمان اس پر متفق ہو جائیں اور سب کہیں کہ یہ امام ہے۔''

فقہ حنبلی کی مشہور کتاب '' مغنی لابن قدامہ ص ۴۱۵ جلد ۱۹ ''میں کہتے ہیں:

وجملۃ الامران من اتفق المسلمون علی امامتہ و بیعتہ ثبتت امامتہ ووجب معونتہ

''خلاصہ یہ ہے کہ وہ شخص کہ جس کی امامت اور بیعت پر مسلمان متفق ہو جائیں تو اس کی امامت فرض ہو گی اور اس کی امداد فرض ہو گی۔''

جملہ معترضہ:

میں (کاتب الحروف) جملہ معترضہ کے طور پر ایک بات یہ عرض کرتا ہوں کہ یہی مذہب بعض صحابہ کرام کا بھی ہے، جیسا کہ '' مقدمہ ابن خلدون ص:۱۱۱ ،ج:۱ ''میں کہتے ہیں کہ جب علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی جارہی تھی تو:

ومنھم من توقف حتی یجتمع الناس ویتفقوا علی امام کسعد وسعید وابن عمر واسامۃ والمغیرۃ ،وعبد اللہ بن سلام وقدامۃ بن مظعون وابی سعید الخدری وکعب بن عجرۃ وکعب بن مالک والنعمان بن بشیر وحسان بن ثابت ومسلمۃ بن مخلد وفضالۃ بن عبید وامثالھم من اکابر الصحابۃ رضوان اللہ علیھم اجمعین۔

اوپر جن صحابہ کے نام ذکر کئے گئے ان کے ساتھ ان ہی کی طرح اور بھی صحابہ ایسے تھے جنہوں نے توقف کیا تھا کہ جب تک لوگ ایک امام پر متفق نہ ہوں (اس وقت تک بیعت نہیں کریں گے)۔لیکن بعد میں ابن خلدون لکھتے ہیں کہ دوسری صدی ہجری اس پر متفق تھی کہ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت منعقد تھی اور سب مسلمانوں پر لازم تھی اور یہ کہ علی رضی اللہ عنہ کی رائے حق تھی

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

اور معاویہ رضی اللہ عنہ اور ہر وہ شخص جو کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے پر ہو وہ خطاء پر تھا لیکن دونوں فریق گناہ گار نہیں تھے۔ یہ اول صدی میں ایک قول تھا، جس پر دوئم صدی میں اجماع منعقد ہو گیا۔

اسی طرح شیخ شہاب الدین ''نهاية الارب في فنون الادب ص ۱۶۱ جلد ۲۰'' میں کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کے دور میں مالک بن کعب الھمدانی رضی اللہ عنہ گئے اور دومۃ الجندل والوں کو علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی دعوت دی تو انہوں نے انکار کیا اور کہا :

لانبايع حتى يجتمع الناس على امام فانصرف عنهم وتركهم۔

''ہم اس وقت تک بیعت نہیں کریں گے جب تک لوگ ایک امام پر متفق نہ ہو جائیں تو مالک رضی اللہ عنہ نے ان کو چھوڑ دیا اور ان سے روانہ ہو گئے۔''

اسی طرح ''الكامل في التاريخ ص ۲۳ جلد ۲'' میں کہتے ہیں:

وجاؤوا بسعد بن ابي وقاص رضی اللہ عنہ فقال له علي رضی اللہ عنہ بايع فقال لا حتى يبايع الناس وجاؤوا بابن عمر قال لا حتى يبايع الناس۔

سعد اور ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں کو علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ سے بیعت کرو تو انہوں نے کہا کہ ہم اس وقت تک بیعت نہیں کریں گے جب تک تمام لوگ بیعت نہ کر لیں۔

اور محمد بن علی الصلابی اپنی کتاب ''خلافة امير المؤمنين عبد الله بن الزبير ص ۵۵'' میں کہتے ہیں:

وعند ما طلب ابن الزبير من محمد بن الحنفية وابن عباس المبايعة قالا حتى تجتمع لك البلاد ويتسق لك الناس ووعداه بعدم اظهار الخلافة له

''عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے محمد بن حنفیہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مطالبہ کیا کہ مجھ سے بیعت کرو تو انہوں نے کہا کہ ہم اس وقت تک بیعت نہیں کریں گے کہ جب تک شہر اور لوگ آپ پر متفق نہ ہو جائیں اور ان سے یہ وعدہ کیا کہ ہم آپ کی مخالفت نہیں کریں گے۔''

فائدہ: اس سے پتہ چلتا ہے کہ بعض صحابہ کرام کی نظر بھی یہی تھی کہ پوری امت کا اتفاق شرط ہے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

دوسرا مذہب:

دوسرا مذہب یہ ہے کہ تمام" اهل الحل والعقد " کا اتفاق شرط ہے یعنی ہر شہر میں جتنے بھی" اهل الحل والعقد " ہیں وہ سب متفق ہوں۔اور یہ مذہب بھی بعضے صحابہ کرام کا ہے، جیسا کہ ''مقدمہ ابن خلدون ص: ۱۱۱'' میں کہتے ہیں کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو لوگ شہروں میں پھیل گئے اور علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لیے حاضر نہیں ہوئے اور جو لوگ حاضر تھے تو ان میں بھی بعضے وہ تھے کہ جنہوں نے بیعت کی اور بعضے وہ تھے کہ جنہوں نے توقف اختیار کیا اور کہا کہ جب تک لوگ ایک امام پر متفق نہ ہو جائیں اس وقت تک ہم بیعت نہیں کریں گے، جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا۔ان لوگوں میں تیسری قسم کے لوگ وہ تھے کہ جنہوں نے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت منعقد نہیں ہوئی کیوں کہ جو صحابہ " اهل الحل والعقد "ہیں وہ مختلف شہروں میں پھیلے ہوئے ہیں اور بیعت تو اس وقت منعقد ہو گی کہ جب تمام" اهل الحل والعقد "اتفاق کر لیں۔اور اگر بیعت کرنے والے " اهل الحل والعقد "نہ ہوں یا" اهل الحل والعقد "میں سے کچھ لوگ ہوں تو اس صورت میں بیعت صحیح نہ ہو گی، تو انہوں نے پہلے عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کیا اور کہا کہ قصاص کے بعد ہم ایک امام پر متفق ہوں گے۔یہ رائے معاویہ، عمرو بن العاص، ام المومنین عائشہ، زبیر، عبد اللہ بن زبیر، طلحہ، محمد بن طلحہ، نعمان بن بشیر، سعد، سعید، معاویہ بن خدیج اور بعضے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جو کہ مدینہ میں تھے کی تھی اور پہلے ابن خلدون کا قول نقل کیا گیا کہ ان کی رائے خطا تھی لیکن یہ حضرات گناہ گار نہیں تھے، جیسا کہ یہی حالت مجتہد کی ہوتی ہے۔

تیسرا مذہب:

تیسرا مذہب یہ ہے کہ بیعت کرنے والے کم از کم چالیس لوگ ہوں۔

چوتھا مذہب:

چوتھا مذہب یہ ہے کہ بیعت کرنے والے کم از کم پانچ لوگ ہوں۔یہ قول معتزلہ کے شیوخ کی طرف منسوب ہے۔ماوردی کہتے ہیں کہ یہ قول بصریٰ کے اکثر فقہاء اور متکلمین کا ہے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

پانچواں مذہب:

پانچواں مذہب یہ ہے کہ چار لوگوں کی بیعت سے بھی خلیفہ منعقد ہو جائے گا۔

چھٹا مذہب:

چھٹا مذہب یہ ہے کہ تین لوگوں کی بیعت سے بھی خلیفہ منعقد ہو جائے گا۔

ساتواں مذہب:

ساتواں مذہب یہ ہے کہ دو لوگوں کی بیعت سے بھی خلیفہ منعقد ہو جائے گا۔ماوردی نے یہ قول کوفے کے علماء کی طرف منسوب کیا ہے اور بغدادی نے سلیمان بن جریر الزیدی اور معتزلہ کی ایک جماعت کی طرف منسوب کیا ہے۔

آٹھواں مذہب:

آٹھواں مذہب یہ ہے کہ خلیفہ ایک شخص کی بیعت سے بھی منعقد ہو جائے گا۔یہی قول ابوالحسن اشعری،ایجی اور امام قرطبیؒ کا ہے۔یہی مذہب زیدیوں اور امام الحرمین کا بھی ہے۔لیکن انہوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ بیعت کرنے والا یہ ایک شخص قوت اور غلبے والا ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو خلیفہ کا انعقاد نہیں ہو سکتا۔

نواں مذہب:

نواں مذہب جمہور شوافع کا ہے کہ لوگوں کی جتنی تعداد بیعت کے وقت حاضر ہو، یہاں تک کہ اگر حل وعقد (یعنی معاملوں کا حل اور ان کا انعقاد) صرف ایک شخص سے متعلق ہو تو یہ ایک شخص بھی خلیفہ کا انعقاد کر سکتا ہے۔

دمیجی کہتے ہیں کہ ایسی مثال کسی بھی زمانے میں نہیں گزری کہ " اهل الحل والعقد "صرف ایک شخص ہو اور دمیجی نے دیگر اقوال پر بھی رد کیا ہے۔

دسواں مذہب:

دسواں مذہب یہ ہے کہ نہ تو تمام لوگوں کا اتفاق شرط ہے اور نہ ہی ایک متعین تعداد شرط ہے بلکہ شرط یہ ہے کہ جمہور "اهل الحل والعقد " متفق ہو جائیں جو کہ اہل قوت اور طاقت ہوں کہ ان کی بیعت سے امامت کا مقصد حاصل ہوتا

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

ہے جو کہ سلطہ یعنی قدرت اور تمکین ہے، اگرچہ کچھ لوگ ان کی مخالفت بھی کریں تو پھر بھی اس میں کوئی نقصان نہیں، جیسا کہ اگر کچھ لوگ بیعت کریں تو کوئی فائدہ نہیں، کیوں کہ اس سے امامت کا مقصد یعنی سلطہ اور تمکین نہیں حاصل ہوتا۔

جملہ معترضہ: خلافت کے اکثر مسائل اجتہادی ہیں

جیسا کہ امام الحرمین نے اس مسئلے پر بحث کی ہے کہ بیعت کے لئے گواہوں کی ضرورت ہے یا نہیں، پھر کہتے ہیں:

ولکن المسئلة مظنونة مجتهد فيها ومعظم مسائل الامامة عرية عن مسالك القطع خلية عن مدارك اليقين

''یہ مسئلہ ظنی اور اجتہادی ہے اور امامت کے اکثر مسائل قطعیت اور یقینی ادراک سے خالی ہیں۔''

شیخ رشید رضا کی تحقیق

شیخ رشید رضا نے بھی ''الخلافۃ ص:۱۸'' میں اس معاملے پر بہت بہترین بحث کی ہے۔ہم یہاں اس بحث کا خلاصہ نقل کرتے ہیں:

وہ کہتے ہیں کہ " اهل الحل والعقد " کے اس نام سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی تعداد میں اختلاف کی ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ اس نام سے ہی یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ امت کے رہبر، مرتبے والے اعتمادی لوگ ہوتے ہیں۔ سواد اعظم میں یہ لوگ جس کا انتخاب کریں تو لوگ ان کی بات مانتے ہیں تاکہ کام منظم ہو جائے اور لوگ نافرمانی نہ کریں۔

علامہ سعد الدین تفتازانی ''شرح المقاصد'' میں دوسرے متکلمین اور فقہاء کی طرح کہتے ہیں کہ یہ " اهل الحل والعقد" علماء، علاقوں کے بڑے اور عزتمند لوگ ہوتے ہیں۔

بعض لوگوں نے جیسا کہ نووی رحمہ اللہ نے ''المنهاج'' میں اس کے ساتھ ایک قید یہ بھی لگائی ہے کہ ان کا جمع ہونا آسان ہو۔ شارح رملی اس کی وجہ بیان کرتے ہیں (یعنی " اهل الحل والعقد "علاقوں کے بڑے اور عزتمند لوگ کیوں ضروری ہیں؟)۔ وہ کہتے ہیں کہ اس لئے کہ ان کی وجہ سے اتفاق پیدا ہوتا ہے اور لوگ ان کی بات مانتے ہیں۔ اگر امت ان کی بات نہ مانے تو ان کی بیعت سے امامت منعقد نہ ہوگی۔ ان کی عبارت یہ ہے:

فاذالم يكن المبايعون بحيث تتبعهم الامة فلا تنعقد الامامة بمبايعتهم۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

یہی حال ابو بکر بغدادی کا ہے۔

یہ بات خلفائے راشدین کے انتخاب میں صحابہ کرام کے عمل سے لی گئی ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا اور انہوں نے چھ لوگوں کو منتخب کیا (عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین) تو وجہ اس کی یہ تھی کہ عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا: لا یتقدم علیھم احد ولا یخالفھم فیما یتفقون علیہ احد (یعنی ان پر کوئی شخص مقدم نہیں ہو گا اور جس پر یہ لوگ اتفاق کریں گے تو کوئی ان کی مخالفت نہیں کرے گا)۔ پھر جب اختیار عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دے دیا گیا تو وہ تین دن تک علاقے کے بڑوں اور مہاجرین وانصار سے مشورے کرتے رہے اور جب عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا تو تمام مہاجرین وانصار، امراءالاجناد اور لشکروں کے امراء نے ان سے بیعت کی۔ امراءالاجناد سے مراد صوبوں کے والی (گورنر) ہیں، جیسے حمص، شام، مصر، کوفہ، بصرہ، کیوں کہ یہ لوگ اسی سال عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کے لئے گئے تھے اور واپسی ان کے ساتھ مدینہ آ گئے تھے۔ اسی وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کو حادثاتی بیعت کہا تھا، کیوں کہ وہ بیعت پورے " اھل الحل والعقد " کے مشورے کے پورا ہونے سے پہلے ہو گئی تھی کیوں کہ سقیفہ بنو ساعدہ میں بنو ھاشم نہیں تھے حالانکہ وہ" اھل الحل والعقد " کے بنیادی لوگ تھے۔ اسی وجہ سے عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں پر رد کیا تھا کہ جن کا گمان یہ تھا کہ سب لوگوں کے مشورے کے بغیر ایک آدمی کی بیعت بھی صحیح ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات حج کے درمیان میں پہنچی تھی، جس پر انہوں نے ارادہ کیا تھا کہ اکثر حاجیوں کو بیعت کی حقیقت اور شوریٰ کی ضرورت بیان کریں تو کسی نے ان سے کہا کہ حج کے موسم میں ہر قسم کے لوگ آتے ہیں اور ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ بات کو نہیں سمجھتے اور بات پھر ہر طرف پھیل جائے گی، لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اس معاملے کو مؤخر کر دیا جائے اور مدینہ منورہ میں علماء کو بیان کیا جائے۔ چنانچہ جب وہ حج سے واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر اس بات کو بیان کیا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم لوگوں میں سے کسی نے یہ بات کی ہے:

والله لومات عمر لبایعت فلانا فلا یغترن امرؤ ان یقول ان بیعۃ ابی بکر کانت فلتۃ فتمت۔ من بایع رجلا من غیر مشورۃ من المسلمین فلا یبایعه ولا الذی بایعه تغرۃ ان یقتلا۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

"اللہ کی قسم! اگر عمر کی وفات ہو گئی تو میں فلاں سے بیعت کر لوں گا۔" اس آدمی کی اس بات سے دھوکہ نہ کھانا کہ وہ کہتا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک بیعت تھی، خبر دار یہ بات صحیح ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس بیعت کے شر سے بچا لیا تھا اور تم میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرح کا کوئی شخص موجود نہیں ہے۔

پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی وجہ ذکر کی کہ اگر ہم ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اس اعتماد کی وجہ سے کہ تمام مسلمان ان کو قبول کر لیں گے، جلتی نہ کرتے تو مہاجرین وانصار کے درمیان فتنہ پیدا ہو جاتا۔

تو یہ اجماع ہو گیا اس بات پر کہ اصل چیز بیعت میں یہ ہے کہ جمہور مسلمانوں سے مشورہ کیا جائے اور " اهل الحل والعقد" ایک شخص کا انتخاب کریں اور کسی اور کی بیعت کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اور جو عمر رضی اللہ عنہ کا عمل اس کے خلاف تھا تو وہ حادثاتی معاملہ تھا ضرورت کی وجہ سے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

اسی طرح جب ابو بکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر رہے تھے تو اس وقت صحابہ کرام سے اس پر لمبے لمبے مشورے کئے تو کسی نے عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی عیب نہیں بیان کیا، سوائے اس کے کہ وہ سختی کرتے ہیں، اگرچہ ساتھ ہی یہ اقرار بھی کرتے کہ ان کی سختی حق پر ہوتی ہے، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ جواب دیتے کہ میں نرمی کرتا ہوں اور یہ میرے معاون ہیں، تو یہ سختی کرتے ہیں تاکہ معاملہ برابر ہو جائے اور جب یہ ذمہ دار ہو جائیں گے تو نرمی کی جگہ پر نرمی اور سختی کی جگہ پر سختی کریں گے۔ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ اکثر بڑے صحابہ مطمئن ہو گئے ہیں تو عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی تصریح کر دی اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا۔

بھر حال اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اکثر وہ بڑے لوگ کہ جن پر لوگ متفق ہوں اور لوگوں کا ان پر اعتماد ہو ان کو اعتماد میں لیا جائے تاکہ امت میں وحدت آجائے۔ کیوں کہ اگر بعض بڑے حضرات مخالفت کریں تو یہ فتنے اور اختلاف کا سبب بنتا ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول:

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے کہ خلافت کے لئے شرط اکثر " اهل الحل والعقد "کا اتفاق ہے جو کہ اہل قوت ہوں اور کہتے ہیں کہ یہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عبارتیں ملاحظہ فرمائیں، وہ "منهاج السنة النبويه ص ٣٦٣ جلد ١" میں فرماتے ہیں:

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

واما قول الرافضی ان الامام بعد رسول اللہ ﷺ ابو بکر بمبایعة عمر برضاء اربعة فیقال له لیس ھٰذا قول اهل السنة وان کان بعض اهل الکلام یقولون ان الامامة تنعقد ببیعة اربعة کما قال بعضهم تنعقد ببیعة اثنین وقال بعضهم تنعقد ببیعة واحد فلیست ھٰذه اقوال ائمة السنة بل الامامة عندهم تثبت بموافقة اهل الشوکة علیها۔

''یہ بات جو کہ رافضی شیعہ بیان کرتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے چار لوگوں کی رضامندی سے خلیفہ ہو گئے، تو یہ اہل السنۃ والجماعۃ کا قول نہیں ہے، اگرچہ بعض متکلمین یہ کہتے ہیں کہ امامت چار لوگوں کی بیعت سے بھی منعقد ہو جاتی ہے، جیسا کہ بعض دو اور بعض ایک کے بھی قائل ہیں، تو یہ اہل السنۃ کے اقوال نہیں ہیں بلکہ اہل السنۃ والجماعۃ کا قول تو یہ ہے کہ امامت اہل قدرت کی موافقت سے ثابت ہوتی ہے۔''

پھر کہتے ہیں:

ولا یصیر الرجل اماما حتی یوافقه اهل الشوکة علیها الذین یحصل بطاعتهم له مقصود الامامة فان المقصود من الامامة انما یحصل باالقدرة والسلطان فاذا بویع بیعة حصلت بها القدرة والسلطان صار اماما ولهذا قال ائمة السلف من صار له قدرة وسلطان یفعل بهما مقصود الولایة فهو من اولی الامر الذین امر الله بطاعتهم فاالامامة ملك وسلطان والملك لایصیر ملکا بموافقة واحد ولا اثنین ولا اربعة الا ان تکون موافقة ھٰؤلاء تقتضی موافقة غیر هم بحیث یصیر ملکا بذالك۔

''کوئی شخص اس وقت تک امام نہیں بن سکتا کہ جب تک اس سے اہل قدرت اتفاق نہ کریں کہ ان کی اطاعت کے ذریعے ولایت وامامت کا مقصد حاصل ہوتا ہے، تو جب اس شخص سے ایسی بیعت ہو جائے کہ اس بیعت کے ذریعے قدرت اور سلطنت حاصل ہو جائے تو پھر وہ امام سمجھا جائے گا۔ اسی وجہ سے سلف کے ائمہ کہتے ہیں کہ جس کو قدرت اور سلطنت مل جائے کہ وہ اس کے ذریعے ولایت کے مقاصد حاصل کر سکتا ہو تو یہی وہ ''اولوا الامر''(حکام) میں سے ہے کہ جن کی تابعداری کا حکم اللہ رب العزۃ دیتے ہیں۔''

پھر اس کی مثال بیان کرتے ہیں:

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

وهذا مثل كون الرجل راعيا للماشية متى سلمت اليه بحيث يقدر ان يرعاها كان راعيا لها والا فلا۔

''اس کی مثال ایک چرواہے کی ہے کہ جب وہ بھیڑ بکریوں کے چرانے کی قدرت رکھتا ہو تو یہ چرواہا ہے اور اگر قدرت نہ رکھتا ہو تو چرواہا نہیں ہے۔''

پھر ص:۳۶۵،ج:ا میں کہتے ہیں کہ بالفرض اگر عمر رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرتے اور دوسرے لوگ بیعت نہ کرتے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ امام نہ بنتے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ جو امام بنے تو جمہور صحابہ کی بیعت کے ذریعے جو کہ اہل قدرت تھے، اسی وجہ سے سعد بن عبادہ کے پیچھے رہنے سے کوئی نقصان نہ ہوا۔

پھر ص:۳۶۶،ج:ا میں کہتے ہیں کہ جو شخص یہ بات کہتا ہے کہ ایک یا دو یا چار لوگوں کے اتفاق سے بھی کوئی شخص امام بن سکتا ہے، چاہے یہ لوگ اہل قدرت اور شوکت بھی ہوں تو یہ بات غلط ہے، جیسا کہ کوئی شخص یہ بات کہے کہ ایک یا دو یا دس لوگوں کے پیچھے رہنے سے نقصان ہوتا ہے (یعنی خلیفہ مقرر نہیں ہوتا) تو یہ بات بھی غلط ہے۔

امامت اور رسالت کا فرق

اسی طرح ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جگہ جگہ امامت اور رسالت کا فرق بیان کیا ہے۔ ''منهاج السنة النبوية ص:۳۸،ج:ا'' میں کہتے ہیں کہ خلفاء کی اطاعت اہل شوکت کی موافقت پر موقوف نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرض ہے، اگرچہ ایک شخص بھی ان کے ساتھ نہ ہو اور اگرچہ تمام لوگ ان کی تکذیب کریں، جیسا کہ مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرض تھی، اگرچہ اس وقت ایسے ساتھی اور امدادی موجود نہیں تھے جو کہ ان کے ساتھ مل کر جنگ کرتے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ اگر خلفاء وفات ہو جائیں یا ان کو شہید کر دیا جائے تو ان کی امامت اور خلافت ختم ہو جاتی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت وفات اور شہادت سے نہیں ختم ہوتی، جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ

''مختصر منہاج السنۃ ج:۲'' میں کہتے ہیں کہ وہ اجماع کہ جس پر امامت منعقد ہوتی ہے تو وہ اہل شوکت کی موافقت ہے حتیٰ کہ اگر اہل شوکت کم لوگ ہوں اور دیگر لوگوں کی ان کو موافقت حاصل ہو تو ان کی بیعت سے امامت حاصل ہو جاتی ہے، پھر کہتے ہیں:

هٰذا هو الصواب الذی علیبه اهل السنة وهو مذهب الائمة کاحمد وغیره واما اهل الکلام فقدرها کل منهم بعدد وهی تقدیرات باطلة

''یہ وہ حق بات ہے جو کہ اہل السنۃ کا عقیدہ ہے اور یہی تمام ائمہ کا مذہب ہے، جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ، اور جہاں تک اہل کلام کا تعلق ہے تو وہ ایک خاص عدد مقرر کرتے ہیں لیکن یہ عدد مقرر کرنا باطل ہے۔''

(بحوالہ مجموع مؤلفات عقائد الرافضة ص ۲۶۵ جلد ۱۷۴ وکذا فی منہاج السنة ص ۲۵۱ جلد ۸۔)

اسی طرح امام ذہبی رحمہ اللہ ''المنتقٰی من منهاج الاعتدال ص ۵۸'' میں کہتے ہیں:

ومذهب اهل السنة ان الامامة تنعقد عندهم بموافقة اهل الشوکة الذین یحصل بهم مقصود الامامة وهو القدرة والتمکین۔

''کہ اہل السنۃ کا مذہب یہ ہے کہ امامت ان کے نزدیک اہل شوکت کی موافقت کے ذریعے حاصل ہوتی ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے ذریعے امامت کا مقصد حاصل ہوتا ہے اور وہ مقصد قدرت اور تمکین ہے۔''

پھر ص:۵۴۷ میں کہتے ہیں کہ خلافت کی صحت کے لئے جمہور اور اہل شوکت کی موافقت شرط ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((علیکم بالجماعة فان ید الله علی الجماعة وعلیکم بالسواد الاعظم ومن شذ شُذ فی النار۔))

''تم پر جماعت لازم ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اور لازم ہے تم پر سوادِ اعظم اور جو شخص جدا ہو جائے (جماعت سے) تو وہ جدا ہوتا ہے آگ میں۔''

''الامامة العظمیٰ ص:۱۶۶'' میں کہتے ہیں کہ تعداد کا متعین کرنا" اہل السنۃ والجماعۃ" کا موقف نہیں ہے بلکہ ان کا موقف اہل شوکت کی موافقت ہے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

''الفقه الاسلامی ص:۲۹۴،ج:۸ ''میں کہتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن وحدیث اوراجماع سے تعداد کی تعیین پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔یہ معاملہ اجتہادی ہے تواس میں " اہل السنۃ والجماعۃ" کے مذہب کااعتبار ہو گا کہ عدد کے تعین میں تکلف ہے اور بیعت اس وقت منعقد ہوتی ہے کہ جب امت کی موافقت اور رضامندی حاصل ہو جائے۔

پھر ص:۳۰۰،ج:۸ میں کہتے ہیں:

والخلاصه ان اختیار الخلیفة یتم اساسا ببیعة اکثر المسلمین العامة

''خلیفہ کاانتخاب اس وقت پورا ہوتا ہے کہ جب عام مسلمانوں کی اکثریت اس سے بیعت کرلے۔''

فائدہ:

اس سے معلوم ہوا کہ ایک بیعت کا کرنا ہے اور ایک بیعت کاپورا ہونا ہے،بیعت اس وقت پوری ہوتی ہے کہ جب امت کی موافقت اور رضامندی حاصل ہو جائے۔

شیخ حارث بن غازی النظاری کا قول

اما ان اهل الحل والعقد یختارون اماما ولا یرضاه المسلمون فهؤلاء لیسوا باهل حل وعقد

''اگر" اهل الحل والعقد "ایک امام کو پسند کریں اور مسلمان اس پر راضی نہ ہوں تو یہ" اهل الحل والعقد "نہیں ہیں۔''

" اهل الحل والعقد "تو وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جن کی بات پر امت کا اتفاق اور رضامندی حاصل ہو جائے۔

''احكام الامارة ص ۱۴ '' اور'' مجموع مؤلفات عقائد الرافضة والرد علیها ص ۷۰ جلد ۱۷۳ '' میں کہتے ہیں:

ومن المعلوم ان اهل السنة لا ینازعون فی انه كان بعض اهل الشوكة بعد الخلفاء الاربعة یولون شخصا وغیره اولیٰ بالولایة منه۔

''یہ بات معلوم اور واضح ہے کہ " اہل السنۃ والجماعۃ" کااس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ خلفاء راشدین کے بعد بعض اہل شوکت کسی ایسے شخص کوامیر مقرر کر دیتے تھے کہ اس کے علاوہ دوسرے لوگ امارت کے زیادہ حقدار ہوتے تھے۔''

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

اس سے معلوم ہوا کہ رہبری کی بنیاد اہل قدرت کی موافقت پر ہے، اسی لئے اگر اہل کی جگہ نااہل شخص مقرر ہو جائے اور اہل قدرت اس پر راضی اور موافق ہوں تو اس نااہل کی خلافت بھی صحیح ہو گی، پھر کہتے ہیں:

وقد کان عمر بن عبد العزیز یختار ان یولی القاسم بن محمد بعده لکنه لم یطق ذالك لان اهل الشوکه لم یکونوا موافقین علی ذالك۔

''عمر بن عبدالعزیز کی یہ خواہش تھی کہ ان کے بعد قاسم بن محمد خلیفہ ہوں، لیکن چونکہ اہل شوکت کی موافقت ان کو حاصل نہیں تھی اس لئے وہ اس پر قادر نہیں تھے۔''

اس سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رہبری اور امامت کا دارومدار اہل شوکت کی موافقت پر ہے۔ عمر بن عبدالعزیز مشہور اور نیک خلیفہ ہیں، ان کے انتخاب کے باوجود قاسم بن محمد خلیفہ نہیں ہوئے، کیوں کہ اہل شوکت کی موافقت ان کو حاصل نہیں تھی۔

قاضی ابویعلی رحمہ اللہ کا قول

قاضی ابویعلی حنبلی رحمہ اللہ متوفی ۴۵۸ھ کہتے ہیں:

فلا تنعقد الا بجمهور اهل الحل والعقد قال احمد الامام الذی یجتمع قول اهل الحل والعقد علیه کلهم یقول هذا وظاهر هذا انها تنعقد بجماعتهم (الاحکام السلطانیہ لابی یعلی ص ۲۳)

''خلافت صرف "اهل الحل والعقد" کے ذریعے منعقد ہوتی ہے۔ احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام وہ ہے کہ جس پر "اهل الحل والعقد" جمع ہو جائیں۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خلافت سب کے اتفاق سے منعقد ہوتی ہے۔''

صلاح الصاوی اور محمد عبدہ کا قول

وهم العلماء والرؤساء الذین یرجع الناس الیهم فی الحاجات والمصالح العامه (الوجیز فی فقہ الخلافۃ ص ۴۹)

''" اهل الحل والعقد "وہ علماء اور وہ سردار ہوتے ہیں جن کی طرف لوگ اپنی حاجتوں اور تمام مصلحتوں میں رجوع کرتے ہیں۔''

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

وینقل محمد رشید رضا فی المنار عن محمد عبده انھم ھم الامراء والعلماء والحکام ورؤساء الجند وسائر الرؤساء والزعماء الذین یرجع الیھم الناس فی الحاجات والمصالح العامۃ (تفسیر المنار ص ۱۸۱ جلد۵۔)

''محمد رشید رضا منار میں محمد عبدہ سے نقل کرتے ہیں کہ " اھل الحل والعقد "وہ علماء، حکام، لشکروں کے کمندان اور دیگر سردار ہوتے ہیں جن کی طرف لوگ اپنی حاجات اور عام مصالح میں رجوع کرتے ہیں۔''

امام غزالی رحمہ اللہ کا قول

امام غزالی رحمہ اللہ '' فضائح الباطنیہ ص ۱۷۷ ''میں کہتے ہیں:

ومدار جمیع ذالك علی الشوکۃ ولا تقوم الشوکۃ الا بموافقۃ الاکثرین من معتبری کل زمان

''حاصل یہ ہے کہ خلافت اس وقت آتی ہے کہ جب قدرت آجائے اور قدرت اس وقت آتی ہے کہ زمانے کے معتبر لوگوں کی اکثریت موافقت کرے۔''

پھر ص:۱۷۸ میں کہتے ہیں:

حتی لو ظھر باغ یظھر خلافا فی ھذا الجناب الکریم ولو باقطی الصین اوالمغرب لبا دروا الی اختطافه وتطھیر وجه الارض منه متقربین الی اللہ تعالی۔

''یہاں تک کہ اگر اس کی خلافت سے ایک شخص بغاوت کرے اور وہ اگرچہ چین کے آخری کونے میں ہو یا مغرب میں، تو وہ اس کے اختطاف اور اللہ کی رضا کے لئے زمین کو اس سے پاک کرنے میں جلدی کریں گے۔''

یعنی اتنی قدرت اس کے پاس ہو کہ چین یا اندلس میں بھی باغی کو گرفتار اور زمین کو اس سے پاک کر سکتا ہو۔

موجودہ علماء کی رائے

''الامامۃ العظمی ''میں دمیجی کہتے ہیں کہ ہم ابن تیمیہ کی رائے کو پسند کرتے ہیں، کیوں کہ ان کی رائے اس طریقے کے موافق ہے کہ جو طریقہ خلفاء راشدین کی بیعت کا تھا اور وہ یہ کہ تمام " اھل الحل والعقد "کا اجماع بھی شرط نہیں ہے اور نہ انہوں نے عدد متعین کیا تھا بلکہ وہ مشورے زیادہ کرتے اور عوام کی رائے معلوم کرتے تھے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

پھر کہتے ہیں کہ یہی رائے محدثین میں سے محمد رئفت عثمان کی ہے کو کہ انہوں نے اپنی کتاب ''رئاسۃ الدولۃ فی الفقھہ الاسلامی ص ۲۷۴'' میں اور دکتور فواد نے ''طرق اختیار الخلیفۃ ص:۱۹۳'' میں اور دکتور محمد فاروق النبھان نے ''نظام الحکم فی الاسلام ص۴۷۵'' میں اور دکتور محمد عمارہ نے ''الاسلام و فلسفۃ الحکم ص:۴۴۴'' میں ذکر کی ہے۔

بیعت اور خلافت کے بارے میں صحابہ کرام کی رائے

''مقدمہ ابن خلدون ص:۱۱۱'' سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلے میں صحابہ کرام کی تین آراء تھیں:

۱۔ پوری امت کا اتفاق شرط ہے۔

۲۔ تمام" اھل الحل والعقد "کا اتفاق شرط ہے۔

۳۔ جمہور" اھل الحل والعقد "کا اتفاق شرط ہے، جو کہ اہلِ قدرت اور اہلِ شوکت ہوں، جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت میں یہ تیسری صورت تھی، جس میں اکثر صحابہ نے ان سے بیعت کی تھی اور یہی حق مذہب ہے۔ اس مسئلے کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اہلِ شوکت کسے کہتے ہیں

'شوکۃ' قوت کو کہتے ہیں اور اہل شوکت کون ہوتے ہیں تو اس بارے میں ''الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیہ ص ۱۱۵ ج:۷'' میں کہتے ہیں:

من العلماء والرؤساء ووجوہ الناس الذین یحصل بھم مقصود الولایۃ وھو القدرۃ والتمکین

''اہلِ شوکت ان علماء، سرداروں اور ذی وجاہت لوگوں کو کہتے ہیں جن کے ذریعے ولایت (خلافت) کا مقصد حاصل ہوتا ہے اور ولایت کا مقصد قدرت اور تمکین ہوتا ہے۔''

اسی طرح محمد بن ابراھیم کے فتاوی ص:۳۶۰، ج:۱۱ اور ''صھیل الجیاد لعبد الرحیم الشافعی ص ۴۵'' میں ہے۔
خلاصہ یہ کہ اہلِ شوکت ان لوگوں کو کہتے ہیں کہ جن کے پاس قوت اور طاقت ہو اور لوگ ان کے پیچھے ان کی مدد میں کھڑے ہوں۔ اگر ایک شخص بہت محترم اور معزز ہستی ہو لیکن اس کے پاس قوت نہ ہو اور لوگ اس کے پیچھے نہ کھڑے

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

ہوں تو یہ شخص اہل شوکت میں شمار نہ ہوگا، جیسا کہ ''الموسوعۃ الفقھیہ ص ۱۱۵ ج: ۷ ''میں مثال پیش کی ہے کہ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں تھے،ان کی قوم خزرج کیوں کہ ان کی بات مانتی تھی،اگرچہ یہ اہل فتویٰ صحابہ میں سے نہیں تھے۔

اسی طرح ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بالفرض اگرابو بکر رضی اللہ عنہ سے عمر رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت بیعت کرتی اور دیگر مسلمان بیعت نہ کرتے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ بنتے۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک عظیم ہستی ہیں،دوسری بڑی ہستی کی بیعت سے خلیفہ نہیں بن سکتے،اگرچہ اس کے ساتھ ایک جماعت بھی کیوں نہ بیعت کرلے۔تو معلوم ہوا کہ ایک خلیفہ کی خلافت کے لئے چند لوگوں کی بیعت کافی نہیں ہے جب تک اس کو اکثر امت کا اتفاق اور رضامندی حاصل نہ ہو۔

خلافت کا مقصد کیا ہے

''الموسوعۃ الفقھیہ ص ۱۱۵ جلد ۷'' کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ خلافت کا مقصد قدرت اور تمکین حاصل کرنا ہے اور اسی طرح مظلوموں کو انصاف فراہم کرنا،راستوں میں امن وامان لانا،حدود قائم کرنا،حقوق اور سرداری اُس کے حقداروں کو پہنچانا،جیسا کہ ''الفوائد العشر من حدیث خذیفہ ص ۷۷ لابی سیف العراقی ''میں ہے۔

''امام پر رعیت کے حقوق''کا بیان بعد میں آجائے گا کہ رعیت کے امام پر دس حقُوق ہیں اور اس کا تفصیلی بیان ''الامامۃ العظمیٰ'' ، ''الاحکام السلطانیۃ'' ، ''تحریر الاحکام''اور''تسھیل النظار للماوردی'' میں ہے۔

ساتویں اہم بات: خلفاء راشدین کی بیعت کا طریقہ

خلفاءراشدین کی بیعت کا طریقہ یہ تھا کہ ان کی بیعت اور خلافت پر پوری امت متفق تھی۔

خلافتِ ابو بکر رضی اللہ عنہ پر امت کا اتفاق

ہم سب سے پہلے خلیفہ اول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کریں گے کہ ان کی بیعت پر سب لوگ متفق تھے۔

شیخ ناصر بن علی نے اپنی کتاب ''عقیدہ اھل السنۃ والجماعۃ فی الصحابہ ص ۵۲۶ و ص ۵۵۰ ''میں اس موضوع پر بحث کی ہے اور اس کا عنوان ''بیان انعقاد الاجماع علی خلافتہ '' رکھا ہے۔یہ باب اسی بات کے بیان میں ہے کہ

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام لوگوں کا اجماع تھا اور علی رضی اللہ عنہ سے جو تاخیر ہوگئی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ ان سے مشورہ نہیں لیا گیا تھا، لیکن پھر دوسرے ہی دن علی اور زبیر رضی اللہ عنہما دونوں نے مسجد نبوی میں بیعت کی۔ پہلے دن سقیفہ بنو ساعدہ میں بیعتیں ہوگئیں اور دوسرے دن مسجد نبوی میں عمومی بیعتیں ہوئیں اور پھر چھ مہینے کے بعد جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو دوبارہ تجدید بیعت کی۔

لہذا شیعوں کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ علی اور زبیر رضی اللہ عنہما نے بیعت نہیں کی تھی بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ انہوں نے بیعت کی تھی۔ پھر شیخ ناصر بن علی خطیب بغدادی کی سند سے نقل کرتے ہیں:

اجمع المهاجرون والانصار على خلافة ابي بكر رضی اللہ عنہ قالو له يا خليفه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

”مہاجرین اور انصار سب نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کیا اور انہوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے پکارا۔“

انہوں نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو اس وقت تیس ہزار مسلمان تھے، سب نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کہا اور سب اس پر راضی تھے۔

پھر ص: ۵۵۵ میں حافظ ابن کثیر کا قول نقل کرتے ہیں:

قد اتفق الصحابة على بيعة الصديق حتى على بن ابي طالب والزبير بن العوام

”تمام صحابہ کرام ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر متفق تھے حتی کہ علی وزبیر رضی اللہ عنہما بھی متفق تھے۔“

یحیی بن ابی بکر العمری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وقد كانت بيعته اجماعا من الصحابة

” ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت پر صحابہ کراموں کا اجماع تھا۔“

خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ پر امت کا اتفاق

اسی طرح خلیفہ ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیعت اور خلافت پر بھی تمام لوگ متفق تھے۔

ابن سعد ”الطبقات الکبری ص: ۱۹۹، ج: ۳“ میں اور ابن الاثیر ”اسد الغابة ص: ۶۶۶، ج: ۳“ میں کہتے ہیں کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا تو:

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

اشرف علی الناس من کوۃ فقال یا ایھاالناس انی قد عھدت عھدا افترضون به فقال الناس قدرضینا یا خلیفۃ رسول اللہ ﷺ

"ابو بکر رضی اللہ عنہ بالا خانے سے ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگوں میں نے اپنے بعد خلافت کی ذمہ داری ایک شخص کے حوالے کی ہے، کیا آپ لوگ اس پر راضی ہیں؟ تو صحابہ کرام نے فرمایا کہ اے خلیفۃ الرسول! ہم راضی ہیں۔"

ابن الاثیر اور ابن جریر کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا:

انی قد استخلفت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فاسمعوا له واطیعوا فقالوا سمعنا واطعنا۔ (تاریخ الطبری ص ۴۲۸ جلد ۳)

"میں نے تم پر عمر کو خلیفہ مقرر کیا ہے، ان کا حکم سنو اور ان کی تابعداری کرو تو انہوں نے کہا کہ ہم نے آپ کا حکم سن لیا اور ہم اس کی تابعداری کرتے ہیں۔"

ابن تیمیہ رحمہ اللہ "منہاج السنۃ النبویۃ ص: ۱۴۲، ج: ۱" میں کہتے ہیں:

انما صار اماما لما بایعوہ واطاعوہ

"عمر اس وقت خلیفہ ہوئے کہ جب صحابہ کرام نے ان سے بیعت کی اور ان کی تابعداری کی۔"

پھر ص: ۵۳۰، ج: ۱ میں کہتے ہیں:

ولو قدر انھم لم ینفذوا عھد ابی بکر ولم یبایعوہ لم یصر اماما

"بالفرض اگر لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وصیت کو نافذ نہ کرتے اور ان سے بیعت نہ کرتے تو عمر خلیفہ نہ ہوتے۔"

خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ پر امت کا اتفاق

اسی طرح خلیفہ ثالث عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت اور خلافت پر بھی سب لوگ متفق تھے۔ جیسا کہ "عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ ص: ۶۶۵" میں عنوان ذکر کیا ہے: "انعقاد الاجماع علی خلافته" یعنی عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع تھا اور پھر اس پر علماء کے اقوال نقل کئے ہیں:

۱۔ ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حارثہ بن مضرب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کی امارت میں حج کیا تو لوگ اس بات میں کوئی شک نہیں کرتے تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کا حق عثمان رضی اللہ عنہ کا تھا۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

۲۔حافظ ذھبی قاضی شریک سے نقل کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی آخری عمر میں چھ لوگوں کی شوریٰ مقرر کی تھی تو وہ سب عثمان رضی اللہ عنہ پر متفق ہوگئے۔

۳۔ابن سعد ''الطبقات الکبریٰ''میں کہتے ہیں کہ جب عمر شہید ہوئے تو:

بایع المهاجرون والانصار وامراء الاجناد والمسلمون عثمان رضی اللہ عنہ لیکون الخلیفه للمسلمین بعد عمر رضی اللہ عنہ ولم یتأخر منهم احد عن بیعته

''مہاجرین وانصار اور لشکروں کے امراءاور عام مسلمانوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تاکہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کے بعد مسلمانوں کے خلیفہ بن جائیں اور کوئی بھی ان کی بیعت سے پیچھے نہیں رہا۔''

۴۔ پھر ص:۲۶۸ پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ تمام مسلمانوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اور ان کی بیعت سے کوئی بھی پیچھے نہیں رہا۔

۵۔ پھر ص:۲۶۹ پر ابن کثیر رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اجماع تھا اور کہتے ہیں کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سب سے مشورے لئے،اجتماعی بھی اور انفرادی بھی،پوشیدہ بھی اور ظاہری بھی۔

حتی خلص الی النساء المخدرات فی حجابهن و حتی سئل الولدان فی المکاتب وحتی سئل من یرد من الرکبان والاعراب الی المدینة فی مدة ثلاثة ایام بلیالیها

''حتی کہ پردہ نشین عورتوں کے پاس بھی گئے اور ان سے بھی پوچھا،اس حال میں کہ وہ پردوں میں تھیں اور حتی کہ مکاتب میں بچوں سے بھی پوچھا اور حتی کہ ان قافلوں اور چرواہوں سے بھی پوچھا جو کہ مدینہ واپس آرہے تھے، تین دن اور تین راتوں میں۔''

ان تین دن اور تین راتوں میں نیند بہت کم کرتے، نمازیں پڑھتے، دعائیں،استخرے اور مشورے کرتے،ہر کسی نے عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشورہ دیا۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

خلافتِ علی پر امت کا اتفاق

اسی طرح خلیفہ رابع علی رضی اللہ عنہ کی بیعت اور خلافت پر بھی تمام لوگ متفق تھے، جیسا کہ ''عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ فی الصحابۃ ص:۶۸۸ '' میں باب ذکر کرتے ہیں: ''الاجماع علی خلافتہ'' اور پھر کہتے ہیں کہ بہت سے علماء علی کی خلافت پر اجماع نقل کرتے ہیں، جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، اور پھر ص:۶۹۱ میں کہتے ہیں:

لا یعبأ بقول من یقول ان امامۃ علی لم یحصل علیھا الاجماع

''جو شخص یہ کہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی امامت پر اجماع نہیں تھا تو اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔''

اسی طرح ابو عبداللہ بن بطہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

کانت بیعۃ علی رضی اللہ عنہ بیعۃ اجماع ''علی رضی اللہ عنہ کی بیعت اتفاقی بیعت تھی۔''

پھر ص:۶۹۶ میں حسن بصری رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

واللہ ما کانت بیعۃ علی الا کبیعۃ ابی بکر و عمر

''علی رضی اللہ عنہ کی بیعت پر بھی ایسا ہی اتفاق تھا جیسا کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بیعت پر اتفاق تھا۔''

جہاں تک علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے خلاف کی بات ہے تو وہ کسی بات پر تھا۔ پھر کہتے ہیں:

وان معاویۃ لم یقاتل علیًا علی الخلافۃ ولم ینکر امامتہ وانما کان یقاتل من اجل اقامۃ الحد الشرعی علی الذین اشترکوا فی قتل عثمان مع ظنہ انہ مصیب فی اجتھادہ ولکنہٗ کان مخطئًا فی اجتھادہ ذالك فلہ اجر الاجتھاد فقط

''معاویہ رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ سے خلافت پر جنگ نہیں کی تھی اور نہ ہی ان کی امامت سے انکار کیا تھا بلکہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ شرعی حد کے قائم کرنے پر تھی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں پر حد قائم کی جائے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ گمان تھا کہ میں اپنے اجتہاد میں حق پر ہوں لیکن وہ اپنے اجتہاد میں خطاء پر تھے، ان کو اپنے اجتہاد کا ثواب ملے گا۔''

اسی طرح عبدالملک الجوینی کہتے ہیں:

ومعاویۃ ان قاتل علیا فانہ لا ینکر امامتہ ولا یدعیھا لنفسہ وانما کان یطلب قتلۃ عثمان ظانا انہ مصیب ولکنہ کان مخطئا

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

"معاویہ کی اگرچہ علی رضی اللہ عنہ سے جنگ تھی لیکن وہ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار نہیں کرتے تھے اور نہ ہی اپنے لئے امامت کا دعویٰ کرتے تھے بلکہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو طلب کر رہے تھے اور ان کا گمان یہ تھا کہ وہ اپنے اجتہاد میں صحیح ہیں لیکن وہ خطاء پر تھے۔"

پھر ص: ۲۰۷ پر کہتے ہیں کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ جنگ صفین کے وقت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ آپ علی رضی اللہ عنہ سے کس بات پر جنگ کر رہے ہیں؟، اللہ کی قسم! علی رضی اللہ عنہ آپ سے اور آپ کے والد سے پہلے ایمان لائے تھے اور آپ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک تھے اور آپ سے زیادہ امارت کے حقدار ہیں، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب دیا:

اقاتله علی دم عثمان وانه اٰوی قتلته

"میری ان سے عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر جنگ ہے اور اس بات پر جنگ ہے کہ انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو پناہ دی ہے۔ لہٰذا تم دونوں چلے جاؤ اور ہماری طرف سے عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لے لو تو پھر میں اہل شام میں بیعت کرنے والا پہلا شخص ہوں گا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت پر تیار تھے لیکن اس شرط پر کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لینے میں جلدی کی جائے اور علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ اول معاویہ رضی اللہ عنہ بیعت کریں پھر بعد میں قاتلوں پر شرعی حد قائم کی جائے گی۔

پھر ص: ۲۰۶ میں ابن حزم کا قول نقل کرتے ہیں کہ ام المؤمنین عائشہ، زبیر اور طلحہ اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ تھے، انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کی امامت کو باطل نہیں کہا تھا اور نہ اس پر کسی قسم کی طعنہ بازی کی تھی اور نہ ہی کسی اور کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

اسی طرح ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے "الخلافة والملك ص: ۷۲" میں کہتے ہیں:

ومعاوية لم يدع الخلافة ولم يبايع له حين قاتل عليا ولم يقاتل على انه خليفة ولا انه يستحق الخلافة

"معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت کا دعویٰ نہیں کیا تھا اور جس وقت وہ علی رضی اللہ عنہ سے حالت جنگ میں تھے ان کے ہاتھ پر بیعت بھی نہیں کی گئی اور نہ ان کی جنگ اس بات پر تھی کہ میں خلیفہ ہوں اور نہ ہی اس بات پر کہ میں خلافت کا حقدار ہوں اور نہ

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

ہی معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی یہ رائے نہیں تھی کہ ہم علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے خلاف جنگ شروع کریں گے بلکہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی یہ رائے تھی کہ ان پر علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت اور بیعت واجب ہے اور وہ اس واجب کو ادا نہیں کر رہے، لہذا ہم ان سے جنگ کریں گے تاکہ وہ اس واجب کو ادا کریں اور اطاعت بھی ہو جائے اور اتفاق بھی آجائے۔ ''

''شرح المقاصد ص: ۲۸۲''میں کہتے ہیں:

ونزاع معاویۃ لم یکن فی امامۃ علی بل فی انہ ھل یجب علیہ بیعتہ قبل الاقتصاص من قتلۃ عثمان

''معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف علی رضی اللہ عنہ سے امامت پر نہ تھا بلکہ اس بات پر تھا کہ ہم پر علی رضی اللہ عنہ کی بیعت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے قصاص سے پہلے واجب نہیں ہے۔''

اور بھی بہت سے علماء نے اس مسئلے کو ذکر کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اجماع اور اتفاق تھا جیسے ''المواقف ص: ۶۲۲'' اور ''الانتصار فی الرد علی المعتزلۃ القدریہ ص ۹۰۰ '' میں کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت اور امامت جمہور صحابہ کرام سے ثابت تھی اور علی رضی اللہ عنہ کو شوکت (غلبہ وقدرت) ان ہی کی وجہ سے حاصل ہوا تھا۔

محققین اور اہل السنۃ کے تین مسئلے

''الانتصار للصحب والآل من افتراءات السماوی الضال ''میں کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جو فتنہ پیدا ہوا تو اس میں علماء اور محققین اہل السنۃ کے نزدیک تین مسئلے ہیں:

پہلا مسئلہ:

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ان کا خلاف خلافت کی وجہ سے نہ تھا اور نہ ہی کسی نے یہ دعوی کیا کہ میں علی رضی اللہ عنہ سے خلافت کا زیادہ حقدار ہوں۔

دوسرا مسئلہ:

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ان کا اس بات پر تو اتفاق تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے انتقام لینا تو فرض ہے لیکن خلاف جلدی اور دیر میں تھا۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

تیسرا مسئلہ:

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کے درمیان اگرچہ اختلاف تھا لیکن دین کے بارے میں وہ ایک دوسرے پر تہمت نہیں لگاتے تھے، ہر فریق کا یہ گمان تھا کہ میرا مخالف اجتہاد اور تاویل کر رہا ہے اور اس کی فضیلت اور رسول اللہ ﷺ سے اس کی صحبت کا اقرار کرتا تھا۔

''مؤلفات شیخ احسان الٰہی ظہیر ص:۴۰،ج:۱''میں کہتے ہیں کہ تمام مؤرخین اس پر متفق ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کی وجہ سے تھا، معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ گمان تھا کہ علی رضی اللہ عنہ اس میں کوتاہی کر رہے ہیں حالانکہ ان پر عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لینا فرض ہے اور ان کا خیال یہ تھا کہ قصاص بیعت سے پہلے ہے اور معاویہ ولی الدم تھے یعنی قصاص کا اختیار ان کو حاصل تھا کیوں کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے (چچا کے بیٹے)۔''

''طعنۃ فی قلب علی رضی اللہ عنہ ص:۲۹'' میں کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت پر بڑے صحابہ اور مہاجرین وانصار سب متفق تھے اور تمام اسلامی شہر ان کی خلافت کے تابع تھے، جیسا کہ حجاز، یمن، فارس، خراسان، مصر، افریقہ، الجزائر، آذر بائی جان، ہند، سند اور نوبہ۔ ان کی بیعت سے صرف شام والوں نے انکار کیا تھا، جو کہ نہ امت کا آدھا حصہ تھا نہ چوتھائی بلکہ وہ تو امت کے دسویں حصے تک بھی نہیں پہنچتے تھے۔ شام میں بعض صحابہ کرام اور تابعین علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اقرار کرتے تھے اور وہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے الگ تھے جیسا کہ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

علی رضی اللہ عنہ کی حکومت بہت وسیع تھی جیسا کہ ''خلافت و ملوکیت ص:۱۳۰'' سے پتہ چلتا ہے، روم سے لے کر یمن تک اور افغانستان سے شمالی افریقہ تک علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پھیلی ہوئی تھی، صرف شام ان کے پاس نہ تھا۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

آٹھویں اہم بات: اتفاق کے اعتبار سے خلفاء کی اقسام

اسلامی تاریخ کے مطالعے سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ دنیا میں مختلف قسم کی خلافتیں گزری ہیں۔

خلفاء کی پہلی قسم:

ایک قسم وہ ہے کہ پوری امت اس پر متفق تھی، جیسا کہ خلفاء راشدین کی خلافت، جس کا بیان پہلے گزر چکا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بھی تقریباً پوری امت متفق تھی اور پھر ان میں بھی سب سے زیادہ اتفاق عثمان رضی اللہ عنہ پر ہوا تھا۔

اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بھی تمام لوگ متفق تھے کیوں کہ حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد ان پر تمام لوگ متفق تھے جیسا کہ ''رسائل ابن حزم ص:۱۶۲، ج:۲'' میں ہے:

واجمع علیہ جمیع المسلمین

''تمام مسلمان ان پر جمع ہو گئے تھے۔''

اسی وجہ سے اس سال کو ''عام الجماعۃ'' (اتفاق کا سال) کہا جاتا ہے۔

اسی طرح عبد الملک بن مروان اور ان کی اولاد پر بھی سب متفق تھے، جیسا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ''منہاج السنۃ النبویۃ ص:۳۱۰، ج:۴'' میں بیان کیا ہے کہ یہ تمام بالاتفاق خلیفہ تھے اور ان کی خلافت شرعی خلافت تھی۔

خلفاء کی دوسری قسم:

خلفاء کی دوسری قسم ان خلفاء کی ہے کہ جن کی خلافت پر اکثر امت متفق تھی اور بعض لوگ ان کے مخالف تھے، جیسا کہ یزید اور بنو عباس کی خلافت۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''منہاج السنۃ النبویۃ ص:۳۱، ج:۴'' میں کہتے ہیں کہ یزید اور بنو عباس پر لوگ متفق تھے، عبد اللہ ابن زبیر کی خلافت کا بھی یہی حال تھا۔

تاریخ کے مطالعے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جن خلفاء سے بعض لوگوں نے مخالفت کی تو اس مخالفت کی وجہ سے ان کی خلافت اختلافی ہو گئی تھی، جیسا کہ یزید سے شروع میں حجاز والوں نے بیعت نہیں کی تھی تو وہ اس وقت شرعی خلیفہ نہ تھا پھر بعد میں جب سب لوگ اس سے متفق ہو گئے تو پھر وہ شرعی خلیفہ بن گئے، کیوں کہ متغلب کے لیے ضروری ہے کہ تمام لوگ اس پر متفق ہو جائیں، اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

سیوطی ''تاریخ الخلفاء ص:۱۸۲''میں نوفل بن ابی الفرات سے نقل کرتے ہیں کہ میں عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے پاس بیٹھاہواتھاکہ ایک شخص نے کہا:''امیر المؤمنین یزید بن معاویہ'' ،تواس پر عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس سے کہا کہ تم یزید کوامیر المؤمنین کہتے ہو؟پھر حکم دیاکہ اس شخص کو بیس کوڑے مارے جائیں۔

اس سے پتہ چلاکہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ یزید کو خلیفہ اورامیر المؤمنین نہیں کہتے تھے۔اسی طرح عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بعض لوگ امیر المؤمنین کہتے ہیں، کیوں کہ ان کی اکثر عالم اسلام پرامارت تھی اور بعض لوگ ان کوامیر المؤمنین نہیں کہتے کیوں کہ شام میں بعض علاقوں کی ان سے بیعت نہیں تھی۔اس کی تفصیل ذھبی نے ''سیر اعلام النبلاء ص:۳۶۴ ،ج:۳''میں یہ بیان کی ہے کہ جب یزید کی وفات ہوئی توعبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے ۶۴ھ میں بیعت ہوئی ان کی حکومت حجاز،یمن،مصر،عراق،خراسان اور شام کے بعض حصوں میں تھی۔ان کی حکومت مکمل نہ ہوئی،اس وجہ سے بعض علماءان کوامراءالمؤمنین میں شمار نہیں کرتے اوران کی حکومت کواختلافِ زمانہ سے تعبیر کرتے ہیں،کیوں کہ مروان نے شام میں قبضہ کرلیاتھا،پھراس کے بعد مصرپر بھی اور مروان کے مرنے کے بعداس کے بیٹے عبدالملک ابن مروان نےابن زبیر رضی اللہ عنہ سے جنگ شروع کردی اوران کو شہید کردیاتوعبدالملک کو خلافت میں استقلال حاصل ہوگیا۔پھر ساٹھ سال تک ان کی حکومت رہی اور پھر بنوعباس نے ان سے حکومت چھین لی۔

''مقدمہ ابن خلدون ص:۱۱۳''میں ہے:

مع ان الکثیر من الصحابة کانو یرون ان بیعة ابن الزبیر رضی اللہ عنہ لم تنعقد لا نه لم یحضرھا اھل الحل والعقد کبیعة مروان

''بہت سے صحابہ کرام کی یہ رائے تھی کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں منعقد ہوئی،کیوں کہ ان کے پاس "اھل الحل والعقد "نہیں حاضر ہوئے(یعنی ان پر متفق نہیں ہوئے)جس طرح کہ مروان کی بیعت منعقد نہیں ہوئی تھی۔''

''الامامة العظمیٰ''کے حاشیے میں ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے دور سے بعض لوگ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی حکومت کو خلافت سے تعبیر کرتے ہیں اور بعض فتنۂ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

اسی طرح عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تفصیل علی بن محمد الصلابی نے اپنی کتاب ''خلافة امیر المؤمنین ص:۵۵''
میں کی ہے کہ ان سے حجاز میں بیعت کی گئی اور عراق سے لے کر مشرقی اسلامی ملکوں تک اور مصر سے آخری مغربی ملکوں تک
اور شام میں بھی ان سے بیعت کی گئی لیکن شام کے بعض علاقوں نے ان سے بیعت نہیں کی۔

اسی طرح تمام اسلامی علاقوں میں ان سے بیعت کی گئی اور انہوں نے ہر جگہ اپنے نائب اور والی مقرر کئے اور تقریباً تمام
علاقے ان کی بیعت پر متفق ہو گئے، اسی وجہ سے بہت سے علماء اور مؤرخین کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت
شرعی بیعت تھی۔ ابن حزم اور سیوطی بھی ان کی بیعت کو شرعی بیعت کہتے ہیں، ذہبی بھی انہیں امیر المؤمنین کہتے اور
مروان اور اس کے بیٹے عبدالملک کو باغی کہتے ہیں ۔ جن لوگوں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت نہیں کی تھی ان کی سرپرستی
پر تین لوگ رہے جن کا (حجاز کے) لوگوں پر بہت اثر ورسوخ تھا۔ وہ تین اشخاص عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عباس اور محمد
ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہم تھے، ان تینوں نے موت تک بیعت نہیں کی اور جب ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس اور محمد بن
حنفیہ رضی اللہ عنہما سے بیعت کا مطالبہ کیا تو انہوں نے کہا:

لا حتى تجتمع لك البلاد ويتسق لك الناس

''ہم اس وقت تک تم سے بیعت نہیں کریں گے کہ جب تک تمام علاقے اور لوگ تم پر متفق نہ ہو جائیں۔''

بہر حال ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اختلاف تھا۔

خلفاء کی تیسری قسم:

تیسری قسم وہ ہے کہ جس میں بعض لوگوں نے تو بیعت کی لیکن اکثر امت ان پر متفق نہیں تھی جیسے حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت
کہ ان سے کوفے والوں نے تو بیعت کی تھی اور انہوں نے کوفے کی طرف ہجرت بھی کی لیکن کسی اور نے ان سے بیعت
نہیں کی، لہٰذا وہ شرعی خلیفہ نہیں تھے۔

جب حسین رضی اللہ عنہ عراق جا رہے تھے تو راستے میں ان کی ملاقات فرزدق سے ہوئی، حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ
حالات کیسے ہیں تو اس نے کہا کہ دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن تلواریں بنو امیہ کے ساتھ ہیں، تو حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا
کہ میرا تھیلا تو ان کے خطوں اور بیعتوں سے بھرا ہوا ہے۔

اسی طرح اختلافی امراء اور بھی تھے، جیسا کہ ''الانباء فی تاریخ الخلافاء ص: ۵۳'' میں ان لوگوں کے نام ذکر کئے گئے ہیں کہ جن سے بنو امیہ کے دور میں خلافت کی بیعتیں کی گئی تھیں، اور وہ کہتے ہیں:

ولم یتم لواحد من ھؤلاء امر ''ان میں سے کسی کی بھی خلافت مکمل نہیں ہوئی۔'' ان کے نام یہ ہیں: عبداللہ بن الزبیر، محمد بن حنفیہ، ضحاک بن قیس، عمرو بن سعید، عبدالرحمٰن بن اشعث، یزید بن مہلب، عبداللہ بن معاویۃ۔''

اسی طرح ''تاریخ الخلفاء ص: ۲۴'' میں سیوطی کہتے ہیں کہ وہ ابراہیم جو کہ یزید الناقص کے بعد تھے ان کی خلافت مکمل نہیں ہوئی تھی۔

فان قوما بایعوہ بالخلافۃ وآخرین لم یبایعوہ وقوم کانوا یدعونہ بالامارۃ دون الخلافۃ

''یعنی کچھ لوگوں نے ان سے خلافت پر بیعت کی تھی اور باقی لوگوں نے ان سے بیعت نہیں کی تھی اور کچھ لوگوں نے ان کو امیر کہا تھا اور خلیفہ نہیں کہا تھا۔''

پھر ان خلفاء کی بھی دو قسمیں ہیں:

۱۔ وہ کہ جن پر اکثریت متفق تھی، جیسے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

۲۔ وہ کہ جن پر اکثریت متفق نہیں تھی۔

خلفاء کی چوتھی قسم:

چوتھی قسم ان لوگوں کی ہے کہ جن کی حکومت اور امارت ایک علاقے تک محدود تھی، جیسا کہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ عراق میں عباسیوں کی حکومت تھی اور مصر میں فاطمیوں کی حکومت اور مغرب میں امویوں کی خکومت تھی۔

''الدرر السنیۃ ص: ۵۴۰، ھ: ۸'' میں ہے کہ ۳۰۰ھ میں عالم اسلام میں یہ تین خلافتیں تھیں اور ان کی خلافت ان کے علاقے والوں نے قبول کی تھی۔

نویں اہم بات: گذشتہ بحث کا تتمہ

کسی خلیفہ کی خلافت کے لیے کچھ لوگوں کی بیعت کافی نہیں ہے، جب تک اس پر اکثر امت راضی نہ ہو جائے۔ یہ بحث اگرچہ پہلے گزر چکی ہے لیکن ہم یہاں اضافی وضاحت کے لیے اس کی مزید صراحت کرتے ہیں:

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

یحیٰ بن ابی الخیر العمرانی المتوفی ۵۵۸ھ اپنی کتاب ''الانتصار فی الردعلی المعتزلۃ القدریہ ص ۸۳۶ جلد ۳ ''میں کہتے ہیں:

فنحن نقول لما بایع عمر ابابکرانعقدت له الامامة لابمجرد مبایعته ولکن لتتابع الایدی الی المبایعة ولولم یبایعه عمر رضی اللہ عنہ وبقی الناس مخالفین وانقسموا انقساما لایتمیز فیه الغالب من المغلوب لما انعقدت امامته لان شرط ابتداء الانعقاد قیام الشوکة وانصراف القلوب الی المبایعة ومطابقة البواطن والظواهر علی ذالك المقصود الذی یراد له الامام وهو جمع شتات الاراء ولاتتفق الارادات المتناقضة علی مبایعة ذی رأی واحد الااذا ظهرت شوکته ورسخت فی النفوس رهبته ومهابته ولم یخالفه الامن لایکترث بمخالفته۔

''ہم کہتے ہیں کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی تو ان کی خلافت صرف عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی وجہ سے منعقد نہیں ہوئی، بلکہ ان کے بعد پے در پے بیعتوں کی وجہ سے ان کی خلافت منعقد ہوئی اور اگر عمر رضی اللہ عنہ بیعت نہ کرتے اور لوگوں میں اختلاف ہوتا اور ایسی تقسیم ہوتی کہ یہ پتہ نہ لگتا کہ کس طرف لوگ زیادہ ہیں تو خلافت نہ منعقد ہوتی، کیوں کہ خلافت کے انعقاد کی ابتداء کی شرط یہ ہے کہ قدرت موجود ہو، لوگوں کے دل اس کی طرف مائل ہوں اور لوگوں کے ظاہر اور باطن اس مقصد کے مطابق ہوں کہ جس مقصد کے لیے خلیفہ مقرر کیا جاتا ہے اور وہ مقصد یہ ہے کہ مختلف آراء متفق ہو جائیں اور مختلف آراء ایک شخص کی بیعت سے متفق ہوتی ہیں مگر اس وقت کہ جب اس شخص کا غلبہ اور شوکت ظاہر ہو اور دل اس کی طرف راغب ہوں اور معتبر لوگ اس کی مخالفت نہ کریں۔''

فائدہ:

اس سے معلوم ہوا کہ:

۱۔ایک آدمی کی بیعت سے خلیفہ مقرر نہیں ہو سکتا۔

۲۔جب کسی خلیفہ کے بارے میں مسلمان تقسیم ہو جائیں، یعنی کوئی موافق ہو اور کوئی مخالف اور یہ پتہ نہ لگے کہ مسلمان کس طرف زیادہ ہیں تو پھر بھی خلافت منعقد نہیں ہوتی۔

۳۔جب یہ بات واضح ہو کہ مخالف لوگ زیادہ ہیں تو پھر تو بطریق اولیٰ خلافت کا انعقاد نہ ہو گا۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

۴۔ جس خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کی جائے تو پہلے سے اس کی طرف لوگوں کے دل مائل ہوں، کیوں کہ اگر پہلے سے لوگوں کے دل اس کی طرف مائل نہ ہوں تو اس کی خلافت کا ابتداءِ انعقاد صحیح نہ ہوگا۔

اسی طرح وھبۃ الزحیلی نے ''الفقهه الاسلامی وادلته ص ۲۹۵ جلد ۸'' میں ''موافقة الامة'' کا عنوان لکھا ہے، جس کا مطلب ہے کہ بیعت میں امت کا اتفاق اور رضا شرط ہے، پھر کہتے ہیں:

فاذا عقد البيعة شخص واحد لاتنعقد حتى تتم موافقة الامة ورضاها

''ایک آدمی کی بیعت سے خلافت منعقد نہیں ہوتی جب تک امت کی موافقت اور رضا نہ ہو۔''

پھر کہتے ہیں:

قال الغزالي في بيعة ابي بكر ولو لم يبايعه غير عمر وبقي كافة الخلق مخالفين اوانقسموا انقساما متكافئا لايتميز فيه غالب عن مغلوب لما انعقدت

''امام غزالی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ سے عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور نے بیعت نہ کی ہوتی اور وہ مخالفت کر دیتے تو ان کی خلافت منعقد نہ ہوتی یا اگر لوگوں میں ایسی تقسیم ہو جاتی کہ غالب اور مغلوب میں فرق نہ ہو سکتا تو پھر بھی خلافت منعقد نہ ہوتی۔''

فائدہ:

امام غزالی رحمہ اللہ کی عبارت سے یہ بات معلوم ہوئی:

۱۔ ایک آدمی کی بیعت سے خلافت منعقد نہیں ہوتی۔

۲۔ جب لوگ تقسیم ہو جائیں بعض مخالف ہوں اور بعض موافق اور یہ فرق نہ ہو سکتا ہو کہ کس طرف لوگ زیادہ ہیں تو پھر بھی خلافت منعقد نہ ہو گی۔

۳۔ جب یہ بات واضح ہو کہ مخالف لوگ زیادہ ہیں تو پھر تو بطریق اولیٰ خلافت کا انعقاد نہ ہوگا۔

پھر کہتے ہیں:

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

قال ابن تیمیه فی مبایعة ابي بكر لوقدر ان عمر وطائفة معه بايعوه وامتنع سائر الصحابة عن البيعة لم يصر اماما بذالك وانما صار اماما بمبايعة جمهور الصحابة الذين هم اهل القدرة والشوكة۔

''ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بالفرض اگرابو بکر رضی اللہ عنہ سے عمر رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت بیعت کرتی اور باقی صحابہ بیعت نہ کرتے توابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ بنتے، وہ اس لیے خلیفہ ہوگئے کہ جمہور صحابہ جو کہ اہل قدرت اور طاقت تھے، انہوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔''

فائدہ:

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ خلیفہ کے انعقاد کے لیے ایک جماعت کی بیعت کافی نہیں، اگرچہ ان میں عمر رضی اللہ عنہ جیسے لوگ ہی کیوں نہ موجود ہوں۔

اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں:

لم يصر اماما باختيار بعضهم۔

'' عثمان رضی اللہ عنہ بعض لوگوں کے انتخاب سے خلیفہ نہیں بنے بلکہ وہ اس لیے خلیفہ ہوئے کہ لوگوں نے ان سے بیعت کی۔''

(منہاج السنۃ ص ۱۴۳ جلد ۱)

اسی طرح ''الفقهه الاسلامی ص ۳۰۰ جلد ۸ ''میں کہتے ہیں:

والخلاصة ان اختيار الخليفه يتم اساسا ببيعة اكثر المسلمين العامة

''خلاصہ یہ ہے کہ خلیفہ کا انتخاب اس طرح پورا ہوتا ہے کہ اکثر عام مسلمان اس سے بیعت کرلیں۔''

اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ بیعت میں اکثر مسلمانوں کا اتفاق ضروری ہے۔ اگر خلافت کے لئے چند لوگوں کی بیعت کافی ہوتی تو پھر تو حسین رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوتے، لیکن حسین رضی اللہ عنہ کو کسی نے خلیفہ نہیں کہا، حالانکہ ان سے کوفے والوں نے بیعت کی تھی اور اس وقت لوگوں میں بہترین شخصیت اور خلافت کی تمام شرائط ان میں موجود تھیں۔

پھر یہ نظریہ "اهل السنة والجماعة" کے عقیدے کے بھی خلاف ہے، ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''منهاج السنة النبوية ص:۲۲۸، ج:۳''میں کہتے ہیں:

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

لیس قول اهل السنة والجماعة ولیس مذهبهم انه بمجرد مبایعة واحد قرشی تنعقد بیعته ویجب علی جمیع الناس طاعته هذا وان کان قد قاله بعض اهل الکلام فلیس هو قول ائمة اهل السنة والجماعة

"یہ نہ "اہل السنۃ والجماعۃ" کا قول ہے نہ مذہب کہ صرف ایک قریشی شخص کی بیعت سے خلیفہ کی بیعت منعقد ہو جائے اور سب لوگوں پر اس کی طاعت لازم ہو جائے، یہ اگرچہ بعض متکلمین کا قول ہے لیکن "اہل السنۃ والجماعۃ" کے قول کے مخالف ہے۔"

خلاصہ یہ کہ بعض متکلمین کی یہ رائے ہے کہ ایک قریشی شخص کے ہاتھ پر بیعت ہو جائے تو اس کی بیعت اور خلافت صحیح ہے اور پوری امت پر اس کی طاعت اور بیعت فرض ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ دو دفعہ یہ بات کہتے ہیں کہ یہ نہ "اہل السنۃ والجماعۃ" کا قول ہے اور نہ مذہب۔

دسویں اہم بات: انتخاب کی صورت میں خلیفہ کی شرائط

علامہ ماوردی خلیفہ کے لئے سات شرائط ذکر کرتے ہیں:

۱۔ عدالت

۲۔ علم

۳۔ حواس یعنی کان، آنکھ اور زبان کی صحت

۴۔ اعضاء کی صحت وسلامتی

۵۔ ایسی سمجھ کہ جس کے ذریعے رعیت کی سیاست اور تدبیر کر سکے

۶۔ شجاعت وبہادری کہ جہاد کر سکے

۷۔ نسب یعنی قریشی ہو (الاحکام السلطانیة ص:٦)

تفسیر قرطبیؒ ص: ۲۷۰، ج: ۱ میں گیارہ شرائط ذکر کی گئی ہیں:

مذکورہ بالا شرائط کے علاوہ دیگر شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

۸۔آزاد ہو غلام نہ ہو

۹۔ مسلمان ہو

۱۰۔مرد ہو

۱۱۔بالغ ہو

۱۲۔عاقل ہو پاگل نہ ہو

''الموسوعة الفقهية الكويتيه ص ۲۱۹ جلد ۶ ''میں کہتے ہیں:

''علم اور اجتہاد احناف کے نزدیک اولیت کی شرط ہے اور دیگر ائمہ کے نزدیک شرط صحت ہے۔احناف کہتے ہیں کہ فاسق اور امی بھی خلیفہ ہو سکتا ہے،اگرچہ عادل اور مجتہد نہ بھی ہو۔''

لیکن یہ شرائط استنباطی اور اجتہادی ہیں،اس میں مصلحت کی خاطر زیادتی اور کمی کی جاسکتی ہے۔(نظرية الخروج فی الفقه الاسلامی ص:۹۴)

علماء نے امامت کے لئے اتنی شرائط ذکر کی ہیں کہ کسی دوسری چیز کے لئے ذکر نہیں کریں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امام کی ذمہ داریاں بڑی اور اہم ہوتی ہیں اور اس کے خطرے زیادہ ہوتے ہیں اور یہ شارع کی عادت ہے کہ جب کوئی کام اہم ہوتا ہے تو اس کی شرائط بھی زیادہ ذکر کرتے ہیں۔(الاحکام فی تمیز الفتاوٰی عن الاحکام ص ۲۹ بحوالہ:اسلام کا سیاسی اور اداری نظام ص ۲۳۱)

گیارہویں اہم بات: خلافت اور ملوکیت کا فرق

خلافت اور ملوکیت میں مختلف طریقوں سے فرق کیا جاسکتا ہے:

ا۔پہلا فرق:

فالملك يتم عادة عن طريق القهر والغلبة والعهد من الاباء للابناء ونحو ذالك دون الرجوع لاهل الحل والعقد اما الخلافة فلا تكون الا باقرار اهل الحل والعقد سواء عن طريق الاختيار او عن طريق الاستخلاف۔(الامامة العظمیٰ ص ۴۰)

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

اس کا حاصل یہ ہے کہ ملوکیت غالباطاقت اور غلبے سے حاصل ہوتی ہے اور اسی طرح بیٹوں کو باپ سے نیابت کے طور پر ملتی ہے،"اهل الحل والعقد"کی طرف رجوع کئے بغیر اور خلافت"اهل الحل والعقد " کے ذریعے ہوتی ہے چاہے اختیار کے ذریعے ("اهل الحل والعقد" کسی کو اختیار کریں) یا استخلاف کے ذریعے (یعنی خلیفہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر کرے اور"اهل الحل والعقد" اس کا اقرار کریں))

۲۔دوسرا فرق:

بعضے فرق مولانا مودودی نے اپنی کتاب "خلافت وملوکیت ص:۱۷۱ " میں لکھیں ہیں۔دوسرا فرق وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ شرعی خلیفہ اور بادشاہ کے رہنے سہنے میں فرق ہوتا ہے،ہم یہاں اس کا حاصل نقل کرتے ہیں:

اس کا حاصل یہ ہے کہ جب ملوکیت (بادشاہت) کا دور شروع ہوا تو انہوں نے قیصر وکسرا کی طرح محلوں میں رہنا شروع کر دیا،ان پر پہرہ دار مقرر ہو گئے،ان سے ملاقاتیں مشکل ہو گئیں اور وہ رعیت کی حالت سے صحیح طور پر باخبر نہ رہتے۔جب کہ خلفاءراشدین عوام کے درمیان میں رہتے اور بازاروں میں پھرتے،پانچ وقت نماز کے لئے مسجد میں حضر ہوتے،جمعے کی نماز میں اللہ تعالی کے ذکر اور دینی تعلیم کے علاوہ لوگوں کو حکومتی حکمت عملیوں سے بھی باخبر کرتے۔ان کی ذات یا حکومت پر کسی کو اعتراض ہوتا تو وہ جواب کے لئے حاضر ہوتے۔

۳۔تیسرا فرق:بیت المال کی حیثیت میں تبدیلی

خلفاءراشدین کے دور میں بیت المال خلیفہ اور اس کی حکومت کے پاس اللہ تعالی اور لوگوں کی ایک امانت ہوتی تھی اور کوئی بھی اس میں اپنی مرضی سے تصرف نہیں کر سکتا تھا اور خلیفہ کی بس اتنی ہی تنخواہ ہوتی تھی جو کہ ایک متوسط شخص کے مصارف کے لئے کافی ہو۔جب کہ ملوکیت کے دور میں بیت المال اور خزانہ بادشاہ اور شاہی خاندان کی ملکیت تھا،کسی کو بادشاہ سے حساب وکتاب لینے کا اختیار نہ تھا۔بادشاہ،شہزادے،صوبوں کے والی اور عسکری کمندان وغیرہ بیت المال میں اپنی مرضی سے فضول خرچی کرتے تھے۔اسی طرح آمدن کے حصول میں بھی حلال وحرام میں کوئی فرق نہ تھا۔خلاصہ یہ کہ خلافت میں بیت المال کی حیثیت امانت کی تھی اور ملوکیت میں ملکیت کی۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

چوتھا فرق: اظہارِ رائے میں تبدیلی

خلافت میں لوگوں کی زبانیں آزاد تھیں اور لوگوں کے وجدان اور ضمیر زندہ تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی آزادی تھی، غلطی پر بڑے بڑے لوگوں کی بھی پکڑ ہوتی اور حق بات کہنے میں کوئی پابندی نہیں تھی، حق بات کہنے والے کو غصے اور دھمکی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا تھا، بلکہ اس کی تعریف کی جاتی، شاباشی دی جاتی، اس کو حق بات کہنے کی اور ترغیب دی جاتی اور اس کو معقول جواب دیا جاتا۔

لیکن ملوکیت کے وقت میں لوگوں کی زبانیں بند ہو گئیں، وجدان اور ضمیر مردہ ہو گئے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں آزادی ختم ہو گئی، زبانیں یا تو بالکل بند تھیں یا خلفاء اور حکام کی تعریفوں میں مصروف تھیں اور جو شخص حق بات کہتا تو اس کے لئے یا تو قید تھی یا قتل وغیرہ۔

۵۔ پانچواں فرق: قضاء کی آزادی میں فرق

خلفاء راشدین کے دور میں قاضیوں پر کسی کا بھی زور نہیں تھا، قضاء کے کاموں میں کسی کو مداخلت کی جرءت نہیں تھی، حتی کہ قاضی کو خلیفہ کے خلاف فیصلہ کرنے کا حق بھی حاصل تھا۔

لیکن جب ملوکیت کا زمانہ آیا تو قضاء کی آزادی ختم ہو گئی، شہزادوں، والیوں اور دوسری حکومتی شخصیتوں کے خلاف دعووں میں انصاف مشکل ہو گیا، والی خود سے قاضیوں کی تقرری اور معزولی کرتے، حالانکہ خلافت کے دور میں یہ اختیار صرف خلیفہ کو حاصل تھا۔

چھٹا فرق: نسلی اور قومی عصبیتوں کا پیدا ہونا

اسلام نے قوم، نسل، وطن اور قبیلے کا فرق ختم کر دیا اور انسانیت کو یہ تعلیم دی کہ تمام انسان ایک ہی قسم کے حق رکھتے ہیں اور یہ پوری ایک ہی امت ہے لیکن ملوکیت و بادشاہت کے دور میں یہ قومی اور نسلی اختلافات پھر سے شروع ہو گئے اور بنو امیہ کے دور میں عرب و عجم کا فرق شروع ہو گیا، والی و قاضی کے تقرر میں حتی کہ نماز کے لئے امام کے تقرر میں بھی یہ فرق کیا جاتا کہ یہ عرب ہے یا عجم۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

کوفہ میں حجاج نے یہ حکم دیا تھا کہ عرب کے علاوہ کسی اور کو امام نہ بنایا جائے۔ جب سعد بن جبیر رحمہ اللہ گرفتار ہوئے تو حجاج نے ان پر یہ احسان جتلایا کہ میں نے تمہیں مسجد کا امام مقرر کیا تھا، حالانکہ یہاں عرب کے علاوہ کوئی دوسرا امامت نہیں کر سکتا۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کو قضاوت سے اس لئے معزول کیا گیا کہ وہ عرب نہیں تھے۔

عرب وعجم کی نفرتوں کے علاوہ مختلف عرب قبائل میں آپس کی نفرتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ ایسا وقت بھی گزرا کہ بنوامیہ کے دارالحکومت دمشق میں ہر مسجد میں دو جدا جدا محراب اور دو امام مقرر ہو گئے۔ یہی اختلاف بنوامیہ کے سقوط کے اسبابوں میں سے ایک سبب تھا۔ مولانا مودودی نے اپنی کتاب میں بعضے اور فرق بھی بیان کئے ہیں۔

بارہویں اہم بات: خلفاء راشدین کے بعد بادشاہوں کو خلیفہ کہنا اور اس کا حکم

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعد کے بادشاہوں کو خلیفہ کہنا جائز ہے، اگرچہ وہ بادشاہ تھے اور انبیاء کے نائب نہیں تھے۔ اس پر دلیل بخاری ومسلم کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كانت بنو اسرئيل تسوسهم الانبياء كلما هلك نبي خلفه نبي وانه لانبي بعدي وسيكون خلفاء فيكثرون قالوا فما تأمرنا قال فوا ببيعة الاول فالاول اعطوهم حقهم فان الله سائلهم عما استرعاهم)) (بخاری ص ۴۹۱ جلد ۱ کتاب الانبیاء مسلم ص ۱۲۶ جلد ۲ کتاب الامارہ)

"بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کرتے تھے، جب کوئی نبی فوت ہو جاتا تو ان کی جگہ اللہ عزوجل دوسرے نبی کو بھیج دیتے۔ اور میرے بعد نبی نہیں آئے گا لیکن خلفاء ہوں گے اور زیادہ ہوں گے۔ صحابہ کرام نے کہا کہ ایسے حالات میں آپ ہمیں کیا حکم کرتے ہیں (کس کی اطاعت کریں اول کی یا بعد والوں کی)؟ تو آپ نے فرمایا: اس خلیفہ کی اطاعت کرو جس سے اول بیعت کی ہو، ان کا حق پورا ادا کرو، اللہ تعالیٰ ان سے ان کی رعیت کے بارے میں پوچھیں گے۔"

طریقۂ استدلال:

اس حدیث سے اس مسئلے پر دو طریقوں سے استدلال کیا گیا ہے:

۱۔ حدیث میں ذکر ہے کہ خلفاء زیادہ ہوں گے اور خلفاء راشدین زیادہ نہیں تھے، صرف چار تھے، تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ خلفاء راشدین کے بعد ان سے مراد دیگر خلفاء ہیں۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

۲۔ حدیث کے الفاظ: ((فوا بیعة الاول فالاول)) سے **معلوم** ہوتا ہے کہ ان کے درمیان اختلاف ہوگا اور خلفاء راشدین کے درمیان خلافت کی وجہ سے اختلاف نہیں آیا تھا۔

تیرہویں اہم بات: وحدت اور تعدد خلیفہ

یعنی ایک وقت میں متعدد خلیفہ ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

تفسیر ''اضوء البیان ص:۳۰، ج:۱'' میں اس بارے میں تین اقوال ذکر کئے گئے ہیں:

۱۔ کرامیہ کہتے ہیں کہ ایک وقت میں متعدد خلیفہ ہو سکتے ہیں۔

۲۔ جمہور علماء کے نزدیک ایک وقت میں متعدد خلفاء نہیں ہو سکتے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((إذا بویع الخلیفتین فاقتلوا الآخر منهما))

''جب دو خلفاء سے بیعت کی جائے تو ان میں سے دوسرے کو قتل کر دو۔''

اسی طرح اس بارے میں اور بھی احادیث موجود ہیں۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ ایک صورت میں تعدد ناجائز ہے کہ جب علاقہ ایک ہی ہو یا متعدد علاقے نزدیک نزدیک ہوں، جب کہ دوسری صورت میں جائز ہے کہ جب جدا جدا خطے ہوں، جیسا کہ اندلس اور خراسان۔

یہی بات ''الفقه الاسلامی ص:۶۱۰، ج:۶'' میں لکھی ہے اور امام قرطبیؒ کہتے ہیں کہ جب علاقے جدا ہوں تو تعدد جائز ہے اور یہی مذہب استاد ابو اسحاق کا ہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کی مثال یہ ہے کہ عراق میں عباسیوں کی حکومت تھی اور مصر میں فاطمیوں کی اور مغرب میں امویوں کی۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ سب مسلمانوں کا ایک ہی امام ہو، لیکن اگر کسی سبب سے یہ سنت چھوڑ دی جائے اور متعدد امراء مقرر کر دئے جائیں تو ہر امیر کا یہ فرض ہے کہ حدود جاری کرے۔ (مجموع الفتاوی ص:۱۵۷، ج:۳۴)

علامہ شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب اسلام پھیل گیا اور اسلامی علاقوں میں کشادگی آگئی اور ہر علاقے میں مختلف مختلف بادشاہ اور امراء مقرر ہو گئے اور ایک امیر کا حکم دوسرے علاقے میں جاری نہ ہوتا تو اس وقت ائمہ اور بادشاہوں کے تعدد میں کچھ

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

نقصان نہیں اور ہر علاقے والوں پر اپنے امیر کی تابعداری بیعت کے بعد فرض ہے اور ایک علاقے والوں پر دوسرے علاقے کے امیر کی تابعداری فرض نہیں ہے اور اگر کوئی شخص کسی علاقے میں اس علاقے کے امیر کے خلاف کھڑا ہو تو اس کا مارنا بھی جائز ہے اگر وہ توبہ نہ کرے۔(السیل الجرار ص:۵۱۳،ج:۴)

یہی قول ابن ازرق مالکی، علامہ مازری، شیخ عبد القادر البغدادی المتوفی ۴۲۹ھ (اصول الدین ص:۲۷۴)، امام الحرمین، قاضی عضد الدین، عبد العزیز فرہاری (الامامة العظمی ص:۵۶۰، مضمون:مذھب اہل السنة من تعدد الائمة)، علامہ صدیق حسن خان کا بھی ہے۔(بحوالہ:اسلام کا سیاسی اور اداری نظام)

اسی طرح کا قول شیخ رضا سے بھی منقول ہے اور وہ کہتے ہیں کہ امراء کا تعدد مجبوری کی وجہ سے جائز ہے اور جب ضرورت ختم ہو جائے تو وحدت اور ایک امیر کی بیعت فرض ہو گی۔(الخلافة ص:۵۶)

عبد اللہ قادری الاھدل کہتے ہیں کہ مسلم کی حدیث میں ہے:

((ستکون امراء فتعرفون وتنکرون))

''نزدیک ہے وہ وقت کہ تم پر ایسے امراء مقرر ہو جائیں کہ ان کے بعض کام تم کو صحیح معلوم ہوں گے اور بعضے کام غلط یعنی بعضے کام شریعت کے مطابق ہوں گے اور بعضے مخالف۔''

مسلم کی دوسری حدیث میں ہے:

((خیار ائمتکم الذین تحبونھم ویحبونکم))

''بہترین امراء تم میں وہ لوگ ہیں کہ تم ان سے محبت کرو اور وہ تم سے۔''

ان دونوں حدیثوں میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بعد کے زمانے میں امراء میں تعدد ہو گا۔

علامی صنعانی کہتے ہیں کہ دولتِ عباسیہ کے بعد سے لوگ ایک خلیفہ پر متفق نہیں ہوئے بلکہ ہر جگہ کا اپنا خلیفہ تھا۔(معاملة الحکام فی ضوء الکتاب والسنة ص:۱۵)

شیخ محمد بن عبد الوھاب کہتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ کے زمانے سے ہمارے دور تک لوگ ایک امام پر جمع نہیں ہوئے ۔ (الامامة العظمی ص:۲۰۹)

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

خلاصۂ بحث:

اس تیسرے قول سے کچھ باتیں پتہ چلتی ہیں:

۱۔ ضرورت کے وقت متعدد خلفاء ہو سکتے ہیں۔

۲۔ متعدد خلفاء ہونے کی صورت میں ہر خلیفہ کا حکم امام اعظم کا ہے۔

۳۔ ہر علاقے والوں پر اپنے خلیفہ سے بیعت اور اس کی سمع وطاعت فرض ہے۔

۴۔ بیعت اور طاعت اس خلیفہ کی فرض ہے کہ جس کو سلطہ اور قدرت حاصل ہو۔

۵۔ بیعت صرف اس شخص پر فرض ہے کہ جس پر اس خلیفہ کے اوامر ونواہی نافذ ہوں۔ علامہ شوکانی نے "السیل الجرار" میں اس کی تصریح کی ہے۔ اسی طرح لوگ اس سے ڈرتے ہوں اور ڈر کی وجہ سے اس کا حکم مانتے ہوں۔ (انظر مجمع الانھار ص ۴۵۱ جلد ۲ معاملۃ الحکام ص ۱۸۔)

دمیجی اور مولانا عبد الباقی نے جمہور کے قول کو ترجیح دی ہے اور اس کی وجوہات بھی بیان کی ہیں۔

چودھویں اہم بات: بیعت کا معنی

بیعت اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص خلیفہ یا امیر المؤمنین کو قولا یا فعلا قبول کرے اگرچہ اس کے ہاتھ پر بیعت نہ بھی کرے۔ بیعت میں اصل بات یہ ہے کہ خلیفہ سے بیعت قرآن وسنت پر اور حق کے قائم کرنے اور عدل وانصاف پر کی جاتی ہے کہ خلیفہ یہ کام کرے گا اور میں نیک کاموں میں سمع وطاعت کروں گا، جیسا کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ سے بیعت کی تھی:

ابایعك علی سنة الله ورسوله والخلیفتین من بعده

"میں آپ سے اللہ ورسول اور ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہ کے طریقے پر بیعت کرتا ہوں، پھر ان سے دیگر لوگوں نے بھی انہی الفاظ سے بیعت کی۔"

اسی طرح جب عبد اللہ بن زبیر شہید ہو گئے اور لوگ عبد الملک بن مروان پر جمع ہو گئے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے ان الفاظ سے بیعت کی اور ان کو خط لکھا:

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

انی اقر بالسمع والطاعة لعبد الله عبد الملك امیر المؤمنین علی سنة الله ورسوله فیما استطعت

وان بنیّ قد اقرّوا بذالك

''میں امیر المؤمنین عبد الملک بن مروان کے لئے سمع وطاعت کا اقرار کرتا ہوں، اللہ ورسول کے طریقے پر اپنی استطاعت کے مطابق اور میرے بیٹے بھی اس کا اقرار کرتے ہیں۔''

اسی طرح صحابہ رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرتے تھے۔(الخلافة ص:۳۳)

دیکھیے ''الامامة العظمی ص:۲۰۳'' میں کہتے ہیں کہ بیعت یا تو امام کرے گا یا اس کا نائب، جیسا کہ فتح مکہ کے سال عمر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ عورتوں سے بیعت لے لو۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بیعت کی صورتیں

بیعت کے مختلف طریقے ہیں:

۱۔ کبھی بیعت میں مصافحہ اور باتیں ہوتی ہیں، جیسا کہ بیعتِ رضوان میں ہوا، جس کے بارے میں اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

ان الذین یبایعونك انما یبایعون الله ید الله فوق ایدیهم

۲۔ کبھی صرف کلام ہوتا ہے جیسا کہ عورتوں کی بیعت میں یا جذام کے مریض کی بیعت میں۔

۳۔ کبھی خط کے ذریعے بیعت ہوتی ہے، جیسا کہ نجاشی بادشاہ نے خط کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کو بیعت لکھ کر بھیجی تھی یا جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے خط کے ذریعے عبد الملک بن مروان کی بیعت کی تھی۔

بیعت کی اقسام

''الوجیز فی فقه الخلافة ص: ۵۱'' میں کہتے ہیں کہ بیعت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ بیعت انعقاد ۲۔ بیعت عامہ

یہ دونوں قسمیں ابو بکر اور علی رضی اللہ عنہما کی خلافت سے پتہ چلتی ہیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت انعقاد سقیفہ بنو ساعدہ میں ہوئی اور عام بیعت دوسرے دن مسجد نبوی میں منبر پر ہوئی، تفصیل کے لئے ''فتح الباری ص:۲۰۶، ج:۱۳'' دیکھیے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

اسی طرح علی رضی اللہ عنہ سے پہلے خصوصی بیعت (بیعت انعقاد) ہوئی، پھر دوسرے دن منبر پر عمومی بیعت ہوئی، جیسا کہ تاریخ طبری میں ہے۔ (بحوالہ الوجیز ص:۵۳)

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عبارتیں بھی اس پر دلالت کرتی ہیں کہ دوسری بیعت اس لئے ضروری ہے کہ شوکت اور قدرت حاصل ہو جائے۔

پندرہویں اہم بات: خلیفہ پر امت کے حقوق

علماء فرماتے ہیں کہ امت اور رعیت کے خلیفہ پر دس حقوق ہیں، جب خلیفہ یہ دس حقوق ادا کرے تو پھر امت پر خلیفہ کے دو حقوق لازم ہوتے ہیں : ا۔ بیعت وطاعت ۲۔ نصرت ومدد

تفصیل:

امام ماوردی المتوفی ۴۵۰ھ ''الاحکام السلطانیہ ص:۵'' میں اور امام ابویعلی ''الاحکام السلطانیہ ص:۲۸'' میں کہتے ہیں:

والذی یلزمہ من الامور العامۃ عشرۃ اشیاء

''وہ کام جو خلیفہ پر لازم ہوتے ہیں دس ہیں۔''

''تحریر الاحکام'' میں ان حقوق کو ''الحقوق العشرۃ'' کہا گیا ہے۔

پہلا حق: حفظ الدین:

رعیت کا پہلا حق جو کہ خلیفہ پر لازم ہو وہ حفاظت دین ہے۔ ان اصولوں کے مطابق جن پر سلف وصالحین نے اجماع کیا تھا، جیسا کہ اگر کوئی بدعتی ہو تو اس کو پہلے تو دلیل بیان کرے، اس کو نصیحت کرے اور اگر نہ مانے تو مناسب سزا دے۔

دوسرا حق: تنفیذ الاحکام

دوسرا حق یہ ہے کہ احکام نافذ کرے، قضاء کا نظام مقرر کرے کہ انصاف کی فراہمی عام ہو جائے اور ظالم ظلم نہ کر سکے اور مظلوم کو کمزور نہ سمجھا جائے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

تیسرا حق:

حمایة البیضة والذب عن الحریم لیتصرف الناس فی المعایش وینتشروا فی الاسفار آمنین من تغریر بنفس اومال

تیسرا حق یہ ہے کہ اسلامی مملکت اور اس کی آبادیوں کی حفاظت کرے اور ان کی چار دیواری کا دفاع کرے کہ لوگ اپنے کاروبار اور سفر امن سے کر سکیں، بدنی اور مالی تاوان سے مطمئن ہوں اور امن میں ہوں۔

چوتھا حق: اقامة الحدود

چوتھا حق یہ ہے کہ حدود اللہ قائم کرے، یعنی شرعی سزاؤں کا نظام نافذ کرے کہ لوگ حرام کاموں کا ارتکاب نہ کریں اور تاکہ لوگوں کے حقوق ضائع نہ ہوں۔

پانچواں حق: تحصین الثغور

پانچواں حق یہ ہے کہ سرحدوں کی حفاظت کرے کہ دشمن کامیاب نہ ہو پائے، کسی کی بے عزتی نہ کر سکے، کسی کا خون نہ بہا سکے، یعنی اپنا دفاع مضبوط کرے۔

چھٹا حق: جہاد من عاند الاسلام بعد الدعوة

چھٹا حق یہ ہے کہ دعوت کے بعد ضدی اور عنادی لوگوں سے جہاد کرے، اس بات پر کہ یا تو وہ مسلمان ہو جائیں یا جزیہ قبول کریں اور تاکہ جہاد کے ذریعے دین دوسرے ادیان پر غالب ہو جائے۔

ساتواں حق: جبایة الفیء والصدقات

ساتواں حق یہ ہے کہ لوگوں سے مال فیٔ اور زکوۃ وصول کرے، یہ کام خلیفہ پر واجب ہے، کیوں کہ یہ اصل میں مسکینوں کا حق ہے، اس میں کسی کا خوف اور کسی کے ساتھ نرمی نہیں کر سکتا، لیکن ساتھ ساتھ کسی پر ظلم بھی نہیں کرے۔

آٹھواں حق: تقدیر العطایا وما یستحق فی بیت المال

آٹھواں حق یہ ہے کہ لوگوں کی تنخواہیں اور حقوق تقسیم کرے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

نواں حق: استکفاء الامنا و تقلید النصحاء

نواں حق یہ ہے کہ حکومتی منصوبوں کے لیے امانت دار اور خیر خواہ لوگ مقرر کرے۔

دسواں حق: ان یباشر بنفسه مشارفة الامور وتصفح الاحوال ولا یعوّل علی التفویض تشاغلا بلذة او عبادة فقد یخون الامین ویغش الناصح

دسواں حق یہ ہے کہ حکومتی کاموں کی نگرانی اور دیکھ بھال خود سے کرے اور کاموں کے احوال معلوم کرے اور صرف اس بات پر اعتماد نہ کرے کہ کام اور ذمہ داریاں دوسرے حکام کے حوالے کر دی گئی ہیں، تاکہ اپنے آپ کو لذت اور عبادت میں مشغول کرے، کیوں کہ کبھی امانت دار آدمی خیانت کرتا اور خیر خواہ بھی دھوکہ دے دیتا ہے۔

قال عمر رضی اللہ عنہ لو ماتت شاة علی شط الفرات لظننت ان الله سائلی عنها یوم القیامة (رواه ابونعیم فی الحلیة السیاسة الشرعیه ص ۱۴۲)

پھر کہتے ہیں:

" فهو من حقوق السیاسة لکل مسترع "یعنی یہ ہر حاکم کے سیاسی حقوق ہیں اور صرف خلیفہ کے لئے خاص نہیں ہیں۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ((کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته)) (تم میں سے ہر ایک چرواہے کی طرح ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔) خلاصہ یہ کہ خلیفہ کے والیوں پر بھی یہ باتیں لازم ہیں۔

پھر کہتے ہیں:

واذا قام الامام بما ذکرنا من حقوق الامة وجب له علیهم حقان الطاعة والنصرة

"جب خلیفہ امت کے دس حقوق پورے ادا کرے تو امت اور رعیت پر اس کے دو حق لازم ہوتے ہیں:

۱۔ طاعت و بیعت　　　۲۔ نصرت و مدد"

علامہ بدر الدین ابن جماعۃ المتوفی ۷۳۳ھ "تحریر الاحکام فی تدبیر اہل الاسلام ص:۶۵" میں کہتے ہیں:

اما حقوق الرعیة العشرة علی السلطان فالاول حمایة بیضة الاسلام والذب عنها اما فی کل اقلیم ان کان خلیفة او فی القطر المختص به ان کان مفوضا الیه۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

اس کا حاصل یہ ہے کہ بادشاہ پر رعیت کے دس حقوق ہیں اور یہ دس حقوق خلیفہ پر ہر علاقے میں فرض ہیں، اور اگر خلیفہ نہ ہو بلکہ خلیفہ کی طرف سے مقرر کردہ کوئی نائب ہو تو اس پر بھی یہ حقوق فرض ہیں اس علاقے میں کہ جس میں وہ مقرر ہے۔ اس سے بھی یہ بات معلوم ہوئی کہ خلیفہ کی طرف سے جو والی مقرر ہو تو اس پر بھی اس کے علاقے میں یہ دس حقوق فرض ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ خلیفہ پر یہ فرض ہے کہ:

وتیسیر الحجیج من نواحی البلاد واصلاح طرقها وامنها فی مسیرهم وانتخاب من ینظر امورهم۔

''جو حاجی شہروں کے اطراف سے آتے ہیں ان کی سہولت کا انتظام کرے اور حاجیوں کے راستوں کی اصلاح اور امن کا اہتمام کرے اور ان کے لئے ایسا شخص مقرر کرے کہ جو حاجیوں کی مشکلات حل کرے۔''

توجب خلیفہ یہ حقوق ادا کرے تو رعیت اس کی طاعت و نصرت کرے۔

اسی طرح امام ماوردی اپنی کتاب ''تسهیل النظر ص۱۶۸'' میں حکام پر رعیت کے دس حقوق بیان کرتے ہیں:

۱۔ تمکین الرعیة من استیطان مساکنهم وادعین

حکام رعیت کے لئے ایسا نظام بنائیں کہ وہ اپنے گھروں میں امن سے رہیں۔

۲ التخلیة بینهم وبین مساکنهم آمنین۔

رعیت کو اپنی جان اور گھروں کے بارے میں امنیت حاصل ہو۔

۳۔ کف الاذی والایدی الغالیة منهم۔

ضرر و نقصان اور ظالم سے ان کی حفاظت کرے۔

۴۔ استعمال العدل والنصفة معهم

رعیت کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کرے۔

۵۔ فصل الخصام بین المتنازعین منهم

رعییت کے درمیان جھگڑے اور اختلافات ختم کرے۔

۶۔ حملهم علی موجب الشرع فی عباداتهم ومعاملاتهم

رعیت کو عبادات اور معاملات میں شریعت کے مطابق چلائے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

۷۔ إقامة حدود الله تعالیٰ وحقوقه فیهم

حدود اللہ اور حقوق اللہ رعیت میں قائم کرے۔

۸۔ أمن سُبلهم ومساکنهم

راستوں اور آبادیوں میں امن قائم کرے۔

۹۔ القیام بمصالحهم فی حفظ میاههم وقناطرهم

ان کے پانی کے ذخائر اور پلوں کی حفاظت کرے۔

۱۰۔ تقدیرهم وترتیبهم علی اقدارهم ومنازلهم فیما یتمیزون به من دین وعمل وکسب وصیانة

رعیت کے مراتب اور حیثیتوں کے مطابق ان کا انتظام اور ترتیب مقرر کرے، ان کاموں میں کہ جن میں لوگوں کی حیثیتیں مختلف ہوتی ہیں، جیسے دین، کام، کسب اور حفاظت وغیرہ۔

پھر کہتے ہیں کہ جب حاکم یہ حقوق ادا کرے تو پھر اس کا مستحق ہے کہ رعیت اس کی اطاعت کرے۔

امام ماوردی نے ''تسہیل النظر ص: ۲۵۸'' میں لکھا ہے:

ولیهتم الملك كل الإهتمام بأمن السبل والمسالك وتهذیب الطرق والمفاوز لینتشر الناس فی مسالکهم آمنین ویکونوا علی انفسهم واموالهم مطمئنین

''بادشاہ عام راستوں کی حفاظت کا پورا اہتمام کرے (راستوں اور صحراؤں کو مہذب کرے) اس طور پر کہ لوگ راستوں پر امن کے ساتھ آئیں جائیں اور وہ اپنے مالوں اور جانوں پر مطمئن ہوں۔''

منصور کا قول

ابو جعفر منصور رحمہ اللہ کہتے ہیں:

الذی علی للرعیة ان أحفظ سبلهم فینصرفون امنین فی معاشهم ولا یصدون عن حججهم وقضاء نسکهم وأن اضبط ثغورهم وأحصنها من عدوهم

''مجھ پر رعیت کے یہ حقوق ہیں کہ میں ان کی شاہراہ عام کی حفاظت کروں کہ وہ اپنی زندگی میں اس پر امن سے چلیں اور حج اور دیگر عبادتوں سے مانع نہ ہوں اور میں ان کی سرحدوں کی حفاظت کروں۔''

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

''ارشیف المجلس العلمی ص:۱۰، ج:۱۷'' میں ''الاقناع'' سے دس حقوق نقل کرتے ہیں اور پھر بعد میں ''منتھی الارادات'' سے نقل کرتے ہیں:

فإذا قام الإمام بحقوق الأمة فله علیھم حقان الطاعة والنصرة

''جب امام امت کے یہ دس حقوق ادا کرے تو امت پر امام کے دو حقوق فرض ہو جاتے ہیں: ۱۔ طاعت ۲۔ نصرت۔''

سولھویں اہم بات: اسلامی حکومت تین چیزوں سے مل کر بنتی ہے

اسلام حکومت بلکہ ہر حکومت کے تین اہم عناصر ہوتے ہیں:

۱۔ سلطہ اور حاکم ۲۔ امت اور رعیت ۳۔ زمیں اور وطن

علامہ محمد مبارک ''نظام الاسلامی ص:۵۸'' میں لکھتے ہیں:

''ہر حکومت تین عناصر سے مل کر بنتی ہے، جس میں سے ایک سلطہ ہے۔ سلطہ اس قوت کو کہتے ہیں جو کہ لوگوں کے کام پورے کرنے، جیسا کہ لوگوں کی مشکلات حل کرنا، ان کے کام کرنا، ان کے تعمیراتی کام کرنا، دشمن سے ان کا دفاع کرنا اور جب کبھی ان کے آپس میں یا دو قبیلوں کے درمیان کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کو حل کرنا۔ یہ قوت قومی سرداروں، حاکموں، قاضیوں اور دیگر ذمہ داروں سے بنتی ہے۔

۲۔ دوسرا عنصر: امت اور رعیت ہے کہ جن کے معاملات اس سلطے اور حاکم کے ذریعے مکمل ہوتے ہیں۔

۳۔ تیسرا عنصر زمین اور وطن ہے کہ جس میں یہ رعیت رہتی ہے اور جس میں سلطے اور حاکم طبقے کے احکام جاری ہوتے ہیں۔''

پھر محمد مبارک کہتے ہیں:

ان ارض الدولة الاسلامیة تحصل لھا باحد سببین فاما ان یسلم اھلھا وھم علیھا فتصبح بذالك دا راسلام واما ان یفتحھا المسلمون فیقوم فیھا حکم الدولة الاسلامیة وتطبق فیھا احکامھا

''اسلامی حکومت کو زمین دو طریقوں سے حاصل ہوتی ہے:

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

۱۔اس زمین کے رہنے والے مسلمان ہو جائیں اور وہ پھر اسی زمین میں رہتے رہیں تو اس سے یہ زمین دار الاسلام بن جاتی ہے۔

۲۔ مسلمان اس زمین کو فتح کریں اور اس میں اسلامی حکومت کے احکام قائم اور اسلامی احکام نافذ ہو جائیں۔''

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی زمین میں شریعت کے احکام نافذ نہ ہوں تو وہ اسلامی حکومت کا حصہ نہیں بن سکتا۔

پھر کہتے ہیں:

یسکن ارض دار الاسلام المسلمون والمعاهدون من اهل الکتاب الذین قبلوا المواطنة فی حکم الدولة الاسلامیة والمستأمنون ای الذین دخلوا بعقد امان موقوت الاجل من ابناء الدول الاخرٰی (نظام الاسلام ص۱۳۶)

''دار الاسلام کی زمین میں مسلمان رہتے ہیں یا وہ معاہد اہل کتاب جنہوں نے اسلامی حکومت کے اصولوں کے موافق دار الاسلام میں رہائش اختیار کی ہو یا مستامن یعنی وہ لوگ جو کہ دار الاسلام مین مؤقت امن کے ساتھ داخل ہوئے ہوں۔''

مطلب یہ کہ دار الاسلام میں یا تو مسلمان رہ سکتے ہیں یا ذمی کافر یا مستاء من کافر اور حربی کافر یعنی وہ کافر جس سے معاہدہ نہ ہو، تو وہ دار الاسلام میں نہیں رہ سکتا۔ ہمارے ممالک چوں کہ دار الاسلام نہیں ہیں اسی لیے اس میں کافر (بغیر کسی معاہدے کے) بھی رہتے ہیں۔

یہ تحقیق مولانا عبدالباقی کی کتاب ''اسلام کا سیاسی اور اداری نظام ص:۴۱۵،ج:۱'' سے نقل کی گئی ہے۔اس مسئلے پر وہبۃ الزہیلی نے اپنی کتاب ''الفقهه الاسلامی وادلته''میں تفصیل سے بحث کی ہے، کہتے ہیں:

زوال الدولة الاسلامیة تفنی الدولة او تزول بزوال احد عناصرها الثلاثة السابق ذکرها وهی السکان والاقلیم والسلطة

اس کا حاصل یہ ہے کہ دولت اسلام اس وقت ختم ہوتی ہے کہ جب اس کے تین عناصر میں سے ایک عنصر ختم ہو جائے۔ یا تو رعیت ختم ہو جائے یا زمین یا سلطہ۔ یعنی اختیار اور کنٹرول ختم ہو جائے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

سترہویں اہم بات: جس کا سلطہ ناقص ہو وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا

جیسا کہ ''الموسوعة الفقهية الكويتيه ص ٢١٦ جلد ٦ ''میں کہتے ہیں:

السُّلطه هي السيطرة والتمكن والقهر والتحكم ومنه السلطان وهو من له ولاية التحكم والسيطرة في الدولة فان كانت سُلطته قاصرة على ناحية خاصّةٍ فليس بخليفة وان كانت عامة فهو خليفة

''سلط کسی جگہ پر قبضہ کرنے۔اس پر غالب ہونے اور وہاں اپنے احکام جاری کرنے کو کہتے ہیں۔اسی سے سلطان کا لفظ ماخوذ ہے اور سلطان اس کو کہتے ہیں کہ جس کے پاس فیصلے کرنے کی قدرت اور اختیار ہو اور وہ حکومت پر بھی قابض ہو۔اگر ایسے شخص کا قبضہ اور کنڑول صرف ایک خاص علاقے پر ہو (یعنی دار الاسلام کے کسی خاص علاقے پر) تو یہ خلیفہ نہیں اور اگر اس کا کنڑول عام ہو تو یہی خلیفہ کی صفت ہے۔''

دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ جس کا سلطہ بعض شہروں پر ہو وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

'' الموسوعة الفقهية الكويتية ص ٢١٦ جلد ٦ ''میں کہتے ہیں:

الامارة لغة الولاية والولاية اما ان تكون عامة فهي الخلافة او الامامة العظمى واما ان تكون خاصة على ناحية كان ينال امر مصر ونحوه او على عمل خاص من شئوون الدولة كامارة الجيش وامارة الصدقات وتطلق على منصب امير

''امارت لغت میں اختیار کو کہتے ہیں، اگر یہ اختیار عام ہو تو اسے خلافت یا امامت عظمی کہتے ہیں اور اگر یہ اختیار خاص ہو یعنی کسی ایک خاص علاقے پر کنڑول اور اختیار حاصل ہو، جیسا کہ صرف مصر پر (مثلا) یا کسی اور علاقے پر، یا حکومت میں کسی خاص کام کا اختیار اس کو حاصل ہو، جیسا کہ لشکر کی امارت یا زکاۃ جمع کرنے کی امارت تو اس کا اطلاق امیر پر ہوتا ہے (نہ کہ امیر المؤمنین یا خلیفہ پر)۔''

اسی طرح ''نیل الاوطار ص: ٢٥٦، ج: ١٢'' میں کہتے ہیں کہ امارت کی دو قسمیں ہیں:

١۔امارتِ عظمی　　٢۔امارتِ صغری

الامارة العظمى وهي الخلافة والصغرى وهي الولاية على بعض البلاد

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

''امارت عظمیٰ خلافت کو کہتے ہیں اور امارتِ صغری بعضے شہروں کی ولایت کو کہتے ہیں۔''

اٹھارویں اہم بات

جس سے معاشرے کے عزتمند اور مشہور لوگ بیعت نہ کریں یا اس کے خوف اور قہر میں کمی کی وجہ سے رعیت میں اس کے احکام نافذ نہ ہوں تو وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

علامہ قاضی خان المتوفی ۵۶۲ھ کہتے ہیں:

قال علمائنا السلطان یصیر سلطانا بامرین باالمبایعة معه ویعتبر فی المبایعة مبایعة اشرافهم واعیانهم والثانی ان ینفذ حکمه فی الرعیة خوفا من قهر وغلبة قاضی خان ص۴۲۸ جلد ۲ کتاب السیر

''ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ سلطان دو باتوں سے امیر بنتا ہے:

۱۔اس سے بیعت کی جائے اور معتبر بیعت وہ ہے کہ جس میں معشرے کے عزتمند، مشہور اور بااعتماد لوگ بیعت کریں۔

۲۔اس کا حکم رعیت میں نافذ ہو، اس کے زور اور غلبے کی وجہ سے۔''

اسی طرح ''تنویر الابصار'' اور ''بحر الرائق ص:۱۵۳، ج:۵ باب البغاة'' میں ہے۔اسی طرح ''مجمع الانهار ص:۴۵۱ ج:۴'' میں کہتے ہیں:

والامام یصیر اماما بالمبایعة معه من الاشراف والاعیان وبان ینفذ حکمه فی رعیته خوفا من قهره وجبروته فان بایع الناس ولم ینفذ حکمه فیهم لعجزه عن قهرهم لا یصیر اماما

''امام دو باتوں سے خلیفہ بنتا ہے:

۱۔معاشرے کے عزتمند، مشہور (بااعتماد) لوگ اس سے بیعت کریں۔

۲۔اس کا حکم اس کی رعیت پر چلتا ہو، اس کے خوف، غلبے اور قدرت کی وجہ سے۔اگر لوگ اس سے بیعت تو کر لیں لیکن وہ اپنے احکام لوگوں میں نافذ نہ کر سکتا ہو، جس کی وجہ سے وہ لوگوں کو مغلوب نہ کر سکتا ہو تو یہ امام نہیں ہو سکتا۔''

اسی طرح ''شامی ص:۳۴۰، ج:۳'' میں کہتے ہیں:

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

ای یشترط مع وجود المبایعة نفاذ حکمه

''یعنی بیعت کے ساتھ احکام ونواہی نافذ کرنا بھی شرط ہے۔''

پھر کہتے ہیں کہ احکام نافذ ہونا اُس خلیفہ کے لئے بھی شرط ہے جس کو خلیفہ نے نائب بنایا ہو یا وہ متغلب ہو۔

اسی طرح ''الدر المختار ص: ۲۶۳، ج: ۴'' اور ''بدائع الصنائع'' میں بھی ہے۔

انیسویں اہم بات:

کوئی شخص اگرچہ پچھلے خلیفہ کی طرف سے مقرر ہو جائے اور پھر لوگوں کی اس سے بیعت بھی ہو جائے لیکن دوسرے علاقے اور شہر والے اس کی موافقت اور اطاعت نہ کریں تو وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا، جیسا کہ ''الوجیز'' میں کہتے ہیں:

وقد ورد ان عمر بن عبد العزیز بعد ان اخذت له البیعة بناء علی عهد الخلیفة سلیمان بن عبد الملك الیه انه قام فصعد علی المنبر ثم قال ایها الناس انی لست بمبتدع ولکنی متبع وان من حولکم من الامصار والمدن ان اطاعوا کما اطعتم فانا والیکم وان هم ابوا فلست لکم بوال ثم نزل

''عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے لئے جب بیعت لے لی گئی، اس طور پر کہ پچھلے خلیفہ سلیمان بن عبد الملک نے انہیں مقرر کیا تھا تو عمر بن عند العزیز رحمہ اللہ کھڑے ہوئے اور منبر پر چڑھ گئے اور فرمایا کہ اے لوگوں میں بدعتی نہیں ہوں بلکہ میں تابعدار ہوں اور یقیناً تمہارے ارد گرد دیگر علاقے اور شہر ہیں، اگر انہوں نے بھی میری ایسی ہی اطاعت کی جیسے کہ تم لوگوں نے کی ہے، تو پھر میں تمہارا والی ہوں اور اگر انہوں نے انکار کیا تو میں تمہارا والی نہیں ہوں، پھر ممبر سے نیچے اتر گئے۔''

(البدایہ والنہایہ ص ۱۸۲ جلد ۹ بحوالہ الوجیز فی فقهه الخلافة ص ۶۰)

فائدہ: اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر ایک علاقے اور شہر میں بیعت کر لی جائے اور دوسرے علاقے اور شہر والے اتفاق نہ کریں پھر بھی یہ اپنے آپ کو خلیفہ کہے تو یہ بدعتی ہے اور یہ شخص خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

پھر صاحبِ وجیز کہتے ہیں:

ویجب ان ینعقد الرضا من المسلمین کافة

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

''یہ واجب ہے کہ تمام مسلمان اس پر راضی بھی ہوں۔''

پھر کہتے ہیں کہ اکثر علماء کی یہ رائے ہے کہ خلیفہ کے انتخاب کے بعد ''اهل الحل والعقد'' کی موافقت بھی ہو۔

حاصل: ایک خلیفہ کے مقرر کرنے کے بعد اس کے خلیفہ ہونے کے لئے ''اهل الحل والعقد'' کی موافقت اور پھر امت کی رضا بھی ضروری ہے۔

بیسویں اہم بات: خلیفہ کے معزول ہونے کے اسباب

خلیفہ جب اپنی ذمہ داریاں ادا کرے تو اس کا معزول کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کے خلاف خروج جائز ہے، اگرچہ کچھ نہ کچھ اس سے غلطیاں بھی صادر ہوتی ہوں، کیوں کہ انسان غلطی اور خطاء سے خالی نہیں ہو سکتا۔ لیکن کبھی کبھی خلیفہ میں کچھ ایسے کام پیدا ہو جاتے ہیں کہ جس کی وجہ سے مسلمانوں کا دین اور دنیا متاثر ہوتی ہے تو ان کاموں اور اسباب کی وجہ سے اس خلیفہ کو معزول کرنا ضروری ہو جاتا ہے، یہ کام اور اسباب دو قسم پر ہیں:

۱۔ جو کہ علماء کے درمیان اتفاقی ہیں۔ ۲۔ جو کہ علماء کے درمیان اختلافی ہیں۔

۱۔ پہلا سبب: کفر وارتداد ہے

یعنی خلیفہ کافر امرتد ہو جائے تو اس میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اس خلیفہ کو معزول کر دیا جائے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اس کے مقابلے میں کھڑے ہو جائیں، اس میں ثواب ہے اور جس نے اس میں سستی کی وہ گناہ گار ہے اور جس کی طاقت نہ ہو تو اس پر اس زمین سے ہجرت فرض ہے۔ (فتح الباری ص:۱۲۳، ج:۱۳)

۲۔ دوسرا سبب: خلیفہ نماز چھوڑ دے اور اس کی طرف دعوت دینا چھوڑ دے

پھر نماز چھوڑنے کی بھی دو حیثیتیں ہیں: ایک یہ کہ نماز سے منکر ہو جائے، تو یہ تو کافر ہے اور پچھلے سبب میں داخل ہے اور سوئم یہ کہ نماز سستی کی وجہ سے چھوڑ دے۔ اس بارے میں بعضے علماء کہتے ہیں کہ یہ گناہ کبیرہ ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ کفر ہے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

بہر حال جب امام اور خلیفہ نماز نہ پڑھے تو اس کو معزول کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((انہ یستعمل علیکم امراء فتعرفون وتنکرون فمن کرہ فقد برئ ومن انکر فقد سلم ولکن من رضی و تابع قالوا افلا نقاتلھم قال لا ما صلوا)) (مسلم کتاب الامارۃ ترمذی کتاب الفتن)

”تم پر ایسے امیر مقرر ہوں گے کہ تم لوگ ان میں اچھے اور برے دونوں طرح کے عمل پاؤ گے اور تم لوگ ان برے عملوں کو دل سے اچھا نہیں جانو گے، تو جس نے ان اچھے اور برے عملوں کے درمیان فرق پہچان لیا تو وہ گناہ سے بچ گیا لیکن وہ شخص کہ جو ان حکام کے برے عملوں پر راضی اور خوش رہا اور اس کے ساتھ مدد بھی کی تو وہ گناہ گار ہے۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ ہم ایسے حکمرانوں سے جنگ نہ کریں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ، جب تک وہ نماز پڑھیں ان سے جنگ نہ کرو۔“

اس حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ جو حکام نماز نہ پڑھتے ہوں تو ان سے جنگ کی جائے گی، اور قتال معزول کرنے کا آخری وسیلہ ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس میں بھی اجماع ہے، جیسا کہ شرح النووی میں ہے۔

۳۔ تیسرا سبب: شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرنا یعنی شریعت کے علاوہ دیگر قوانین پر فیصلہ کرنا

انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی کان رأسہ زبیبۃ ما اقام فیکم کتاب اللہ))

(رواہ البخاری فی الاحکام)

”امراء اور حکام کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو اگرچہ تم پر حبشی غلام امیر مقرر کر دیا جائے کہ جس کا سر کشمش کی طرح ہو، جب تک وہ اللہ کی کتاب تم میں قائم کرے (یعنی کتاب اللہ سے فیصلہ کرے)۔“

اس حدیث سے صراحتاً یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امیر کی سمع و طاعت کے لئے شرط کتاب اللہ کا قیام ہے، یعنی اس کے مطابق فیصلے کرنا۔ لہذا جب وہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلے نہ کرے تو اس کی سمع و طاعت بھی واجب نہیں اور عدم سمع و طاعت امیر کے معزول ہونے کا تقاضی کرتی ہے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

پھر ''تحکیم بغیر ما انزل اللہ''(شریعت کے علاوہ کسی اور قانون سے فیصلہ کرنا)بعض صورتوں میں کفر ہے اور بعض میں فسق۔مذکورہ حدیث میں دونوں صورتیں شامل ہیں، کیوں کہ یہ حدیث مطلق ہے۔

۴۔چوتھا سبب: فسق و ظلم و بدعت

اس میں دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ حاکم شروع سے (یعنی انتخاب کے وقت) فاسق ہو تو اس میں علماء کا اتفاق ہے کہ فاسق خلیفہ نہیں بن سکتا، کیوں کہ خلیفہ کے لئے عدالت شرط ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ خلیفہ شروع میں تو عادل ہو لیکن بعد میں فاسق ہو جائے، یہ بھی معزول ہو جانے کا مستحق ہے اور اس کی بیعت ساقط ہے، لیکن یہ سبب اتفاقی نہیں ہے، کیوں کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ایک قول یہ ہے کہ یہ امام معزول ہے اور اس کی امامت ختم ہے۔قرطبیؒ نے اس قول کی نسبت جمہور کی طرف کی ہے اور مشہور یہ ہے کہ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ فاسق امام معزول نہیں ہوتا۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ جمہور کا قول ہے۔(شرح النووی لصحیح مسلم ص:۲۲۹ ج:۱۲)

پانچواں سبب: تصرفات میں نقصان اور کمی

یعنی خلیفہ کی قدرت اور اختیار میں فرق آجائے اور اس کی بہت سی صورتیں ہیں:

۱۔پہلی صورت: اس کے مامورین میں سے کوئی شخص اس پر ایسا غالب ہو جائے کہ وہ اپنے کاموں کے کرنے میں خود مختار ہو، یعنی امیر کے دخل کے بغیر اپنے کام خود سے کرے، پھر اس شخص کے کاموں کو دیکھا جائے گا کہ اگر اس کے کام شریعت کے خلاف ہوں اور مسلمانوں کو اس میں ضرر ہو تو خلیفہ پر لازم ہے کہ اس شخص کو برطرف کرنے کے لئے مسلمانوں کو تیار کرے اور اگر وہ یہ کام نہ کرے تو یہ خود اور اس کے ساتھی سب معزول ہوں گے۔

۲۔دوسری صورت: یہ کہ اس کو گرفتار کرکے قید کر دیا جائے اور ایسی قید کہ جس میں آزادی کی امید نہ ہو، پھر اس کو معزول کیا جائے اور اس کی جگہ کسی دوسرے شخص کو مقرر کیا جائے۔

۳۔تیسری صورت: یہ کہ اس کے مقابلے میں کوئی دوسرا شخص خروج کرے اور اس سے طاقت کے زور پر حکومت لے لے تو یہ مغلوب خلیفہ معزول ہو جائے گا۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

چھٹا سبب: کیفیت کا نقصان

خلیفہ کی معزولی کا چھٹا سبب یہ ہے کہ اس میں ایسا نقصان آجائے کہ قیادت نہ سنبھال سکے، جیسا کہ اس کے بدن یا عقل میں ایسا فرق آجائے کہ جو اس کی رائے اور کام کو متاثر کردے، جیسا کہ کوئی شخص پاگل ہو جائے یا اندھا ہو جائے۔ جہاں تک بہرے اور گونگے پن کا تعلق ہے تو اس میں راجح قول یہی ہے کہ اس کی وجہ سے بھی معزول ہو جائے گا اور اگر ایک پاؤں اور ایک ہاتھ کٹ جائے تو راجح یہی ہے کہ معزول نہ ہوگا، کیوں کہ ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کے ذریعے بھی کام کیا جا سکتا ہے۔

ساتواں سبب: اہلِ مشورہ سے مشورہ نہ کرنا

بعض علماء کہتے ہیں کہ مشورہ کرنا واجب ہے، لہذا اگر اہل لوگوں سے مشورہ نہ کرے تو اس کو معزول کرنا واجب ہے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

خلیفہ کو معزول کرنے کے طریقے

پہلا طریقہ: موت

یعنی اگر خلیفہ اپنی موت مر جائے تو معزول ہو جاتا ہے، چناں چہ ''اهل الحل والعقد'' کو چاہیے کہ دوسرا خلیفہ مقرر کریں۔

دوسرا طریقہ: استعفاء

یعنی جب خلیفہ امت کا بوجھ نہ اٹھا سکتا ہو تو استعفاء دے دے۔اسی طرح اگر اس کے استعفے سے فتنہ ختم ہوتا ہو تو اس کا استعفاء دینا بہت بہتر ہے، جیسا کہ حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو اس لئے معزول کیا کہ مسلمانوں کا خون محفوظ ہو جائے۔ استعفاء دینے اور اس کے قبول کرنے اور قبول نہ کرنے میں مسلمانوں کی مصلحت کو دیکھا جائے اور اس کا اندازہ ''اهل الحل والعقد'' کو ہو سکتا ہے۔

حسن رضی اللہ عنہ نے استعفاء اس لئے دیا تھا کہ اس میں مسلمانوں کی مصلحت تھی اور وہ یہ کہ اس سے فتنہ ختم ہو گیا، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے استعفاء دیا تھا احتیاط اور تقوے کی وجہ سے اور اس لئے کہ شخصی عبادت کے لئے فارغ ہو جائیں، لیکن ان کا استعفاء مسلمانوں نے قبول نہیں کیا۔

تیسرا طریقہ: بائکاٹ اور نافرمانی

یعنی جب خلیفہ پر نصیحت اثر نہ کرے تو اس سے تعلقات ختم کئے جا سکتے ہیں تا کہ وہ عدل وانصاف شروع کرے یا وہ خود سے معزول ہو جائے اور یہ بہت ہی محفوظ اور پر امن طریقہ ہے، کیوں کہ اس میں خون ریزی نہیں ہے۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اپنی کتاب ''تکملة فتح الملهم ، کتاب الامارة'' میں کہتے ہیں کہ گناہ کے کاموں میں امیر اور امام کی تابعداری نہیں کی جائے گی، اگر مسلمانوں کے علاقوں میں اس پر عمل ہوتا تو اُن ہڑتالوں اور فساد کی ضرورت باقی نہیں رہتی جو کہ آج کل مسلمانوں کے علاقوں میں جاری ہیں۔اس کے ذریعے حکومتیں مجبور ہو جاتیں کہ زندگی کے ہر حصے میں شریعت کا نفاذ کر دیتیں۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

۴۔چوتھا طریقہ: تلوار اور مسلح جدوجہد

یہ ایک خطرناک طریقہ ہے، کیوں کہ یہ کبھی فتنوں کا سبب بھی بن جاتا ہے اور اس میں علماء کا اختلاف بھی ہے، جیسا کہ بعد میں یہ بات تفصیل سے بیان کی جائے گی کہ ظالم حکمرانوں کے مقابلے میں خروج ہے یا نہیں۔

امام کے خلاف خروج کا مسئلہ

یعنی ایک امام کے مقابلے میں جنگ کرنا اور مسلح جدوجہد کرنا۔ پھر حکام تین قسم کے ہیں:

۱۔عادل و باانصاف ۲۔کافر ۳۔ظالم وفاسق

پھر ظالم وفاسق کی دو قسمیں ہیں:

۱۔جس کا ظلم وفسق اس کی ذات سے متعلق ہو۔

۲۔جس کے ظلم وفسق کا نقصان رعیت تک پہنچتا ہو۔

یعنی اس کے ظلم کا تعلق رعیت کے مال، ان کے نفس اور دین وعزت سے ہو۔ جو حاکم عادل ہو تو اس کے مقابلے میں بالاتفاق خروج حرام ہے، کیوں کہ قرآو سنت میں امر ہے کہ 'اولوالامر' (حکام) کی تابعداری کرو اور جو حکام مرتد یا کافر ہو (جیسا کہ ہمارے زمانے کے اکثر حکام کافر اور مرتد ہیں) تو ان کے خلاف جب قدرت ہو تو بالاتفاق خروج فرض ہے اور اگر قدرت نہ ہو تو پھر بھی کوشش اور جدوجہد کرنا چاہئے تاکہ مسلمان اس کے پنجے سے آزاد ہو جائیں۔ عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

((الا ان تروا کفرا بواحا عندکم من اللہ فیہ برھان)) (بخاری ومسلم)

"مگر یہ کہ تم ایسا واضح کفر دیکھو کہ جس پر تمہارے پاس شرعی دلیل ہو۔"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واذا وقع من السلطان الکفر الصریح فلا تجوز طاعتہ فی ذالک بل تجب مجاھدتہ لمن قدر علیھا کما فی الحدیث (فتح الباری ص۷ جلد۱۳)

"جب حاکم واضح کفر کرے تو اس کی اطاعت جائز نہیں بلکہ اگر قدرت ہو تو اس سے جہاد فرض ہے۔"

پھر دوسری جگہ کہتے ہیں:

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

اى الحاكم ينعزل بالكفر اجماعا فيجب على كل مسلم القيام في ذالك فمن قوى على ذالك فله الثواب

ومن داهن فعليه الاثم ومن عجز وجبت عليه الهجرة من تلك الارض (فتح الباری ص ۱۲۳ جلد ۱۳)

''حاکم کفر کی وجہ سے بالاتفاق معزول ہو جاتا ہے اور ہر مسلمان پر اس کے خلاف کھڑا ہونا فرض ہے۔ جس کی قدرت و طاقت ہو وہ ثواب کا مستحق ہے اور جس نے سستی کی تو وہ گناہ گار ہے اور جس کی طاقت وقدرت نہ ہو تو اس پر ہجرت فرض ہے۔''

فاسق حاکم کا حکم

جو حاکم فاسق ہو تو اس کے خلاف خروج میں علماء کا اختلاف ہے۔ پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ فسق معزولی کا سبب ہے یا نہیں ،تو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ اس اختلاف پر مبنی فاسق حاکم کے خلاف خروج کا مسئلہ بھی اختلافی ہے۔ بعضے علماء خروج کو ناجائز اور بعضے واجب کہتے ہیں۔ لہذا پہلا مذہب صبر کا اور دوسرا تلوار کا ہے۔

اکثر ''اهل السنة والجماعة'' کا مذہب:

اکثر ''اهل السنة والجماعة'' کہتے ہیں کہ ظالم حاکم کے مقابلے میں خروج یعنی تلوار کا استعمال جائز نہیں ہے، جب تک ان کا ظلم واضح کفر تک نہ پہنچ جائے۔

یہ مذہب ان صحابہ کرام کا ہے جو کہ علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین اختلاف کے وقت فتنے سے ایک طرف ہو گئے تھے۔ یہی مذہب حسن بصری رحمہ اللہ ،امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور عام محدثینوں کا ہے۔ حتی کہ بعضے علماء نے اس پر اجماع کا دعوی بھی کیا ہے، جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے مسلم کی شرح میں، لیکن اجماع کا دعوی صحیح نہیں ہے کیوں کہ بعض اہلِ سنت اس کے خلاف ہیں۔

ان کے دلائل:

۱۔ یہ علماء ان حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں کہ جس میں 'اولوا الامر' کی اطاعت کرنے اور ان کے ظلم پر صبر کرنے کا حکم ہے، جیسا کہ علامہ دمیجی نے ''الامامة العظمى ص:۳۶۵'' میں مثال کے طور پر چھ شرطیں ذکر کی ہیں۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

۲۔ پھر یہ علماء ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں کہ جس میں مسلمانوں کے درمیان جنگ کی حرمت بیان کی گئی ہے اور فتنے کے دنوں میں جنگ سے منع یا گیا ہے۔ دمیجی نے اس کے لئے چار احادیث ذکر کی ہیں اور فتنے کے دنوں میں جنگ سے منع پر پانچ احادیث ذکر کی ہیں۔

۳۔ پھر ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں کہ جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالی اس دین کی تائید و مضبوطی فاجر و فاسق کے ذریعے بھی کرتے ہیں۔

۴۔ چوتھا استدلال ان صحابہ کے موقف سے کرتے ہیں کہ جنہوں نے فتنے کے دور میں جنگ سے توقف کیا تھا۔ اسی طرح سلف کے ان علماء کے موقف سے استدلال کرتے ہیں جو کہ اصل میں بنو امیہ تھے اور دور بنو عباس کا تھا۔ بنو امیہ کے حکام میں سے بعضے اگرچہ فساق اور ظالم تھے، جیسا کہ حجاج بن یوسف، بعضے علماء نے اس پر کفر کا فتوی بھی لگایا ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حجاج اللہ تعالی کا عذاب ہے، اس کو ہاتھوں سے دور نہ کرو بلکہ اللہ تعالی کے سامنے عاجزی کرو۔

سلف کے اکثر علماء اس کو عقیدے کے مسئلے میں ذکر کرتے ہیں کہ حکام سے جنگ اور ان کے خلاف خروج حلال نہیں۔

۵۔ پانچواں استدلال وہ اس بات سے کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے ظالم اور بدعتی حکام کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان کی حکمرانی کو مانتے تھے، اس پر پھر علامہ دمیجی نے مثالیں بیان کی ہیں۔

۶۔ چھٹا استدلال اس بات سے کرتے ہیں کہ اکثر صبر میں ضرر اور نقصان کم ہوتا ہے اور جنگ میں نقصان زیادہ ہوتا ہے، جیسا کہ قتل اور بدنظمی وغیرہ۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص محل بنائے اور شہر تباہ کرے۔

۷۔ ساتواں استدال اس بات سے کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تاریخ اسلامی کا مطالعہ کرے تو واقعات اور فتنوں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا صحیح نتیجہ نہیں نکلا بلکہ اس کی وجہ سے اور فتنے اور اختلافات پیدا ہوئے ہیں۔ اس کی پہلی مثال یہ ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا گیا اور ان سے مطالبہ کیا گیا کہ ہمیں حق چاہیئے، کیوں کہ عثمان رضی اللہ عنہ مال میں صحیح تصرف نہیں کرتے اور مناصب اپنے رشتہ داروں کو دیتے ہیں تو خوارج اور ان کے ہم خیال جمع ہو گئے اور انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا یہاں تک کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو اس سے کتنا انتشار اور بدنظمی پیدا ہوئی۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

دوسری مثال: جنگ جمل کے سرداروں نے کہا کہ ہمیں حق چاہئے، تواس کااثر یہ ہوا کہ خلافت ختم ہوگئی اور بنوامیہ کی بادشاہت شروع ہوگئی۔

تیسری مثال: حسین رضی اللہ عنہ نے خروج کیا لیکن اس سے کتنا غم ورنج پیدا ہوا۔

چوتھی مثال: مدینے والوں نے یزید کے خلاف خروج کیا تھا تواس سے ''حرے'' کا واقعہ پیش آیا کہ جس میں بہت سے صحابہ شہید ہوگئے اور مدینہ میں عام لوٹ مار ہوئی۔

پانچویں مثال: ابن الاشعث کے ساتھ قراء نے خروج کیا تواس سے کیا فائدہ ہوا۔

چھٹی مثال: زید بن علی کا واقعہ۔

ابوالحسن الاشعری کہتے ہیں کہ اہلِ بیت میں ۲۵ لوگوں نے خروج کی لیکن ان کو کوئی فائدہ نہ حاصل ہوا۔

بعض اہلِ سنت والجماعت کا مذہب

بعض ''اهل السنة والجماعة'' کہتے ہیں کہ ظالم حاکم کے مقابلے میں خروج یعنی تلوار کا استعمال فرض ہے، یعنی اگر ایک منکر اور ناجائز کام قوت اور تلوار کے بغیر نہ ختم ہو سکتا ہو تواس کو ختم کرنے کے لئے تلوار کا استعمال فرض ہے۔ یہی بعضے صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور بعض متاخرین کا قول ہے، یہی قول علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا اور اسی طرح عائشہ، طلحہ، زبیر اور ان کے ساتھیوں کا بھی ہے۔ اسی طرح بعض سلف بھی اسی کے قائل ہیں۔ دمیجی نے ان کے نام بھی نقل کئے ہیں۔

ان حضرات کے دلائل:

ان کے بھی بہت سے دلائل ہیں:

۱۔ اللہ رب العزۃ نے باغیوں سے قتال کا حکم دیا ہے، اگرچہ ان میں کفر بواح نہ بھی ہو۔

۲۔ ((من رأى منكم منكرا فليغيره بيده))

''جو شخص تم میں سے منکر دیکھے تواس کو چاہئے کہ اس کو ہاتھ سے منع کرے۔''

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

۳۔اسی طرح حذیفہ کی لمبی حدیث میں آتا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ جو خیر اللہ تعالیٰ مجھے دیں گے تو اس کے بعد شر ہوگا؟ جیسا کہ اس سے پہلے شر تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، تو میں نے پوچھا کہ '' فما العصمة من ذالك'' (اس سے بچاؤ کا طریقہ کیا ہوگا؟)، تو فرمایا: ''السیف'' (یعنی اس سے بچاؤ تلوار ہے۔)

۴۔اسی طرح بہت سی احادیث میں یہ آتا ہے کہ گمراہ حکام سے امت کو بہت خطرہ ہے۔ چناں چہ ایک حدیث میں آپ نے فرمایا کہ ''میں اپنی امت پر گمراہ حکاموں سے ڈرتا ہوں۔''، چناں چہ اس خطرے کو ختم کرنے کی کوشش فرض ہے۔

۵۔ان حضرات کی ایک دلیل علماء کا اجماع بھی ہے، جیسا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وایما طائفة انتسبت الی الاسلام وامتنعت عن بعض شرائع الظاهرة المتواترة فانه يجب جهادها باتفاق المسلمین

''ہر وہ جماعت جو اسلام کی طرف منسوب ہو اور وہ بعض ظاہر اور متواتر احکام سے رک جائے تو ان سے جہاد کی فرضیت پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔'' (مجموع الفتاوی ص:۳۵، ج:۲۸)

سلف کا موقف:

پہلے ہم نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ بہت سے سلف کا یہی موقف تھا۔ اس کے علاوہ بعض سلف عملاً ظالم حکمرانوں کے خلاف کھڑے ہوئے،، جیسا کہ حسین رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ۔ اسی طرح ابن الاشعث حجاج بن یوسف اور عبد الملک بن مروان کے مقابلے میں کھڑے ہوئے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بصرہ کے تمام فقہاء، قراء، شیوخ و جوانوں نے حجاج اور عبد الملک بن مروان کے معزول کرنے کے لئے ابن الاشعث کا ساتھ دیا تھا۔ یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ ان کے پاس ۳۳۳ شہسوار اور ایک لاکھ ۲۰ ہزار پیادے جنگ کے لئے نکلے تھے۔ (البداية والنهاية ص:۳۶، ج:۹) اور ان کے درمیان واقعہ ''دیر الجماجم'' پیش آیا ۸۲ھ میں۔ (البداية والنهاية ص۹۶، ج:۹)

اسی طرح ولید بن عبد الملک کے مقابلے میں لوگوں نے خروج کیا تھا، جن کا اس نے محصرہ کیا اور ان کو قتل کر دیا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ ولید نہ تو کافر تھا اور نہ زندیق بلکہ وہ شراب پیتا اور لواطت کرتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص:۲۵۱)

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

ائمہ اربعہ کا موقف

ائمہ ثلاثہ یعنی امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے اور ظالم حکمرانوں کے منکرات کے رد کے لئے تلوار استعمال کی جائے گی۔

امام ابو بکر جصاص حنفی رحمہ اللہ (لا ینال عهدی الظالمین) کی تفسیر میں کہتے ہیں:

وکان مذهبه (یعنی ابا حنیفة) مشهورا فی قتال الظلمة وائمة الجور

"امام ابو حنیفہ کا مذہب ظلم اور ظالم حکام کے خلاف مشہور ہے۔"

اوزاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

احتملنا اباحنیفه علی کل شئ حتی جاءنا بالسیف، یعنی قتال الظلمة فلم نحتمله

"ہم نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ ہر چیز میں برداشت کی یہاں تک کہ انہوں نے ہمیں تلوار یعنی ظالموں سے جنگ کا حکم دیا تو ہم اس کی برداشت نہیں کر سکتے۔"

زید بن علی نے جب بنو امیہ کے خلاف خروج کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ان کی مالی امداد کرتے اور لوگوں کو ان کی مدد اور ان کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کی فرضیت کے خفیہ فتوے دیتے اور جب زید بن علی نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس ایک شخص قاصد کے طور پر بھیجا اور ان کو دعوت دی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے قاصد سے کہا کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ لوگ ان کی مدد نہیں چھوڑیں گے اور ان کے ساتھ صدق دل سے کھڑے رہیں گے تو میں بھی ان کی تابعداری کرتا اور میں بھی ان کے ساتھ ان کے مخالفین کے خلاف جہاد کرتا، کیوں کہ یہ حقیقی امام ہیں، لیکن میں اس چیز سے ڈرتا ہوں کہ لوگ ان کا ساتھ چھوڑ دیں گے، جیسا کہ لوگوں نے ان کے والد کا ساتھ چھوڑ دیا تھا، البتہ میں اپنے مال سے ان کی امداد کروں گا کہ جس کی وجہ سے یہ اپنے مخالفین پر غالب ہو جائیں اور پھر قاصد کو یہ بھی کہا کہ ان کے سامنے میرا عذر تفصیل سے بیان کر دینا اور پھر دس ہزار ان کو بھیج دئے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ زید بن علی کے ساتھ جہاد کے لئے جانا غزوہ بدر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے جانے سے مشابہت رکھتا ہے۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ خود کیوں نہیں جاتے تو انہوں نے یہ عذر بیان کیا کہ میرے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں، یہ امانتیں میں نے ابن ابی لیلی کو پیش کیں تو انہوں نے قبول نہ کیں تو میں اس بات سے ڈر

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

گیا کہ اگر میں مارا گیا تو یہ امانتیں نامعلوم رہ جائیں گی اور اپنے مالکوں کو نہیں پہنچیں گی اور جب کبھی انہیں زید بن علی کے قتل کا وقت اور جگہ یاد آجاتی تو ان کو رونا آجاتا۔

اسی طرح محمد اور ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ نے منصور کے خلاف خروج کی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ لوگوں کو ابراہیم کا ساتھ دینے پر ابھارتے اور ان کی تابعداری کا حکم دیتے اور ان کے ساتھ غزوہ کرنے کو پچاس حجوں پر ترجیح دیتے۔

اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے حسن بن قحطبہ جو کہ منصور کے کمندانوں میں سے تھا، کو منع کیا کہ ابراہیم بن عبداللہ کے مقابلے میں نہ نکلو اور بعض کہتے ہیں کہ اسی وجہ سے منصور بادشاہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو زہر دیا تھا جس سے ان کا انتقال ہو گیا۔ (بحوالہ اسلام کا سیاسی اور اداری نظام ص: ۲۹۷، ج:۱)

ابو اسحاق الفزاری نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کہا کہ تم اللہ سے نہیں ڈرتے کہ میرے بھائی کو ابراہیم کا ساتھ دینے پر ابھارتے ہو؟ امام صاحب نے اسے جواب دیا کہ اس کی شہادت مجھے ایسی لگ رہی ہے جیسا کہ یہ بدر کے دن قتل کیا گیا ہے۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ بدر صغریٰ ہے۔

اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ نے لوگوں کو محمد بن عبداللہ بن حسن کی بیعت کا فتویٰ دیا تھا۔ انہوں نے ۱۴۵ھ میں خروج کیا تھا، لوگوں نے ان سے کہا کہ ہم نے منصور سے بیعت کی ہوئی ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ بیعت آپ لوگوں سے زبردستی لی گئی ہے اور زبردستی کی بیعت صحیح نہیں ہوتی۔ لہذا امام مالک رحمہ اللہ کے کہنے کی وجہ سے لوگوں نے ان سے بیعت کی اور امام مالک رحمہ اللہ گھر میں بیٹھ گئے۔ تفتازانی کہتے ہیں کہ یہی قول امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

جہاں تک امام احمد رحمہ اللہ کا تعلق ہے تو ان سے اس بارے میں مختلف روایات منقول ہیں جو کہ ''الامامۃ العظمی ص: ۴۹۶'' میں منقول ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ کے مذہب میں اکثر یہ بات ہے کہ ایک مسئلے میں ان سے مختلف روایات منقول ہوتی ہیں، البتہ ان کا مشہور قول یہی ہے کہ ظالم اور فاسق امام کے خلاف خروج جائز ہے۔

احمد بن نصر الخزاعی رحمہ اللہ نے عملاً واثق باللہ کے خلاف اس بات پر خروج کیا تھا کہ وہ بدعتی تھا اور یہ کہ اس کا خلق قرآن کا عقیدہ تھا۔ شیخ احمد رحمہ اللہ نے خفیہ بیعتیں کیں کہ ہم واثق اور اس کے ساتھیوں کی بدعتوں اور گناہوں کی مخالفت کریں گے ، لیکن آخر میں ان کا یہ منصوبہ ظاہر ہو گیا اور شیخ احمد بن نصر رحمہ اللہ کو شہید کر دیا گیا، جس پر بغداد کے لوگ سالوں غم زدہ رہے

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

،خصوصاامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ۔ان کا یہ قصہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ''البدایۃ والنہایۃ ص:۳۰۳، ج:۱۰''میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

دونوں مذاہب میں تطبیق:

بعض علماء ان دونوں مذہبوں میں تطبیق کرتے ہیں کہ صبر اس وقت واجب ہے کہ جب مسلمان فاسق یا ظالم حاکم کو دور کرنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں، یا قدرت تو رکھتے ہوں لیکن اس کو دور کرنے سے دیگر فتنے جنم لیتے ہوں اور مسلح خروج اس وقت ہو سکتا ہے کہ جب مسلمان فاسق یا ظالم حاکم کو دور کرنے پر قدرت رکھتے ہوں اور اس خلیفہ کو دور کرنے سے دیگر فتنے نہ جنم لیتے ہوں۔

ابن التین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

الذی علیه العلماء فی المراء الجور انه ان قدر علی خلعه بغیر فتنة ولا ظلم وجب والا فالواجب الصبر۔ (فتح الباری ص۶ جلد ۱۳ کتاب الفتن)

''ظالم حکام کے بارے میں علماء کی رائے یہ ہے کہ اگر بغیر کسی فتنے اور ظلم کے اس کو دور کرنے کی قدرت ہو تو اس کو دور کرنا واجب ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو صبر کرنا واجب ہو۔''

اسی طرح مسلمانوں کے مصالح اور مفاسد کو دیکھا جائے کہ اگر مصالح زیادہ ہوں تو خروج واجب ہے اور اگر مفاسد زیادہ ہوں تو صبر واجب ہے۔(بحوالہ اسلام کا سیاسی اور اداری نظام ص:۸۱۴،ج:۱)

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

دوسرا حصہ

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

ابو بکر بغدادی کی خلافت کی شرعی حیثیت

موجودہ وقت میں مجاہدوں کے درمیان اس بات پر ہر جگہ بحث جاری ہے کہ آیا ابو بکر بغدادی شرعی خلیفہ ہیں یا نہیں؟ اور پوری امت پر ان کی بیعت فرض ہے یا نہیں؟ اس پر ہم نے اپنے کمزور علم کے مطابق مطالعہ کیا اور معلومات بھی جمع کیں۔ پھر ہم اپنی کمزور کوششوں کی بنیاد پر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ابو بکر بغدادی نہ تو شرعی خلیفہ ہیں اور نہ ہی پوری امت پر ان کی بیعت فرض ہے۔ البتہ دیگر مجاہدوں اور رہبروں کی طرح اپنے مجموعے اور مجاہدوں کے جہادی امیر اور رہبر ہیں۔ جہاد کے میدانوں میں قربانی بہت زیادہ ہے، کفر کی آنکھ کا کانٹا ہیں اور موجودہ وقت میں پوری کفری دنیا ان سے لرزہ خیز ہے۔ لیکن پھر بھی نہ شرعی خلیفہ ہیں اور نہ ہی ان کی بیعت فرض ہے۔

دلائل اور وجوہات

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی پہلی وجہ:

بغدادی صاحب شرعی خلیفہ اس لئے نہیں ہیں کیوں کہ ان کی خلافت اور بیعت صحابہ کرام کے نظریہ کے خلاف ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہمارے لئے حق کا معیار ہیں۔ صحابہ کرام کے اس بارے میں تین قسم کے نظریے تھے اور بغدادی صاحب کی اعلان کی گئی خلافت ان تینوں میں سے ایک نظریے سے بھی موافق نہیں۔

پہلا نظریہ:

بعض صحابہ کرام کا نظریہ یہ تھا کہ خلافت کی مشروعیت اور اس کے قیام کے لئے پوری امت کا اتفاق شرط ہے، جیسا کہ ''مقدمہ ابن خلدون ص: ۱۱۱'' میں ہے کہ جب علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی جارہی تھی تو:

ومنهم من توقف حتى يجتمع الناس ويتفقوا على إمام كسعد وسعيد وابن عمر واسامه والمغيره وعبد الله بن سلام وقدامة بن مظعون وابو سعيد الخدری وكعب بن عجرة وكعب بن مالك والنعمان بن بشير وحسان بن ثابت ومسلمة بن مخلد وفضالة بن عبيد وامثالهم من أكابر الصحابة رضى الله عنهم

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

اس عبارت میں جن صحابہ کرام کے نام ذکر کئے گئے اور انہی کی طرح بعضے دیگر صحابہ کرام نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے توقف کر لیا اور بیعت نہ کی اور ان کا یہ نظریہ تھا کہ جب تک تمام لوگ متفق نہ ہو جائیں تو ہم بیعت نہیں کریں گے۔

بغدادی صاحب کی خلافت پر امت کی سواد اعظم تو کیا بلکہ جہادی امت کا سواد اعظم بھی متفق نہیں ہوا۔

اسی طرح امام شہاب الدین رحمہ اللہ ''نهاية الارب فی فنون الادب ص:۱۶۱، ج:۲۰'' میں کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کے لئے مالک بن کعب الھمدانی رضی اللہ عنہ دومۃ الجندل کے علاقے میں گئے اور وہاں لوگوں کو علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی دعوت دی تو وہاں کے لوگوں نے اس سے انکار کر دیا اور واضح طور پر ان سے کہہ دیا:

لانبايع حتى يجتمع الناس على امام فانصرف عنهم وتركهم

''ہم اس وقت تک بیعت نہیں کریں گے جب تک لوگ ایک امام پر جمع نہ ہو جائیں تو مالک رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے واپس ہو گئے اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔''

مالک رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ نہ کہا کہ تم لوگ باغی ہو، تم لوگوں نے واجب سے انکار کیا ہے اور تم لوگوں نے اتنی احادیثوں کے خلاف کیا ہے اور اگر تم لوگ مر گئے تو تمھاری موت جاہلیت کی موت ہو گی۔ یہ زمانہ خیر القرون کا زمانہ تھا، لوگوں کے پاس جانے والے بھی صحابی ہیں، بیعت کا مطالبہ بھی کسی معمولی ہستی کے لئے نہیں کیا جارہا اور مزید یہ کہ دومۃ الجندل کے رہائشی بھی صحابہ یا تابعین ہیں، پھر بھی ان کا نظریہ یہ تھا کہ اگرچہ آپ تشریف لائے ہیں، مطالبہ بھی علی رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کے لئے کر رہے ہیں لیکن ہماری رائے ان کے بارے میں یہ ہے کہ ابھی تک لوگوں کا ان پر اتفاق نہیں ہوا، تو وہ ایسے مشروع امام نہیں ہیں کہ ان سے بیعت واجب ہو۔

اسی طرح ''الكامل فی التاريخ'' میں کہتے ہیں:

وجاؤوا بسعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فقال له علی رضی اللہ عنہ بايع فقال لا حتى يبايع الناس وجاؤوا با بن عمر رضی اللہ عنہ قال لاحتی يبايع الناس

''سعد ابن ابی وقاص اور ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں نے علی رضی اللہ عنہ کو واضح جواب دیا کہ جب تک تمام لوگوں نے بیعت نہ کی تو ہم بھی بیعت نہیں کریں گے۔''

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

انہیں نہ کسی نے باغی کہا نہ تارکِ واجب اور نہ ہی خلافت کے موضوع پر وارد احادیث سے اعراض کرنے والا۔ نہ ہی علی رضی اللہ عنہ نے انہیں باغی کہا اور نہ یہ کہا کہ تم لوگ تارک واجب ہو اور اتنی اتنی احادیث کے مخالف ہو، اگر مر گئے تو موت جاہلیت کی موت ہو گی۔

محمد علی الصلابی اپنی کتاب ''خلافة عبد الله بن زبیر ص:۵۵'' کہتے ہیں:

و عند ماطلب ابن الزبیر من محمد بن الحنیفة و ابن عباس رضی الله عنهما المبایعة قالا حتی تجتمع لك البلاد و یتسق لك الناس

''عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم آپ سے اس وقت تک بیعت نہیں کریں گے جب تک علاقے کے اور لوگ آپ پر جمع نہ ہو جائیں۔''

ان کا نظریہ یہ نہیں تھا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان ہو گیا ہے، کافی علاقوں پر سلطہ بھی ہے اور اگر بیعت نہیں کریں گے تو اتنی اتنی احادیث کی خلاف ورزی ہو گی، باغی ہو جائیں گے، موت جاہلیت کی ہو گی، بلکہ ان کا نظریہ یہ تھا کہ خلافت کی مشروعیت اور قیام کے لئے امت کا اتفاق شرط ہے۔

بغدادی صاحب کی اعلان شدہ خلافت پر جہادی قوت کا ایک عشر بھی متفق نہیں ہے تو ان کی خلافت کیسے مشروع ہو سکتی ہے اور ان سے موافقت نہ کرنے والے کیسے باغی ہو سکتے ہیں۔

دوسرا نظریہ:

بعض صحابہ کرام کا مذہب یہ تھا کہ تمام ''اهل الحل والعقد'' کا اتفاق شرط ہے، یعنی ہر شہر میں جتنے بھی ''اهل الحل والعقد'' ہیں وہ سب اس پر متفق ہوں۔ ''مقدمه ابن خلدون ص:۱۱۱، ج:۱'' میں کہتے ہیں کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو لوگ شہروں میں تقسیم تھے، علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لئے حاضر نہ تھے اور جو لوگ حاضر تھے تو ان میں سے بھی بعض نے بیعت کی اور بعض نے توقف کیا اور کہا کہ جب تک لوگ ایک امام پر جمع نہ ہو جائیں اور متفق نہ ہو جائیں تو اس وقت تک ہم بیعت نہیں کریں گے، جیسا کہ پہلے بھی یہ بات گزر گئی ہے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

ورأى الآخرون ان بيعته لم تنعقد لافتراق الصحابة اهل الحل والعقد بالآفاق ولم يحضر إلّا القليل ولا تكون البيعة إلا باتفاق اهل الحل والعقد ولا تلزم بعقد من تولا ها من غيرهم أو من القليل منهم

”اور دیگر صحابہ کرام کا موقف یہ تھا کہ علی رضی اللہ عنہ کی بیعتِ خلافت ابھی تک منعقد نہیں ہوئی، کیوں کہ ”اهل الحل والعقد“ صحابہ کرام مختلف علاقوں میں تقسیم ہیں اور بہت کم لوگ حاضر ہیں اور بیعت ”اهل الحل والعقد“ کے اتفاق سے ہی منعقد ہوتی ہے اور خلافت ”اهل الحل والعقد“ کے علاوہ کسی اور کی بیعت اور موافقت سے قائم نہیں ہوتی اور نہ ہی بعضے ”اهل الحل والعقد“ کی بیعت سے قائم ہوتی ہے۔“

وذهب الى هذا معاويه و عمرو بن العاص وأم المؤمنين عائشه والزبير وابنه عبد الله وطلحه وابنه محمد وسعد وسعيد والنعمان بن بشير ومعاويه بن خديج ومن كان على رأيهم من الصحابة الذين تخلفوا عن بيعته على بالمدينة

”یہ مذہب معاویہ اور ان صحابہ کا تھا کہ جو مدینہ منورہ میں علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے پیچھے رہے۔“

تیسرا نظریہ: جمہور ”اهل الحل والعقد“ کا اتفاق شرط ہے

بعضے صحابہ کرام کے نزدیک جمہور ”اهل الحل والعقد“ کا اتفاق شرط ہے۔ اس تیسرے قول کے مطابق علی رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہوگئی تھی، کیوں کہ جمہور ”اهل الحل والعقد“ نے ان سے بیعت کرلی تھی، کیوں کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو ”اهل الحل والعقد“ مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے، سب بیعت کے لئے حاضر نہ تھے لیکن اکثر حاضر تھے جنہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی، جیسا کہ ابن خلدون کہتے ہیں:

فامّا واقعة على فان الناس كانوا عند مقتل عثمان متفرقين فى الأمصار فلم يشهدوا بيعة على والذين شهدوا فمنهم من بايع

اور جیسا کہ ”الانتصار فی الرد علی المعتزلة القدرية ص: ٩٠٠، ج: ٣“ میں کہتے ہیں:

قد ثبتت بيعة على وإمامته ببيعة الجمهور من الصحابه قبل ذالك وانقادواله وصارت له الشوكة بطاعتهم له

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

’’علی رضی اللہ عنہ کی بیعت اور امامت اول وقت سے ثابت ہو گئی، جمہور صحابہ کی بیعت سے اور انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کی امامت کو تسلیم کر لیا اور ان کی طاعت کے ذریعے علی رضی اللہ عنہ کو قوت و شوکت حاصل ہوئی۔‘‘

’’شبہات حول الصحابة ص:۱۱‘‘ میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وعلي بايعه اهل الشوكة وان كانوا لم يجتمعوا عليه كما اجتمعوا على من قبل لكن لا ريب أنه كان له سلطان وقوة بموافقة اهل الشوكة

’’علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اہلِ شوکت کی بیعت کے ذریعے قائم ہوئی، اگرچہ پہلے کی طرح سب ان پر متفق نہیں تھے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اہلِ شوکت کی بیعت سے ان کو قوت اور غلبہ حاصل ہوا تھا۔‘‘

چناں چہ قیامِ خلافت کے حوالے سے صحابہ کرام کی یہ مذکورہ تین قسمیں تھیں:

۱۔ پوری امت کا اتفاق

۲۔ تمام ’’اهل الحل والعقد‘‘ کا اتفاق

۳۔ جمہور ’’اهل الحل والعقد‘‘ کا اتفاق

بغدادی صاحب کی خلافت نہ تو امت کے اتفاق سے قائم ہوئی ہے، نہ جمیع ’’اهل الحل والعقد‘‘ کے ذریعے اور نہ ہی جمہور ’’اهل الحل والعقد‘‘ کے اتفاق سے، کیوں کہ آگے ہم اس بات کو تفصیل سے ذکر کریں گے کہ ’’اهل الحل والعقد‘‘ امت کے رہبر، علماء کرام اور مشہور و معتمد لوگ ہوتے ہیں۔

امت کے عالمی جہادی علماء کرام میں سے یا مشہور و معتمد شخصیات میں سے کسی نے بھی ان سے بیعت نہیں کی، ان کی بیعت کا فیصلہ صرف ان کے اپنے مجموعے کی شوریٰ نے کیا ہے جو کہ کوئی شہرت، کوئی اعتماد اور امت کی کوئی رہبری ان کو حاصل نہیں۔

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی دوسری وجہ:

بغدادی صاحب خلیفہ اس لئے نہیں ہیں کیوں کہ ان کی خلافت ’’اهل السنة والجماعة‘‘ کے عقیدے کے خلاف ہے، کیوں کہ ’’اهل السنة والجماعة‘‘ کا عقیدہ یہ ہے کہ خلافت قائم ہوتی ہے جمہور ’’اهل الحل والعقد‘‘ کی موافقت سے اور ’’اهل الحل والعقد‘‘ امت کے شان و شوکت اور قدرت والے لوگوں کو کہتے ہیں کہ جن کی موافقت اور بیعت

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

کے ذریعے خلافت کا مقصود حاصل ہوتا ہے جو کہ قدرت اور تمکین ہے، جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ خلافت کے انعقاد اور قیام کے لئے اکثر "اهل الحل والعقد" کا اتفاق شرط ہے جو کہ امت میں اہلِ قوت وشوکت ہوں اور کہتے ہیں کہ یہ "اهل السنة والجماعة" یعنی سنیوں کا عقیدہ ہے۔

"منهاج السنة النبوية ص:۳۶۳، ج:۱" میں کہتے ہیں:

واما قول الرافضى أن الامام بعد رسول الله ﷺ ابو بكر بمبايعة عمر برضاء اربعة فيقال له ليس هذا قول اهل السنة وان كان بعض أهل الكلام يقولون إن الامامة تنعقد ببيعة اربعة كما قال بعضهم تنعقد ببيعه اثنين وقال بعضهم تنعقد ببيعة واحد فليست هذه اقوال أئمة السنة بل الإمامة عندهم تثبت بموافقة اهل الشوكة عليها

"رافضی شیعہ جو یہ کہتا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے ذریعے چار لوگوں کی رضامندی سے خلیفہ اور امام ہو گئے تو یہ اہلِ السنۃ یعنی سنیوں کا قول نہیں ہے، اگرچہ بعضے متکلمین کا موقف ہے کہ امامت اور خلافت چار لوگوں کی بیعت سے منعقد ہو جاتی ہے، جیسا کہ بعضے متکلمین دو اور بعضے ایک کہتے ہیں۔ اس طرح کے اقوال سنیوں کے اماموں کے نہیں ہیں، بلکہ "اهل السنة والجماعة" کے ائمہ کے نزدیک خلافت ان لوگوں کی بیعت سے ثابت ہوتی ہے کہ جن کے ہاتھ میں طاقت اور قوت ہو۔"

پھر کہتے ہیں:

ولا يصير الرجل امامًا حتى يوافقه أهل الشوكة عليها الذين يحصل بطاعتهم له مقصود الإمامة

"کوئی شخص اس وقت تک امام اور خلیفہ نہیں ہو سکتا کہ جب تک اس امامت اور خلافت پر اس کے ساتھ اہلِ شوکت موافق نہ ہوں کہ جن کی موافقت اور اطاعت سے امامت کا مقصود حاصل ہوتا ہے۔"

اسی طرح ایک جگہ فرماتے ہیں:

فالامامة ملك وسلطان والملك لا يصير ملكًا بموافقة واحد ولا اثنين ولا اربعة الّا ان تكون موافقة هؤلاء تقتضى موافقة غيرهم بحيث يصير ملكًا بذالك ولهذا قال أئمة السلف من صار له قدرة وسلطان يفعل بهما مقصود الولاية فهو من اولى الأمر الذين امر الله بطاعتهم

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

’’خلافت اور امامت تو بادشاہی اور قوت کو کہتے ہیں اور بادشاہت ایک یا دو یا چار لوگوں کی موافقت سے نہیں حاصل ہوتی۔ البتہ اگر یہ لوگ (ایک، دو یا چار) ایسے لوگ ہوں کہ ان کی موافقت کے پیچھے دوسرے لوگوں کی ایسی موافقت ہو کہ جس سے کوئی شخص بادشاہ بنتا ہو تو پھر صحیح ہے۔ اسی وجہ سے ائمہ سلف نے فرمایا ہے کہ جس کو ایسی قدرت اور غلبہ حاصل ہو جائے کہ جس سے وہ امامت کا مقصود حاصل کر سکتا ہو تو یہ وہی ’اولی الامر‘ ہے کہ جس کی طاعت کا اللہ رب العزت نے حکم دیا ہے۔‘‘

حاصل:

چناں چہ شیخ الاسلام کے مطابق کوئی شخص اس وقت تک امام اور خلیفہ نہیں بن سکتا کہ جب تک اس سے شان و شوکت والے لوگ بیعت نہ کرلیں کہ جن کی بیعت خود اس بات کا تقاضی کرے کہ دیگر لوگ خود بخود اس سے راضی ہو جائیں، کیوں کہ ان کی رضا اور اتفاق سے یہ شخص اسلامی حاکم بنتا ہے۔ یہ ’’اهل السنة والجماعة‘‘ کے عقیدے میں شامل ہے کہ ایک شخص اس وقت تک امام نہیں بن سکتا جب تک کہ اس سے شان و شوکت والے لوگ بیعت نہ کرلیں کہ جن کی موافقت دیگر لوگوں کی موافقت سمجھی جاتی ہے اور امت میں جو جہادی شان و شوکت والے لوگ ہیں جو کہ اپنے پیچھے لاکھوں مجاہدین رکھتے ہیں اور انسانیت کی تاریخ میں خرق العادۃ اور خرق التاریخ قربانیاں دیتے ہیں، وہ بغدادی صاحب کی اعلان کردہ خلافت سے موافق نہیں ہیں۔ لہذا بغدادی صاحب خلیفہ نہیں ہیں اور نہ ہی ان کی خلافت قائم ہوئی ہے۔ یہ اہلِ سنت یعنی سنیوں کا عقیدہ ہے، جیسا کہ شیخ الاسلام نے فرمایا ہے۔

پھر ص: ۳۶۰، ج: ۱ میں کہتے ہیں کہ اگر بالفرض عمر رضی اللہ عنہ نے اور ایک جماعت نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی ہوتی اور دیگر صحابہ کرام نے نہ کی ہوتی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ امام نہ بنتے، بلکہ وہ جمہور صحابہ کرام کی بیعت سے امام بنے، جو کہ اہلِ قدرت تھے۔ اسی وجہ سے پھر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے رہنے سے کوئی نقصان نہ ہوا، جیسا کہ کہتے ہیں:

انما صار إماما ای ابو بکر بمبایعة جمهور الصحابة الذین هم اهل الشوکة والقدرة ولهذا لم تضر تخلف سعد بن عبادہ (ص ۵۳۱ جلد ۱)

لیکن بغدادی صاحب کی خلافت پر اکثر اہلِ شوکت و قدرت کی موافقت نہیں ہے۔

اسی طرح امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ’’منهاج السنة النبویة‘‘ میں کہتے ہیں:

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

لُابدّأن یباء الإمام اهل الشوکة ولا یصیر الرجل اماماً حتی یوافقه اهل الشوکة

''یہ بات ضروری ہے کہ امام سے بیعت اہلِ شوکت کریں اور اس وقت تک کوئی شخص امام اور خلیفہ نہیں ہو سکتا کہ جب تک اہل شوکت نے اس سے موافقت نہ کی ہو۔''

اسی طرح ''نظام الحکم فی الاسلام ص:۴۴۹'' میں محمد فاروق نبہان کہتے ہیں:

إن بیعة ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ تمت بعد مشاورة بین فضلاء القوم وعلماء هم ورؤساءهم وهم یسمون بأهل الحل والعقد

ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اس وقت پوری ہوئی کہ جب انصار ومہاجرین کے بڑوں میں مشورہ پورا ہوا۔اس قضیے میں دلالت ہے اس بات پر کہ خلیفۂ وقت کا تقرر وانتخاب وہ لوگ کریں گے جو کہ معاشرے میں بہترین ہو، مشہور ہوں، علماء ہوں، سردار ورہبر ہوں کہ جنہیں ''اهل الحل والعقد'' کہا جاتا ہے۔

بغدادی صاحب کی تقرری ایسی نہیں ہے، بلکہ مجاہدین کی جماعت میں جو مشہور بڑے اور رہبر ہیں، علماء ہیں، جنہوں نے معاصر عالمی جہادی نظریہ اور مقہورہ امت کو سکھایا، جن کے پیچھے لاکھوں مجاہدین، حامی ومددگار کھڑے ہیں، مثلاً ملا صاحب، ظواہری صاحب، مصعب عبدالودود الجزائر کے مجاہدین کے امیر، یمن میں القاعدہ کے امیر، صومال میں شباب المجاھدین کے امیر، تحریک طالبان پاکستان کے امیر، مالی کے مجاہدین کے امیر، قفقاز کے مجاہدین کے امیر، شرقی ترکستان (سنکیانگ)، فلپائن، انڈونیشیا اور ایران کے مجاہدین کے امراء، اسی طرح مشہور علامی جہادی علماء کرام، جیسا کہ امام الجہاد ابو محمد المقدسی، ابو قتادۃ الفلسطینی، عبداللہ المحسنی، ہانی السباعی، ابو منذر الشنقیطی وغیرہ۔ان میں سے کسی نے بھی بغدادی صاحب سے موافقت نہیں کی۔

اسی طرح امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ''منهاج السنة ص:۳۸، ج:۱'' میں خلافت اور رسالت کا فرق بیان کیا ہے۔خلفاء کی طاعت اہل شوکت کی موافقت پر موقوف ہے، یعنی خلیفہ کی بیعت اس وقت فرض ہوتی ہے کہ جب اہل شوکت اور قدرت اس سے موافق ہو جائیں، جبکہ رسول کی اطاعت اہل شوکت کی موافقت پر موقوف نہیں ہوتی۔، بلکہ رسول اللہ ﷺ کی طاعت ہر حال میں فرض ہے چاہے ایک شخص بھی ان سے موافق نہ ہو اور چاہے تمام لوگ ان کی تکذیب کریں، جیسا کہ

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

مکہ میں رسول اللہ ﷺ کی طاعت فرض تھی، اگرچہ مکہ میں ان کے ساتھ ایسے ساتھی اور امدادی نہیں تھے جو کہ رسول کی معیت میں جنگ کرتے۔

اسی طرح ''مختصر منہاج السنۃ ج:۲'' میں فرماتے ہیں: کہ وہ اجماع کہ جس پر کسی کی خلافت منعقد ہوتی ہے، وہ اہل شوکت کی موافقت ہے، اگرچہ یہ اہل شوکت زیادہ نہ بھی ہوں، البتہ ایسے ہوں کہ جن کی موافقت سے دیگر لوگ بھی موافق ہوتے ہوں تو ایسے اہل شوکت کی موافقت اور بیعت سے کسی شخص کی خلافت قائم ہو سکتی ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

هذا هو الصواب الذی علیه اهل السنة وهو مذهب الأئمة كاحمد وغیره وأمّا أهل الكلام فقدرها كل منهم بعدد وهي تقديرات باطلة

''یہ وہ حق عقیدہ ہے کہ جس پر ''اهل السنة والجماعة'' اور تمام ائمہ ہیں اور جہاں تک اہل کلام کا معاملہ ہے تو ان میں سے ہر ایک نے ایک ایک خاص عدد مقرر کیا ہے، تو یہ اندازے اور عدد مقرر کرنا باطل ہے۔ اصل چیز اور اہل سنت کا عقیدہ اہل شوکت کی موافقت ہے'' (مجموعة مؤلفات عقائد الرافضة ص۲۶۵ وكذا منهاج السنة ص:۲۵۱، ج:۸)

بغدادی صاحب کی اعلان کردہ خلافت پر اہل شوکت جو کہ جہادی امراء، عالمی جہادی علماء اور مشہور مسلمان ہیں متفق ہیں ہیں۔

اسی طرح امام ذہبی ''المنتقى من منهاج الاعتدال ص:۵۸'' میں فرماتے ہیں:

الإمامة تنعقد عندهم بموافقة اهل الشوكة الذين يحصل بهم مقصود الإمامة وهو القدرة والتمكين

'' ''اهل السنة والجماعة'' کا مذہب یہ ہے کہ خلافت اور امامت اہل شوکت کی موافقت سے قائم ہوتی ہے کہ جن کی موافقت سے امامت کا اصل مقصود یعنی قدرت اور تمکین حاصل ہوتی ہے۔''

اہل شوکت و قدرت مجاہدین میں شرقی ترکستان سے لے کر مغربِ اسلامی یعنی اندلس تک، بغدادی صاحب سے موافق نہیں ہیں۔

پھر ص:۵۴۷ فرماتے ہیں کہ خلافت کی صحت کے لئے جمہور اور اہلِ شوکت کی موافقت شرط ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

((علیکم بالجماعة فإن یدا لله علی الجماعة وعلیکم بالسواد الاعظم ومن شذ شُذ فی النار))

''لازم ہے تم پر جماعت، کیوں کہ اللہ عزوجل کا ہاتھ جماعت پر ہے اور لازم ہے تم پر سواد اعظم کا ساتھ، جو شخص جدا ہو گیا تو وہ جدا ہو جائے گا آگ میں۔''

بغدادی صاحب کی اعلان کردہ خلافت پر جمہور مسلمان اور سواد اعظم تو کیا ابھی تک بیسواں حصہ بھی ان پر متفق نہیں ہے اور ان پر اہلِ قدرت اور شوکت متفق نہیں ہیں۔

''الفقه الاسلامی وادلته ص:۲۹۴، ج:۸'' میں کہتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن اور حدیث اور اجماع سے عدد کے تعین پر کوئی دلیل نہیں ہے، یہ بات صرف اجتہادی ہے اور عدد کے تعین میں تکلف ہے۔ بیعت اس وقت منعقد ہوتی ہے کہ جب امت کی موافقت اور رضا حاصل ہو جائے۔

پھر ص:۳۰۰، ج:۸ میں کہتے ہیں:

والخلاصة أن اختيار الخليفه يتم اساسًا ببيعة اكثر المسلمين العامة

''حاصل یہ کہ خلیفہ کا انتخاب اس وقت پورا ہو گا کہ جب عام مسلمانوں کی اکثریت اس سے بیعت کرے۔''

چناں چہ اس سے معلوم ہوا کہ ایک بیعت کرنا ہے اور ایک بیعت کا پورا کرنا ہے، بیعت پوری اس وقت ہوتی ہے کہ جب امت کی رضامندی حاصل ہو جائے اور بغدادی صاحب کی اعلان کردہ خلافت پر اکثریت تو کیا امت کا سوواں اور ہزارواں حصہ بھی راضی نہیں ہے۔

''مجموعة مؤلفات عقائد الرافضة والرد عليها ص:۷، ج:۱۷۳'' میں ہے:

ومن المعلوم ان اهل السنة لاینازعون فی أنه کان بعض اهل الشوکة بعد الخلفاء الاربعة یولون شخصا وغیره اولی بالولایة منه

'' یہ بات معلوم اور واضح ہے کہ اہل سنت کا اس بات پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ بعض اہل قدرت خلفاء راشدین کے بعد کسی ایسے شخص کو خلیفہ مقرر کر دیتے تھے کہ اس شخص کے علاوہ کوئی دوسرا اس سے زیادہ حقدار ہوتا تھا۔''

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ''اهل السنة والجماعة'' کے نزدیک قیام خلافت کا دارومدار اہل شوکت کی موافقت ہے، اگرچہ وہ اہل شخص کی جگہ کسی ایسے شخص کو مقرر کر دیں کہ جس کی اہلیت پہلے کے مقابلے میں کم ہو۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

وقد كان عمر بن عبد العزيز يختار ان يولى القاسم بن محمد بعده لكنه لم يطق ذالك لان أهل الشوكة لم يكونوا موافقين على ذالك

''عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی یہ خواہش تھی کہ میرے بعد قاسم بن محمد خلیفہ ہو جائیں لیکن عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی یہ طاقت نہ تھی، کیوں کہ اس پر اہل شوکت کی موافقت ان کو حاصل نہ تھی۔''

اس سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خلافت کے قیام کے لئے اہل شوکت کی موافقت شرط ہے۔ عمر بن عبدالعزیز ایک نیک شخصیت ہیں، لیکن ان کے انتخاب پر قاسم بن محمد خلیفہ نہ بن سکے کیوں کہ اہل شوکت ان سے موافق نہیں تھے، چناں چہ بغدادی صاحب اہل شوکت کی موافقت کے بغیر کیسے خلیفہ بن سکتے ہیں۔

''فضائح الباطنيه ص: ۱۷۷'' میں امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ومدار جميع ذالك على الشوكة ولا تقوم الشوكة إلّا بموافقة الاكثرين من معتبرى كل زمان

''حاصل یہ کہ خلافت کا مدار قدرت پر ہے اور قدرت اس وقت آتی ہے کہ جب زمانے کے اکثر معتبر لوگ موافقت کریں۔''

یعنی جو لوگ مسلمانوں میں ایسے معتبر اور معتمد ہوں کہ ان کا فیصلہ اور انتخاب لوگوں کا فیصلہ اور انتخاب ہو (تو ایسے لوگوں کی موافقت مراد ہے)۔ بغدادی صاحب سے اکثر معتبر زمانہ، مجاہدین اور مسلمان تو کیا ان کا دسواں حصہ بھی موافق نہیں ہے۔

''الامامة العظمى'' میں علامہ دمیجی فرماتے ہیں کہ ہم ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے کو پسند کرتے ہیں، کیوں کہ ان کی رائے اس طریقے کے موافق ہے جو کہ خلفاء راشدین کے انتخاب میں اختیار کیا گیا اور وہ طریقہ یہ ہے کہ انہوں نے تمام ''اهل الحل والعقد'' کا ایک خاص عدد متعین نہیں کیا تھا۔ (بلکہ انہوں نے جمہور ''اهل الحل والعقد'' کا اتفاق اختیار کیا تھا۔)

یہی رائے محدثین میں سے محمد رءفت عثمان کی ہے جو کہ انہوں نے اپنی کتاب ''رئاسة الدولة فى الفقه الاسلامى ص: ۲۷۴'' میں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح دکتور فؤاد ''طرق اختيار الخليفة ص: ۱۹۳'' میں اور دکتور محمد فاروق النبھان ''نظام الحكم فى السلام ص: ۴۷۵'' میں اور دکتور محمد عمارۃ ''الاسلام و فلسفة الحكم ص: ۴۴۴'' میں ذکر کی ہے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

قاضی ابو یعلی حنبلی متوفی ۴۵۷ھ فرماتے ہیں:

فلا تنعقد الا بجمهور اهل الحل والعقد قال الامام احمد الامام الذی یجتمع قول اهل الحل والعقد علیه کلهم یقول هذا امام و ظاهر هذا أنها تنعقد بجماعتهم (الاحکام السلطانیة لابی یعلی ص ۲۳)

"خلافت صرف جمہور "اهل الحل والعقد" کی موافقت سے ہی قائم ہوتی ہے اور امام اہل السنۃ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شرعی امام اور خلیفہ وہ ہے کہ جس پر "اهل الحل والعقد" کا اتفاق ہو جائے اور سب کہیں کہ یہ امام ہے۔"

بغدادی صاحب کی اعلان کردہ خلافت پر جمہور تو کیا "اهل الحل والعقد" کا ثلث بھی متفق نہیں، کیوں کہ "اهل الحل والعقد" جہادی جماعتوں کے امراء، مشہور جہادی علماء ہیں اور وہ سب بغدادی صاحب کی اعلان کردہ خلافت سے موافق نہیں ہیں۔

"الوجیز فی فقه الخلافة ص: ۴۹" میں صلاح الصاوی اور محمد عبدہ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ خلافت جمہور "اهل الحل والعقد" کی موافقت سے قائم ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "اهل الحل والعقد" وہ مشہور علماء اور سردار ہیں کہ جن کی طرف لوگ عام مصلحتوں میں، کاموں اور حاجتوں میں رجوع کرتے ہیں اور محمد رشید رضا نے "المنار" میں محمد عبدہ کا قول نقل کیا ہے کہ "اهل الحل والعقد" کون ہیں، وہ کہتے ہیں:

إنهم هم الامراء والعلماء والحكام ورؤساء الجند وسائر الرؤساء والزعماء الذین یرجع الیهم الناس فی الحاجات والمصالح العامة (تفسیر المنار ص ۱۸۱ جلد ۵)

"یہ وہ امراء، علماء، حکام، لشکروں کے امراء اور باقی سردار اور بڑے ہیں کہ جن کی طرف لوگ اپنی حاجتوں اور عام مصلحتوں میں رجوع کرتے ہیں۔"

بغدادی صاحب کی خلافت پر ایسی شخصیات کی موافقت نہیں ہے کہ جو مجاہدین میں رہبر، مشہور علماء، جہادی اور عسکری جماعتوں کے امراء و کمندان ہوں۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی تیسری وجہ:

بغدادی صاحب خلیفہ نہیں بلکہ اپنے مجموعے کے جہادی امیر ہیں۔اس کی تیسری وجہ یہ ہے کہ ان کی بیعت خلفاءِ راشدین کی بیعت اور خلافت کے خلاف ہے اور وہ یہ کہ خلفاء راشدین کی بیعت اور خلافت پر پوری امت یا جمہور امت متفق اور رضا تھی۔ بغدادی صاحب کی اعلان کردہ خلافت پر نہ تو عام امت اور نہ ہی امت کے جمہور متفق ہیں اور نہ ہی جہادی امت اور جہادی امت کی اکثریت، کیوں کہ عالمی سطح پر جتنی بڑی بڑی جہادی جماعتیں اور مجموعے ہیں کہ جن کے لاکھوں مجاہدین اور انصار ہیں، وہ ان سے متفق نہیں ہیں۔ بغدادی کی خلافت کا اعلان ان کے اپنے جہادی مجموعے نے کیا ہے کہ جس کے وہ پہلے سے امیر تھے۔

خلیفہ اول صدیق اکبر کی خلافت پر پوری امت متفق تھی، جیسا کہ شیخ ناصر بن علی نے اپنی کتاب ''عقیدہ اہل السنہ والجماعۃ فی الصحابۃ ص:۵۲۶ ، ۵۵۰'' میں اس بات پر بحث کی ہے اور یہ عنوان قائم کیا ہے: ''بیان انعقاد الاجماع علی خلافتہ''یعنی یہ باب اس بارے میں ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر سب کا اتفاق اور اجماع تھا اور کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ سے کچھ تاخیر ہوگئی تھی،اس وجہ سے کہ ان سے مشورہ نہیں کیا گیا تھا،لیکن دوسرے دن علی اور زبیر رضی اللہ عنہما دونوں نے مسجد نبوی میں بیعت کی۔ پہلے دن سقیفہ بنی ساعدہ میں خواص کی یعنی انصار و مہاجرین میں سے اہل شوکت و قدرت کی بیعت ہوئی اور دوسرے دن مسجد نبوی میں پوری رضا اور پوری خوشی سے عمومی بیعت ہوئی اور پھر چھ مہینے کے بعد کہ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو علی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ تجدیدِ بیعت کی۔ چناں چہ شیعوں کی یہ بات صحیح نہیں ہے کہ ان دونوں نے بیعت نہیں کی تھی بلکہ ان دونوں نے بیعت کی تھی۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ اس پر سند نقل کرتے ہیں:

أجمع المهاجرون والأنصار على خلافة ابي بكر قالوا له يا خليفه رسول الله ﷺ

''مہاجرین وانصار سب نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کیا تھا اور ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو اس وقت تیس ہزار مسلمان تھے، سب نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کہا اور سب اس پر راضی تھے۔''

پھر ص:۵۵۵ میں حفظ ابن کثیر رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

قد اتفق الصحابة على بيعة الصديق حتى علي بن ابي طالب والزبير بن العوام

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

''تمام صحابہ کرام ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق تھے حتی کہ علی اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما بھی۔''

یحیٰ بن ابی بکر عامری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وقد كانت بيعته إجماعًا من الصحابه

'' ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت صحابہ کرام کے اجماع واتفاق سے ہوئی۔''

اسی طرح خلیفہ دوئم عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیعت اور خلافت پر بھی پوری امت متفق تھی۔ابن سعد ''الطبقات الکبری ص:۱۹۹، ج:۳'' میں اور ابن الاثیر ''اسد الغابۃ ص۶۶۶:، ج:۳'' میں کہتے ہیں کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا تو:

اشرف على الناس من كوّة فقال يا أيها الناس إني قد عهدت عهدًا افترضون به فقال الناس قد رضينا يا خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم

'' ابو بکر رضی اللہ عنہ بالاخانے سے ظاہر ہوئے اور فرمایا: اے لوگوں! میں نے اپنے بعد خلافت کی ذمہ داری کے لئے ایک شخص مقرر کیا ہے، کیا آپ لوگ اس پر راضی ہیں، تو لوگوں نے کہا کہ اے خلیفۃ الرسول ہم اس پر راضی ہیں۔''

ابن الاثیر اور ابن جریر کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا:

إني قد استخلفتُ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فاسمعوا له واطيعوا فقالوا سمعنا واطعنا (تاريخ الطبری ص۴۲۸ جلد ۳)

''میں نے تم پر عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا ہے، ان کے حکم کو سننا اور ان کے حکم کی تابعداری کرنا، تو انہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا اور ہم تابعدار ہیں۔''

عمر رضی اللہ عنہ کا انتخاب چند مراحل سے گزرا۔اول ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اصحاب الحل والعقد میں سے انصار ومہاجرین سے مشورہ کیا، جیسا کہ علامہ ابن الاثیر ''اسد الغابۃ ص:۶۶۴، ج:۳'' میں کہتے ہیں:

إستشار المسلمين في ذالك ۔۔۔۔۔ وشاور المهاجرين والانصار إن ابابكر نزل من مكانه واستفتى الناس بنفسه أترضون بمن استخلف عليكم

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

دوئم مرحلے میں عام لوگوں سے پوچھا، جیسا کہ دونوں میں روایتیں ہیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے نیچے اتر آئے اور لوگوں سے پوچھنا شروع کیا کہ اگر میں تم پر خلیفہ مقرر کروں تو تم لوگ راضی ہوگے، تو لوگوں کو تو معلوم ہی تھا کہ ان کو کون پسند ہے اور یہ بھی پتہ تھا کہ انصار و مہاجرین کے بڑوں سے کس کے بارے میں مشورے ہوئے ہیں۔

اور یہ بھی ان سے فرمایا:

فانی واللہ ماألوتُ من جھد الرأی ولا ولیتُ ذاقربة وإنی قد استخلفت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فاسمعوا له واطیعوا فقالو سمعنا واطعنا

''کہ اللہ کی قسم! میں نے اپنی طرف سے سوچ وفکر میں کوئی کمی نہیں چھوڑی اور نہ میں تم پر اپنے کسی رشتہ دار کو مقرر کروں گا، میں تم پر عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کروں گا، ان کا حکم سننا اور ان کی اطاعت کرنا، تو لوگوں نے جواب دیا کہ ہم حکم بھی سنیں گے اور اطاعت بھی کریں گے۔''

تیسرے مرحلے میں عمر رضی اللہ عنہ سے عام مسلمانوں کی بیعت بھی ہوگئی اور اسی بیعت کی بنیاد پر وہ مسلمانوں کے خلیفہ ہوئے، جیسا کہ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''منھاج السنة ص:۱۴۲'' میں کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ اس وقت خلیفہ ہوئے کہ جب عام لوگوں نے ان سے بیعت کی۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وصیت کو پورا نہ کرتے اور ان سے بیعت نہ کرتے تو وہ امام نہیں بن سکتے تھے۔

اسی طرح اسلام کے تیسرے خلیفہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیعت میں بھی تمام لوگ متفق تھے، جیسا کہ ''عقیدہ اھل السنة والجماعة ص:۶۶۵'' میں عنوان ہے: ''انعقاد الاجماع علی خلافته''یعنی عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع و اتفاق تھا اور پھر سلف کے اقوال نقل کئے ہیں:

۱۔ ابن ابی شیبۃ حارثہ بن مضرب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کی امارت میں ان کے ساتھ حج کیا، لوگوں کا اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کی ہے۔ یعنی حارثہ بن مضرب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عام لوگوں کا یہ تاثر تھا کہ ان کی رضا عثمان رضی اللہ عنہ پر ہے۔

۲۔ حافظ ذھبی قاضی شریک سے نقل کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے آخری عمر میں چھ لوگوں کی شوری بنائی تو انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ پر اتفاق کیا۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

۳۔ابن سعد ''الطبقات الکبری'' میں کہتے ہیں کہ جب عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو مہاجر و انصار نے فوج کے لشکروں کے کمندانوں نے اور تمام مسلمانوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کی، ان کی بیعت سے ایک شخص بھی پیچھے نہ رہا۔

پھر ص:۶۶۹ میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ تمام مسلمانوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کی، ان کی بیعت سے ایک شخص بھی پیچھے نہ رہا۔

اور پھر ص:۶۶۹ میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع واتفاق تھا اور کہتے ہیں:

عبد الرحمن بن عوف يجمع رأى المسلمين برأى رؤوس الناس واقياد هم جميعًا، واشتاتا، مثنى، وفردى، مجتمعين سرًّا و جهرًا حتى خلص الى النساء المخدرات فى حجابهن وحتى سأل الولدان فى المكاتب وحتى سأل من يرد من الركبان والاعراب إلى المدينة

''عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی رائے جمع کی، خواص و عوام سے، مختلف لوگوں سے، اجتماعی وانفرادی شکل میں، پوشیدہ اور ظاہر ان کی آراء معلوم کیں، حتی کہ پردوں میں عورتوں سے، مکاتب میں طلباء سے اور ان قافلوں اور مسافروں سے جو مدینہ منورہ میں آتے، ان سے بھی مشورے لئے۔''

''تاریخ طبری ص:۲۳۱، ج:۴'' اور ''البدایة والنهایة ص:۲۲۵، ج:۵'' میں کہتے ہیں:

دار عبدالرحمن ليا ليه يلقى أصحاب رسول الله ﷺ ومن فى المدينه من أمراء الأجناد واشراف الناس يشاورهم ولا يخلو برجل إلّا أمره بعثمان

''تین دن تک عبدالرحمن بن عوف پھرتے رہے، جہادی اور قومی سرداروں سے مشورے کرتے رہے، تو جس سے بھی مشورہ کرتے تو وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشورہ دیتا۔''

''منهاج السنة ص:۵۳۲، ج:۱'' میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

أقام عبدالرحمن رضی اللہ عنہ ثلاثًا حلف أنه لم يغتمض فيها بكبير نوم يشاور السابقين الأولين والتابعين لهم باحسان ويشاور أمراء الأنصار فأشار عليه المسلمون بولاية عثمان رضى الله وذكر أنهم كلهم قدموا عثمان رضی اللہ عنہ فبايعوه لا عن رغبة أعطاهم أيها ولا عن رهبة أخافهم بها

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

"عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تین دن گزارے اور وہ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ میں نے تین دن تک زیادہ نیند نہیں کی اور اکابر صحابہ کرام اور تابعین سے اور انصار کے سرداروں سے مشورے کرتے رہے، تو ان کو مسلمانوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کی ولایت کا مشورہ دیا۔ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سب لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو مقدم کیا۔ لہٰذا لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے نہ تو ان کو بیعت کی ترغیب دی تھی اور نہ ان کو ڈرایا تھا۔"

بخاری شریف میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا قول ان الفاظ میں نقل ہے:

إنی قد نظرت فی أمر الناس فلم أرهم يعدلون بعثمان رضی اللہ عنہ فبايعه عبدالرحمن وبايعه الناس والمهاجرون والأنصار وأمراء الأجناد والمسلمون

" میں سمجھ گیا کہ لوگ عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی اور کو اہل نہیں سمجھتے۔ چناں چہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان سے بیعت کی۔ پھر عسکری کمندانوں نے، انصار ومہاجرین نے اور عام مسلمانوں نے بھی عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔"

اسی طرح چوتھے خلیفہ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت اور خلافت پر بھی تمام لوگ متفق تھے، جیسا کہ "عقیدہ اہل السنة والجماعة فی الصحابة ص:٦٨٨" میں باب ذکر ہے: "الاجماع علی خلافة علی"، پھر کہتے ہیں کہ بہت سے علماء جیسا کہ امام اہل السنة احمد بن حنبل رحمہ اللہ، ابوالحسن الاشعری رحمہ اللہ اور ابونعیم الاصبھانی رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع نقل کیا ہے۔

جب خلیفہ ثالث عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو خلیفہ اول ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرح علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب بھی صحابہ کرام کی قوی جہتوں کی طرف سے ہوا، جو کہ مسلمانوں کی دو مضبوط قوتیں، انصار ومہاجرین تھے، جیسا کہ صاحب "الفقه الاسلامی ص: ١٦٧٧، ج:٨" میں لکھتے ہیں:

فبايعه كبار المهاجرين والانصار فی المدينة واهل الانصار والمصريون

" علی رضی اللہ عنہ سے مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی دونوں قوتوں یعنی مہاجرین وانصار کے بڑوں نے اور شہر کے لوگوں اور اہل مصر نے بیعت کی۔"

علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

لماقتل عثمان جاء الناس کلهم إلی علی رضی الله عنه اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم وغیرهم کلهم یقولون (أمیر المؤمنین علی) حتی دخلوا علیه داره فقالوا نبایعك فمد یدك فأنت أحق بها (أسد الغابه ص ۶۱۰ جلد ۳)

''جب عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے تو صحابہ اور دیگر مسلمان علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور سب نے کہا کہ ہاتھ پھیلائیں ہم آپ سے بیعت کریں گے۔''

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان سب لوگوں نے ان سے کہا:

لانجد إمامًا أحق بهذا الامر منك لاأقدمُ سابقة ولا أقرب من رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال لا تفعلو فان اکون وزیرًا خیرًا من أن أکون أمیرًا فقالوا لا والله ما نحن بفاعلین حتی نبایعك فقال ففی المسجد فان بیعتی لاتکون خفیا ولاتکون إلّا عن رضا المسلمین فلمّا دخل دخل المهاجرون والانصار فبایعوه ثم بایعه الناس

''ہم آپ کے علاوہ کسی اور کو اس ذمہ داری کے لئے اہل نہیں سمجھتے، کیوں کہ آپ سے پہلے اسلام لانے والا شخص اور رسول اللہ ﷺ کے آپ سے زیادہ نزدیک اور کوئی نہیں ہے۔ تو علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ ایسا نہ کرو، کیوں کہ مجھے وزیر بن کر رہنا امیر بن کر رہنے سے زیادہ پسند ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اللہ کی قسم جب تک ہم آپ سے بیعت نہیں کریں گے کچھ نہ کریں گے، تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر مسجد میں، کیوں کہ میری بیعت خفیہ نہ ہو گی اور مسلمانوں کی رضا سے ہو گی۔ چناں چہ جب علی رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو مہاجرین و انصار بھی داخل ہو گئے اور انہوں نے آپ سے بیعت کی تو پھر لوگوں نے بھی آپ سے بیعت کی۔''

''عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ فی الصحابۃ ص: ۶۶۱'' میں کہتے ہیں:

وقال عبد الملك الجوینی لایعبأ بقول من یقول أن امامة علی لم یحصل علیها الإجماع

''ایسے شخص کے قول کا کوئی اعتبار نہیں جو یہ کہتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی امامت اور خلافت پر اجماع واتفاق نہ تھا۔''

اسی طرح عبداللہ بن بطہ رحمہ اللہ بھی کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اتفاق تھا۔ پھر ص: ۶۶۶ پر حسن بصری رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

والله ماکانت بیعة علی إلّا کبیعة ابو بکر و عمر رضی الله عنهما

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

"علی رضی اللہ عنہ کی بیعت پر بھی ایسا ہی اتفاق تھا جیسا کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بیعت پر اتفاق تھا۔"

علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے اختلاف کی وجہ

پھر کہتے ہیں:

وان معاوية لم يقاتل عليًا على الخلافة ولم ينكر امامته وانما كان يقاتل من اجل اقامة الحد الشرعي على الذين اشتركوا في قتل عثمان مع ظنه أنه مصيب في اجتهاده ولكنه كان مخطئًا في اجتهاده ذالك فله أجر الاجتهاد فقط

"معاویہ رضی اللہ عنہ کی علی رضی اللہ عنہ سے خلافت پر جنگ نہ تھی اور نہ وہ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت سے منکر تھے، معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ شرعی حد کے قائم کرنے پر تھی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں پر حد قائم کی جائے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ گمان تھا کہ میں اپنے اجتہاد میں حق پر ہوں لیکن وہ اپنے اجتہاد میں خطاء پر تھے، معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے اجتہاد کا ثواب ملے گا۔"

اسی طرح عبدالملک الجوینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ومعاوية إن قاتل عليًا فانه لاينكر امامته ولايدعيها لنفسه وانما كان يطلب قتلة عثمان ظانًا أنه مصيب ولكنه كان مخطأً

"معاویہ رضی اللہ عنہ اگرچہ علی رضی اللہ عنہ سے حالت جنگ میں تھے لیکن وہ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت وامامت سے منکر نہیں تھے اور نہ خود سے خلافت کے مدعی تھے، بلکہ وہ علی رضی اللہ عنہ سے عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا مطالبہ کر رہے تھے اور یہ گمان کر رہے تھے کہ میں اس اختلاف میں حق پر ہوں لیکن وہ خطاء پر تھے۔"

پھر ص: ۲۰۷ میں فرماتے ہیں کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ جنگ صفین کے وقت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ آپ علی رضی اللہ عنہ سے کس بات پر جنگ کر رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! علی رضی اللہ عنہ آپ سے اور آپ کے والد سے پہلے ایمان لائے تھے اور آپ سے رسول اللہ ﷺ کے زیادہ نزدیک تھے، چناں چہ وہ سرداری کے زیادہ حقدار ہیں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب دیا:

أقاتله على دم عثمان وإنه آوى قتلته ------- ثم أنا اول من يبايعه من اهل الشام

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

''میں ان سے عثمان رضی اللہ عنہ کے خون پر اور اس بات پر جنگ کر رہا ہوں کہ انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو پناہ دے رکھی ہے، آپ دونوں چلے جائیں اور ہمارے لئے عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لے لیں تو میں اہلِ شام میں پہلا شخص ہوں گا جو ان سے بیعت کرے گا۔''

اس سے پتہ چلا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اور امامت کے قائل تھے اور بیعت کے لئے بھی تیار تھے لیکن تاخیر اور اختلاف کی وجہ یہ تھی کہ علی رضی اللہ عنہ کی صفوں میں عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں نے پناہ لے رکھی تھی۔ معاوی رضی اللہ عنہ ہ قصاص لینے میں جلدی کر رہے تھے اور علی رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ پہلے یہ افراتفری ختم ہو جائے اور معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہلِ شام بیعت کر لیں اور حالات مستحکم ہو جائیں تو عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لے لیں گے۔

پھر ص: ۷۰۸ میں ابن حزم رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ ام المؤمنین عائشہ، زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہم اور وہ لوگ جو کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کو باطل نہیں کہا اور نہ اس پر کوئی طعن و تشنیع کی اور نہ ہی کسی اور سے بیعت کی تھی۔

اسی طرح ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''الخلافة و الملك ص: ۷۲'' میں فرماتے ہیں:

و معاوية لم يدع الخلافة ولم يبايع له حين قاتل عليا و لم يقاتل علىٰ انه خليفة ولا أنه يستحق الخلافة

''معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہ خلافت کا دعوی کیا تھا اور نہ ان سے بیعت کی گئی تھی، جب ان کی علی رضی اللہ عنہ سے جنگ ہوئی تو انہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے نہ اس بات پر جنگ کی کہ میں خلیفہ ہوں اور نہ اس پر کہ میں خلافت کا حقدار ہوں۔''

''شرح المقاصد ص: ۲۸۲'' میں کہتے ہیں:

ونزاع معاويه لم يكن في إمامة على بل في أنه هل يجب عليه بيعته قبل الاقتصاص من قتلة عثمان

''معاویہ رضی اللہ عنہ کا علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت پر نہ تھا کہ ان کی خلافت و امامت سے منکر تھے بلکہ ان کا اختلاف اس بات پر تھا کہ ہم پر عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے قصاص سے پہلے بیعت واجب نہیں ہے۔''

''المواقف ص: ۶۲۲'' میں بھی یہی بات کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اجماع واتفاق تھا۔

''الانتصار في الرد على المعتزلة القدرية ص: ۹۰۰'' میں کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کی امامت و خلافت جمہور صحابہ کی بیعت سے ثابت تھی اور علی رضی اللہ عنہ کو قدرت و شوکت بھی اسی وجہ سے حاصل ہوئی تھی۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

''الانتصار للصحب والآل من افتراءات السماوی الضال ''میں کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کے دور میں جو فتنہ پیدا ہوا تھاتواس میں علماء کرام اور''اهل السنة والجماعة'' کے محققین کے نزدیک تین مسئلے ہیں:

پہلا مسئلہ:

ان کا اختلاف خلافت پر نہ تھا اور نہ ہی کسی نے اس کا دعوی کیا کہ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت نہیں قائم ہوئی اور نہ کسی نے یہ دعوی کیا کہ میں علی رضی اللہ عنہ سے خلافت کا زیادہ حقدار ہوں۔

دوسرا مسئلہ:

ان کا اس بات پر اتفاق تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لینا فرض ہے، البتہ اختلاف تاخیر اور جلدی میں تھا۔

تیسرا مسئلہ:

صحابہ کرام کے درمیان اگرچہ اختلاف تھا لیکن وہ ایک دوسرے پر دین کے بارے میں تہمت نہ لگاتے، ہر جماعت یہ کہتی کہ میرا مخالف اجتہاد اور تاویل کر رہا ہے اور اپنے مخالف کی فضیلت اور صحابیت کا اقرار کرتے۔

''مؤلفات الشیخ احسان الٰهی ظهیر شهید ص:۴۰، ج:۱'' میں ہے کہ تمام مؤرخینوں کا اس پر اتفاق ہے کہ علی رضی اللہ عنہ و معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں پر تھا، معاویہ رضی اللہ عنہ کا گمان تھا کہ علی رضی اللہ عنہ سے کوتاہی ہو رہی ہے ، کیوں کہ علی رضی اللہ عنہ پر قاتلوں سے قصاص لینا فرض ہے اور ان کا یہ گمان تھا کہ قصاص بیعت سے پہلے ہے، معاو رضی اللہ عنہ یہ ولی الدم تھے تو قصاص کا اختیار ان کو حاصل تھا، کیوں کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے (چچا کے بیٹے) اور علی رضی اللہ عنہ کا موقف یہ تھا کہ معاویہ پر بیعت میں تاخیر ناجائز ہے اور فورا بیعت کرنا ان پر واجب ہے۔ چناں چہ جب جمہور''اهل الحل والعقد'' کی بیعت کے ذریعے خلافت قائم ہو گئی تو اپنی شرعی خلافت کی رٹ کو قائم کرنے کے لئے اہلِ شام پر علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ پر جنگ کا اقدام کیا۔

دکتور ابراہیم ''طعنة فی قلب علی ص:۲۹ ''میں کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت پر مہاجرین وانصار کے اکابر صحابہ کرام سب متفق تھے اور تمام اسلامی شہر اور علاقے ان کے تابع تھے، جیسا کہ حجاز، یمن، فارس، خراسان، مصر، افریقہ، جزیرہ، آذر بائیجان، ہند، سند اور نوبہ۔ ان کی بیعت سے صرف شام والوں نے انکار کیا تھا۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

''اور وہ امت کے آدھے بلکہ چوتھائی حصے کو بھی نہیں پہنچتے تھے۔''

علی رضی اللہ عنہ کی حکومت روم کے پول سے لیکر یمن تک اور افغانستان سے لیکر شمالی افریقہ تک تھی، صرف شام ان کے ساتھ نہ تھا۔یہی مضمون ''خلافت و ملوکیت ص:۱۳۰'' پر بھی ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ خلفاء راشدین کی بیعت پوری امت کی رضا اور اتفاق سے ہوئی تھی اور بغدادی صاحب کی اعلان کردہ خلافت پر پوری امت کی رضا اور اتفاق نہیں ہے۔

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی چوتھی وجہ:

چوتھی وجہ یہ ہے کہ شرعی خلیفہ وہ ہوتا ہے کہ جس کو پوری امت کی دینی اور دنیوی عمومی سرداری حاصل ہو اور بغدادی صاحب کو پوری امت کی دینی اور دنیوی عمومی سرداری تو کیا انہیں تو ابھی تک اس سرداری کا ہزارواں حصہ بھی حاصل نہیں ہے۔یہ بات خلیفہ اور خلافت کی تعریف سے بھی معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ ''مآثر الانافۃ فی معالم الخلافۃ ص:۵، ج:۱'' میں ہے:

وهی الولاية العامة على كافة الأمة والقيام بأمورها والنهوض باعبائها

''خلافت پوری امت کی عمومی سرداری اور اختیار کو کہتے ہیں اور یہ کہ کوئی انسان امت کی ذمہ داریوں اور کاموں کا بوجھ اٹھائے۔''

بغدادی صاحب کو پوری امت پر عمومی سرداری اور اختیار تو کیا جہادی جماعتوں کے ایک عشر پر بھی اختیار حاصل نہیں ہے۔چناں چہ یہ خلافت کا دعوی بے حیثیت ہے اور ابھی تک خلافت نہیں قائم ہوئی۔البتہ خلافت کے قیام کے لئے جو جہادی جماعتیں عالمی سطح پر جہاد کر رہی ہیں بغدادی صاحب ان جماعتوں کے امراء میں سے ایک جماعت کے امیر ہیں۔

''نظام الحکومۃ النبویۃ ص۷۹، ج:۱'' میں خلافت کی یہ تعریف کی گئی ہے:

هی الرياسة العظمىٰ والولاية العامة الجامعة القائمة بحراسة الدين والدنيا

''یہ وہ بڑی سرداری اور عمومی اور جامع اختیار اور قدرت ہے کہ جو دین و دنیا دونوں کی حفاظت کرے۔''

بغدادی صاحب کو امت کے ہزاروے حصے پر بھی اختیار نہیں حاصل کہ ان کے دین و دنیا کی حفاظت کر سکیں۔ علامہ تفتازانی کہتے ہیں:

رئاسة عامة فی أمر الدین والدنیا خلافة عن النبی ﷺ

"خلافت اس عمومی سرداری کو کہتے ہیں جو کہ دین و دنیا میں رسول اللہ ﷺ کی نیابت میں حاصل ہو۔"

بغدادی صاحب کو امت کی عمومی سرداری نہیں حاصل۔ امت تو کیا انہیں تو ابھی تک مجاہدین کی اکثریت کی امارت بھی حاصل نہیں ہے۔ لہذا ان کا خلافت کا دعوی غلط ہے۔ امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ھی رئاسة عامة فی الدین والدنیا لشخص واحد من الاشخاص

"خلافت کہتے ہیں: کسی شخص کو دین و دنیا کی عمومی سرداری حاصل ہو جانا۔"

بغدادی صاحب کو یہ نہیں حاصل، کیوں کہ جس علاقے میں ان کا مجموعہ مصروف جہاد ہے اس میں ان کا مجموعہ حالت جنگ میں ہے اور ابھی تک جنگ کی جیت اور ہار کا کچھ پتہ نہیں ہے، کیوں کہ یہ منطقہ عالمی صلیبی صہیونی رافضی اتحاد کی طرف سے فضائی اور زمینی حملوں کی زد میں ہے، جنگ میں مجاہدین کو فتح اس وقت ملے گی کہ جب ان پر فضائی اور زمینی حملے بند ہو جائیں اور وہ پر امن فضا میں اپنا نظام بنا سکیں یا مستحکم کر سکیں اور اس علاقے کے رہائشیوں کو مجاہدین ان کے حقوق دے سکیں، یعنی ان کے دین و دنیا کی حفاظت کے قابل ہو جائیں۔ اس میں سے ابھی تک کچھ بھی یقینی نہیں ہے، کیوں کہ جنگی صورت حال ہے۔

شیخ رشید رضا "الخلافة ص: ۱۷" میں کہتے ہیں کہ خلافت کی تعریف کے دیگر اقوال بھی موجود ہیں، البتہ سب کا مقصد ایک ہی ہے، یعنی خلافت دین و دنیا کی بڑی سرداری اور قدرت و اختیار کو کہتے ہیں۔

علامہ جرجانی رحمہ اللہ نے خلافت کی تعریف اس طرح کی ہے:

ھو الذی له الریاسة العامة فی الدین والدنیا جمیعًا

"امام اور خلیفہ اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کو دین و دنیا دونوں کی عمومی سرداری حاصل ہو۔"

بغدادی صاحب کو عمومی تو کیا، ان کو تو مجاہدین جو کہ امت کے اخص الخواص ہیں، کی سرداری بھی حاصل نہیں ہے، سوائے اپنی تنظیم اور جہادی مجموعے کے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی پانچویں وجہ:

پانچویں وجہ یہ ہے کہ شرعی خلیفہ اسے کہتے ہیں کہ جس کی تقرری تین شرعی طریقوں میں سے ایک طریقے سے ہوئی ہو:

۱۔ایک یہ کہ خلیفہ کا تقرر" اهل الحل والعقد" کریں، پھر اس میں بھی دو طریقے ہیں،ایک یہ کہ اس" اهل الحل والعقد" کا تعین پچھلے خلیفہ نے کیا ہو، جیسا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے انتخاب کے وقت ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے چھ مشہور اور معزز صحابہ کرام جو کہ 'مشہود لہ الجنۃ' تھے، کی شوریٰ بنائی کہ جس میں عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم تھے۔

" اهل الحل والعقد" کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پچھلے خلیفہ نے" اهل الحل والعقد" کا تقرر نہ کیا ہو جیسا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کا انتخاب اس شوریٰ نے نہیں کیا تھا کہ جو پہلے سے مقرر ہو، لیکن جنہوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی تھی وہ" اهل الحل والعقد" تھے، کیوں کہ اس دور کے مسلمانوں کی دو طاقتوں یعنی انصار و مہاجرین کے سردار تھے، جن کی موافقت اور رضا پوری امت کی رضا تھی، کیوں کہ ان دونوں پر امت کو اعتماد حاصل تھا۔

بغدادی صاحب کا انتخاب" اهل الحل والعقد" نے نہیں کیا، کیوں کہ " اهل الحل والعقد" میں وہ علماء، سردار اور معزز لوگ داخل ہوتے ہیں کہ جو امت میں اتنے معتمد ہوتے ہیں کہ ان کے فیصلے پر امت راضی ہوتی ہے اور جو شوکت اور طاقت والے ہوتے ہیں کہ ان کی موافقت سے خلافت کا مقصد یعنی قدرت اور تمکین حاصل ہوتی ہے۔" اهل الحل والعقد" کے علاوہ کسی اور کی بیعت کا کوئی اعتبار نہیں۔ جیسا کہ امام رملی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وأمّا بيعة غير اهل الحل والعقد فلا عبرة لها (نهاية المحتاج ص ۴۱۵ جلد ۷)

" الموسوعة الفقهية الكويتية ص:۱۱۵، ج:۷" میں" اهل الحل والعقد" کی تعریف کرتے ہیں:

يطلق لفظ أهل الحل والعقد على أهل الشوكة من العلماء والرؤساء ووجوه الناس الذين يحصل لهم مقصود الولاية وهو القدرة والتمكين وهو مأخوذ من حل الامور وعقدها

" " اهل الحل والعقد" کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے کہ طاقت والے ہوں، علماء یا سردار ہوں کہ جن کی بیعت کی وجہ سے خلافت کا مقصد حاصل ہو، جو کہ قدرت، کنٹرول اور رٹ ہے۔"

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

بغدادی صاحب کو ان لوگوں کی موافقت نہیں حاصل کہ جو مجاہدین میں طاقت والے ہوں، مشہور جہادی امراء ہوں، جہادی مشہور علماء ہوں۔ اسی وجہ سے انہیں ابھی تک جہادی صفوں میں قدرت، طاقت اور رٹ حاصل نہیں ہوئی۔ بغدادی صاحب صرف ایک جہادی مجموعے کے امیر ہیں جو کہ فی الحال حالت جنگ میں ہے۔

"فتاوی قاضی خان بر حاشیہ عالمگیری ص: ۵۸۴، ج: ۳ "میں کہتے ہیں:

ویعتبر فی المبایعة اشرافهم واعیانهم

"خلافت کی بیعت میں اعتبار عزتمند اور مشہور لوگوں کا ہے۔"

بغدادی صاحب کی اعلان کردہ خلافت کی بیعت اس سے محروم ہے، اس لئے ان کی خلافت منعقد نہیں ہوئی۔

"تنویر الابصار متن الدر المختار شامی باب البغات ص: ۴۲۸، ج: ۳ "میں بھی یہی بات کہتے ہیں:

ویعتبر فی المبایعة مبایعة اشرافهم واعیانهم

بغدادی صاحب نے جب اپنی خلافت کا اعلان کیا تھا اس وقت امت کے مشہور رہبر اور سرداروں میں سے ان سے کسی نے بھی بیعت نہیں کی تھی اور اب بھی ایسی ہی صورت حال ہے، تو "اهل الحل والعقد" کی موافقت کے بغیر کوئی کیسے خلیفہ بن سکتا ہے؟

"البحر الرائق باب البغات ص: ۱۵۲، ج: ۵ "میں کہتے ہیں:

ویعتبر فی المبایعة مبایعة اشرافهم واعیانهم

بغدادی صاحب سے امت کے مشہور جہادی امراء تک نے بیعت نہیں کی اور نہ ان سے موافق ہیں۔

"الموسوعة الفقهية ص: ۱۱۵، ج: ۷ "میں کہتے ہیں:

المستقرئ لحوادث التاريخ يجد ان هناك فرق بين اهل الشورى واهل الحل والعقد إذ الصفة البارزة في اهل الشوری هي العلم لكن الصفة البارزة في اهل الحل والعقد هي الشوكة

"جب انسان تاریخی واقعات کو دیکھتا ہے تو اس کو عام شوری اور "اهل الحل والعقد" کی شورا کے درمیان فرق معلوم ہوتا ہے کہ عام شوری کی امتیازی صفت علم ہے کہ اس کے افراد میں علم لازمی ہونا چاہئے اور جو شوریٰ حل و عقد کرے اور عزل و نصب کرے تو اس میں امتیازی صفت طاقت اور شوکت ہے۔"

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

پھر اس کی مثال پیش کرتے ہیں کہ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں حاضر ہوئے:

ولم یکن بشیر من اھل الفتوی من الصحابہ ولکنہ کان مسموع الکلمۃ فی قومہ الخزرج

''بشیر بن سعد علماء اور اہل فتوی صحابہ میں سے نہ تھے، لیکن اپنی قوم خزرج میں ایسی شان وشوکت والے تھے کہ ان کی بات سنی جاتی تھی۔''

جیسا کہ آج کل ملا صاحب، ایمن الظواہری، عبد الحق امیر شرقی ترکستان، صومالی مجاہدین کے امیر، مالی مجاہدین کے امیر، چیچن مجاہدین کے امیر، لیبیا مجاہدین اور تحریک طالبان پاکستان اور پاکستان کے دیگر مجموعات کے امراء، شام کی جہادی جماعتوں کے امراء، خاص طور پر شام میں القاعدہ کی جماعت 'جبھۃ النصرۃ'، القاعدہ یمن کے امیر، فلپائن ابو سیاف گروپ، انڈونیشین مجاہدین کے امیر، اسلامی تحریک ازبکستان کی جماعت۔ ان کے علاوہ مشہور جہادی علماء کرام جو کہ ہم بعد میں ذکر کریں گے، یہ سب ان سے موافق نہیں ہیں۔

اسی طرح ''مآثر الانافۃ ص:۲۳'' میں بھی کہتے ہیں کہ ''اھل الحل والعقد'' کسی کہتے ہیں؟

العلماء والرؤساء وسائر جوہ الناس

''یعنی علماء، سردار اور لوگوں میں سے مشہور شخصیات۔''

بغدادی صاحب کی تقرری جنہوں نے کی ہے وہ نہ مشہور جہادی اکابر ورہنما ہیں اور نہ ہی مشہور جہادی یا امت کے معتمد علماء ہیں۔ خلافت کے قیام کے لئے عالمی سطح پر جہادی شخصیات ان سے موافق نہیں ہیں۔ شرقی ترکستان یعنی سنک یانک سے لیکر مالی اور مراکش تک لاکھوں مجاہدین اس عالمی طاغوتی نظام کے خلاف کئی سالوں سے مصروفِ جہاد ہیں۔ یہ بڑے بڑے جہادی محاذ ہیں، اگر ایک محاذ پر دشمن کمزور ہوتا ہے تو یہ صرف اسی محاذ کے مجاہدین کا کمال نہیں ہے، بلکہ یہی دشمن دوسرے محاذوں پر بھی مصروف جنگ ہے۔ لہذا کسی نہ کسی جگہ پر تو ضعف ضرور ظاہر ہوگا۔ مثلاً اگر یہ عالمی صہیونی صلیبی اتحاد مستقبل قریب میں خراسان کے محاذ پر شکست کھا جائے تو یہ صرف اسی محاذ کے مجاہدین کا کمال نہ ہوگا بلکہ یہی دشمن صومال میں بھی حالت جنگ میں ہے، یمن میں، عراق وشام میں، مالی، وسطی ایشیا، چینی ترکستان اور قفقاز میں بھی حالت جنگ میں ہے، تو جب پوری امت کے لئے قیادت کا انتخاب ہوگا تو یہ بھی صرف ایک حلقے اور محاذ کا حق نہیں ہے کہ اس محاذ کی شوری اپنے قائد اور امیر کے لئے تمام محاذوں اور امت کی امارت اور خلافت کا اعلان کردے اور دیگر محاذوں کی قیادتوں سے مشورہ

بھی نہ کرے اور ان کی رضا بھی اس میں نہ ہو۔ مثلاً تحریک طالبان پاکستان کی قیادت شہید ہو جائے یا مستعفی ہو جائے اور باجوڑ حلقے کی شوری علاقائی مسئول کے لئے پوری تحریک کی سطح پر امارت کا اعلان کر دے اور دیگر حلقوں سے کہے کہ تم پر بیعت، سمع وطاعت واجب ہے۔ جس طرح یہ ایک مشروع امیر نہیں ہو سکتا تو بالکل اسی طرح جب پوری امت کے لئے کسی کو امیر مقرر کیا جائے اور ایک مقامی حلقہ جو کہ مرکز کی ایک شاخ ہو، اس کی شوری اپنے مقامی مسئول کو پوری امت کے قائد کے طور پر اعلان کر دے، جیسا کہ القاعدہ عراق کی سابقہ شاخ دولۃ العراق الاسلامیہ نے اپنے سابقہ علاقائی مسئول کو پوری امت کے قائد کے طور پر اعلان کر دیا اور اس میں نہ تو عالمی جہاد کی اہل شوکت شخصیات سے مشورہ کیا اور نہ وہ اس پر موافق ہیں، تو یہ بھی مشروع قیادت نہیں ہو سکتی۔

''نھایۃ المحتاج ص:۳۹۰، ج:۷'' میں کہتے ہیں:

اھل الحل والعقد بانھم العلماء والرؤساء ووجھاء الناس

بہر حال پچھلی تعریفوں سے معلوم ہوا کہ ''اھل الحل والعقد'' ہر کوئی نہیں ہو سکتا بلکہ وہ شخص ہو سکتا ہے کہ جس میں کچھ خاص صفات ہوں، خصوصاً ان کے پاس قدرت ہو مسلمانوں پر، مسلمانوں میں ان کی بات چلتی ہو، لوگ ان پر متفق ہوتے ہوں اور ان کی رضا میں لوگوں کی رضا ہو۔ مسلمانوں اور مجاہدین میں جس کے پاس قدرت ہے اور جن کا جہادی جماعتوں پر اثر ہے اور جن کی رضا تمام مجاہدین کی اور راسخ العقیدہ مسلمانوں کی رضا ہے، وہ نہ بغدادی صاحب سے موافق ہیں اور نہ انہوں نے بغدادی صاحب کو منتخب کیا ہے۔ جن لوگوں نے ان کو منتخب کیا ہے وہ صرف اپنے جہادی مجموعے میں بااثر اور باقدرت ہیں۔ لہذا وہ اپنے مجموعے کے لئے امیر اور رہبر مقرر کر سکتے ہیں، لیکن جب پوری امت کے لئے قیادت اور رہبر مقرر کرنا ہوگا تو یہ کام وہ لوگ کر سکتے ہیں کہ جن کا پوری امت پر اثر ہو یا ان کے مجموعے کا پوری امت پر اثر ہو۔

عالمی جہادی محاذوں میں بعض شخصیات ایسی ہیں کہ جن کا پوری امت پر اثر ہے اور وہ پوری امت میں مشہور اور سردار کی حیثیت رکھتے ہیں، جیسا کہ ملا صاحب اور ظواہری صاحب۔ بعض شخصیات ایسی ہیں جو کہ مقامی سطح پر بااثر اور باقدرت ہیں، جیسا کہ مختلف جہادی محاذوں کے امراء، بغدادی صاحب کی خلافت پر ایک قسم بھی موافق نہیں ہے۔ شیخ رشید رضا ''الخلافۃ ص:۱۸'' میں کہتے ہیں کہ ''اھل الحل والعقد'' کے نام سے ہی پتہ چلتا ہے کہ یہ امت کے سردار ہونے چاہئیں اور چاہیے کہ یہ امت میں مرتبے اور اعتماد والے ہوں، تاکہ جس کا یہ انتخاب کریں تو امت ان کی بات مانے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

علامہ سعد الدین تفتازانی ''شرح المقاصد ''میں دیگر متکلمین اور فقہاء کی طرح کہتے ہیں کہ یہ ('' اهل الحل والعقد'') امت کے سردار، مشہور شخصیات اور علماء کرام ہوں گے اور شارح رملی نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ ان کے اتفاق کی وجہ سے پوری امت میں اتفاق آتا ہے اور اگر خلیفہ کا انتخاب ایسے لوگ کریں کہ امت ان کی بات نہ مانے تو ان کی امامت اور خلافت منعقد نہ ہو گی۔ شارح رملی کی عبارت یہ ہے:

فإذا لم يكن المبايعون بحيث تتبعهم الأمة فلا تنعقد الإمامة بمبايعتهم

بغدادی صاحب کی حالت بھی ایسی ہی ہے کہ ان کا انتخاب ایسے لوگوں نے کیا ہے کہ جن کو جہادی امت میں کوئی شہرت حاصل نہیں، بلکہ ان کو کوئی پہچانتا بھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نہ عام امت نے اور نہ ہی جہادی امت نے ان کے انتخاب کو مانا۔ اسی وجہ سے خلافت بھی منعقد نہیں ہوئی۔

لہذا بغدادی صاحب کا انتخاب '' اهل الحل والعقد'' کی شوری کی طرف سے نہیں ہوا اور '' اهل الحل والعقد'' کی وضاحت ہو چکی ہے کہ وہ اہل شوکت وطاقت، عزت مند و مشہور لوگ اور لوگوں کے علماء اور ان کے سردار ہوتے ہیں۔ کم از کم جہادی امت میں مشہور امراء ورا ہنما ہوتے ہیں، جیسا ملا صاحب، شیخ ظواہری، عبد الحق ترکستانی، عثمان ازبک، مولانا فضل اللہ امیر پاکستان، ابو عمر داغستانی امیر امارۃ قفقاز، مصعب عبد الودود أمیر المجاہدین فی المغرب الاسلامی، یمن اور جزیرۃ العرب کے مجاہدین کی قیادت، ایران کے مجاہدین کی قیادت، ابو سیاف گروپ یعنی فلپائن کے مجاہدین، انڈونیشیا کے مجاہدین کے امیر شام کے مجاہدین کے امراء بالخصوص القاعدہ کی شام کی شاخ '' جبهة النصرة''، مالی کی جماعت '' انصار الدين فی مالی'' کے امیر، صومال کی '' شباب المجاهدين'' کی قیادت کہ جنہوں نے امت کے سامنے معاصر کفر کی حقیقت اور دجل کو واضح کیا اور جو کہ امت میں بااعتماد ہیں اور جن کی بات سنی جاتی ہے، ان میں سے عالمی سطح پر مجاہدین میں سے ایک بھی ان سے موافق نہیں ہے، جیسا کہ مشہور جہادی عالم امام الجهاد ابو محمد المقدسی، ابو قتادہ الفلسطینی، شیخ عبد اللہ المحیسنی، شیخ ہانی السباعی، دکتور طارق عبد الحکیم، محدث کبیر حافظ الحدیث ناصر العلوان، دکتور سامی العریدی، دکتور ایاد قنیبی، شیخ محمد الحصم، شیخ ابو منذر الشنقیطی، شیخ ابو بصیر الطرطوسی، شیخ ابو ہمام السوری، شیخ ابو فراس السوری، شیخ ماجد الماجد امیر المجاہدین فی لبنان اور اسی طرح بے شمار مشہور جہادی علماء کرام ان سے موافق نہیں ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے منصور بادشاہ کو کہا تھا:

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

لقد ولّیت الخلافة وما اجتمع علیك اثنان من اهل الفتوی والخلافة تکون باجتماع المؤمنین ومشورتھم۔ (مناقب الامام الاعظم ص۱٦ جلد۲)

"تمھیں خلافت دے دی گئی ہے حالاں کہ تم پر دو مفتی بھی متفق نہیں ہیں اور خلافت مومنوں کے مشورے اور اتفاق سے ہوتی ہے۔"

"اهل الحل والعقد" یعنی "اہلِ قدرت وشوکت کی موافقت سے خلافت کا انعقاد، "اهل السنة والجماعة" کا عقیدہ ہے، جیسا کہ امام ذہبی "المنتقی من منهج الاعتدال ص:۵۸" میں کہتے ہیں:

ومذهب اهل السنة أن الإمامة تنعقد عندهم بموافقة اهل الشوكة

اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ "منهاج السنة النبوية ص:۳۱۳، ج:۱" میں کہتے ہیں:

واما قول الرافضی أن الامام بعد رسول الله ﷺ ابوبکر بمبايعة عمر برضاء اربعة فليس هذه اقوال ائمة السنة بل الامامة عندهم تثبت بموافقة أهل الشوكة عليها۔۔۔۔۔۔ولا يصير الرجل اماما حتى يوافقه اهل الشوكة عليها

اسی طرح "مختصر منهاج السنة ج:۲" میں شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ وہ اجماع کہ جس پر کسی کی خلافت اور امامت قائم ہوتی ہے وہ اہل شوکت کی موافقت ہے، اگرچہ اہلِ شوکت کم لوگ ہوں، لیکن معاشرے میں ان کا ایسا مقام ہو کہ ان کی موافقت کے پیچھے اور لوگوں کی موافقت ہو تو ان کی بیعت سے کسی شخص کی خلافت اور امامت قائم ہو سکتی ہے۔ پھر کہتے ہیں:

هذا هو الصواب الذی علیه أهل السنة وهو مذهب الأئمة وغیره۔ (منهاج السنة ص۲۰۱ جلد۸)

حاصلِ بحث:

حاصل یہ ہے کہ بغدادی صاحب کا انتخاب امت کے "اهل الحل والعقد" کی شوریٰ یعنی اہلِ قدرت وشوکت کی شوریٰ نے نہیں کیا۔

دوسرا طریقہ:

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

خلیفہ مقرر کرنے کا دوسرا شرعی طریقہ یہ ہے کہ پچھلا خلیفہ کسی ایسے شخص کے بارے میں وصیت کرے کہ جس میں خلافت کی شرائط موجود ہوں اور خلیفہ کی وفات کے بعد عوام الناس اس سے بیعت کریں، تو اس کی خلافت بھی قائم ہو گی۔ بغدادی صاحب سے پہلے کوئی ایسا خلیفہ نہیں گزرا کہ جس نے ان کے لئے وصیت کی ہو۔

تیسرا طریقہ: تغلب

یعنی کوئی شخص طاقت کے زور پر "اهل الحل والعقد" کے مشورے کے بغیر اور سابقہ خلیفہ کی وصیت کے بغیر غلبہ حاصل کرلے اور اپنی خلافت کا اعلان کردے تو ایسا شخص بھی شرعی خلیفہ ہوتا ہے لیکن اُس وقت کہ جب اس کا غلبہ پورا ہو جائے، یعنی وہ تمام لوگوں کو اپنے اوپر متفق کرلے۔ تغلب کی صورت اگرچہ خلفاء راشدین کی سنت کے خلاف ہے لیکن پھر بھی اگر کسی کا غلبہ پورا ہو جائے تو مسلمانوں کی وحدت کی خاطر اور فتنے کے سد باب کے لئے اس کی خلافت کو ماناجائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص پر اللہ تعالی بھی لعنت کرتے ہیں اور میں بھی لعنت بھیجتا ہوں کہ جو مسلمانوں کی رضا کے بغیر طاقت کے زور پر حکومت حاصل کرے۔

المتسلط بالجبروت ليعز بذالك من اذل الله ويذل من اعز الله۔ (سنن ترمذی ص ۴۵۷)

اسی طرح "مسند ابي يعلى ص: ۴۵۳، ج: ۱ رقم ۹۵۲" میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من تولى قومًا بغير اذنهم فعليه لعنة الله

"جو شخص مسلمانوں کی رضا کے بغیر ان کا حاکم و خلیفہ بن جائے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔"

بغدادی صاحب کی اعلان کردہ خلافت پر تغلب کا اطلاق بھی نہیں کیا جا سکتا، کہ انسان انہیں متغلب خلیفہ کہہ دے، کیوں کہ متغلب کی خلافت اس وقت منعقد ہوتی ہے کہ جب اس کا غلبہ کامل ہو جائے، یعنی تمام لوگوں کو اپنے اوپر متفق کرلے، جیسا کہ عبدالملک بن مروان کی خلافت کہ جب اس نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو یہ خلیفہ بن گیا اور جیسا کہ بنو عباس کہ جنہوں نے بنو امیہ سے بزور حکومت لے لی۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ "ازالة الخفاء ص: ٦، ج: ١" میں کہتے ہیں:

"وطریق چہارم استیلا است چون خلیفہ بمیرد شخصی متصدی خلافت گردد بغیر بیعت واستخلاف وھمہ را بر خود جمع سازند بایتلاف قلوب یا بہ قہر ونصب قتال خلیفہ شود ولازم گردد بر مردمان اتباع فرمان او در آنچہ موافق شرع باشد۔"

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

’’چوتھا طریقہ غلبے کا ہے اور وہ یہ کہ جب کوئی خلیفہ مر جائے اور کوئی شخص ’’اھل الحل والعقد‘‘ کی بیعت کے بغیر یا سابقہ خلیفہ کی تقرری کے بغیر آگے آجائے اور تمام لوگوں کو اپنے اوپر جمع کرلے، دلوں کو مائل کرنے کے ذریعے یعنی بطریقہ ترغیب یا بطریقہ غلبہ اور جنگ، تو وہ خلیفہ بن جائے گا اور لوگوں پر اس کے حکم کی تابعداری شریعت کے موافق احکام میں لازم ہوگی۔‘‘

لہذا متغلب کی خلافت کو ضرورت کی وجہ سے مانا جائے گا، تاکہ مسلمانوں کی وحدت حاصل ہو جائے اور لوگ جنگوں اور فتنوں سے بچ جائیں۔ دوئم یہ کہ یہ شخص اس وقت خلیفہ مانا جائے گا کہ جب سب لوگوں کو اپنے اوپر متفق کرلے اور اس کا غلبہ پورا ہو جائے، جیسا کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی عبارت سے معلوم ہوا۔

’’حاشية الصاوی علی شرح الصغیر ص: ۲۰۳، ج: ۱۰‘‘ میں کہتے ہیں:

فتحصل أن المتغلب لا تثبت له الإمامة إلا ان دخل عموم الناس تحت طاعته وإلا فالخارج علیه لا یکون باغیا کقضیة الحسین مع یزید

’’تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ متغلب کی خلافت اس وقت ثابت ہوگی کہ جب اس پر تمام لوگ متفق ہو جائیں اور اگر تمام لوگوں کو اپنے اوپر متفق نہ کرے اور لوگ اس کی اطاعت نہ کریں تو اس کے خلاف خروج کرنے والا باغی نہ ہوگا، جیسا کہ حسین رضی اللہ عنہ کہ جنہوں نے یزید کے خلاف خروج کیا تھا۔ (کیوں کہ یزید متغلب تھا اور سب لوگ اس پر متفق بھی نہ ہوئے تھے۔)‘‘

’’حاشية الدسوقی علی الشرح الکبیر ص: ۲۷۳، ج: ۱۸‘‘ میں کہتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کی خلافت اس لئے ثابت نہ تھی کہ حجاز والوں نے ان کی اطاعت نہیں کی تھی۔‘‘

اسی طرح مفتی رشید احمد رحمہ اللہ نے احسن الفتاوی ص: ۱۹۹، ج: ۶ میں ایک رسالہ ’’ذب الجھول عن سبط الرسول‘‘ کے نام سے لکھا ہے۔ اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کا انتخاب کیا تھا، پھر تفصیل کی ہے:

’’بالآخر بذریعہ استیلاء و تغلب یزید کی خلافت منعقد ہو گئی تھی۔‘‘

یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ نے اگرچہ یزید کا انتخاب کیا تھا لیکن ان کی وفات کے بعد تمام لوگوں نے ان کے انتخاب اور وصیت پر موافقت نہیں کی اور اہل حجاز نے اس کی بیعت سے انکار کیا اور کوفہ والوں نے بھی حسین کو خطوط لکھے، لیکن پھر یزید نے

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

زور اور غلبے کے ذریعے اپنی خلافت پوری کی اور اس کی خلافت منعقد ہو گئی۔ لیکن جس وقت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف خروج کیا تھا اس وقت اس کا غلبہ کامل نہ ہوا تھا، جیسا کہ مفتی رشید احمد رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''مگر حسین رضی اللہ عنہ جس وقت یزید کے مقابلے میں نکلے تھے اس وقت تک یزید کا پورے طور پر استیلاء و تغلب نہیں ہوا تھا۔''

یہ بات مفتی رشید احمد رحمہ اللہ نے ایک سوال کے جواب میں کی تھی کہ اگر یزید شرعی خلیفہ تھا اور اس کی خلافت ثابت تھی تو حسین رضی اللہ عنہ کو باغی کہا جانا چاہیے تھا کیوں کہ انہوں نے خروج کیا تھا، تو انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ بعد میں اگرچہ یزید خلیفہ بن گیا تھا اور اس کی خلافت قائم ہو گئی تھی لیکن جس وقت حسین نے اس کے مقابلے میں خروج کیا تھا اس وقت تک اسے پورا سلطہ اور غلبہ نہیں حاصل ہوا تھا اور تمام لوگ اس پر متفق نہ ہوئے تھے۔

اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

<u>کل من غلب علی الخلافة بالسیف حتی یسمی خلیفة ویجمع الناس علیه فهو خلیفة</u>

(مناقب الامام الشافعی للبیہقی بحوالہ الإمامة العظمیٰ ص ۲۰۸)

اس عبارت میں امام شافعی رحمہ اللہ نے متغلب کے لئے یہ شرط ذکر کی ہے کہ لوگ اس پر متفق ہو جائیں۔ چناں چہ خلیفہ کے قیام کا تیسرا طریقہ تغلب ہے کہ جب اس کا غلبہ کامل ہو جائے۔

بغدادی صاحب پر عام مسلمان تو کیا مجاہدین کا دسواں حصہ بھی ان پر متفق نہیں ہے اور اسی طرح ان کا غلبہ بھی کامل نہیں ہے بلکہ عالم اسلام کے ہزاروے حصے پر بھی ان کو غلبہ حاصل نہیں ہے، بلکہ جس جگہ انہوں نے اپنی خلافت کا اعلان کیا ہے وہ منطقہ بھی حالت جنگ میں ہے اور ابھی تک جنگ کے حقیقی نتائج سامنے نہیں آئے۔ کیوں کہ بغدادی صاحب اور ان کے ساتھی ابھی تک مسلسل فضائی بمباری کی زد میں ہیں، زمینی حملے بھی ان پر جاری ہیں اور پورا علاقہ میدان جنگ کی حیثیت رکھتا ہے۔

''ارشیف المجلس العلمی ص: ۱۷۸۵، ج: ۱'' میں شیخ حامد علی سے سوال کیا گیا کہ دولت اسلامی سے بیعت فرض ہے یا نہیں اور اگر کوئی بیعت نہ کرے تو کیا گناہ گار ہوگا یا؟ تو انہوں نے اس کا تفصیلی جواب دیا اور فرمایا کہ دولت اسلامی والے صرف ایک جہادی مجموعے کی حیثیت رکھتے ہیں، دیگر جہادی مجموعوں کی طرح اور کہا کہ ''ان هذه الامامة علی غیر اصل''، یعنی یہ امامت بغیر کسی شرعی بنیاد کے ہے اور اس کو بدعت کہا اور کہا کہ ملا عمر بھی صرف ان لوگوں کے امیر ہیں کہ جو افغانستان میں ان کے سلطے اور غلبے کے تحت ہیں۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی چھٹی وجہ:

کسی شخص کی خلافت کے انعقاد اور قیام کے لئے کچھ لوگوں کی بیعت کافی نہیں ہے جب تک اس پر اکثر امت کا اتفاق اور رضا نہ آجائے۔ بغدادی صاحب سے صرف ان کے اپنے مجموعے کی بیعت ہے، کافۃ الامۃ یا امت کی سواد اعظم یا مجاہدین کی سواد اعظم کی ان کو موافقت حاصل نہیں، حالاں کہ کافۃ الامۃ یا کم از کم سواد اعظم کا اتفاق اور رضا خلافت کے قیام اور صحت کے لئے شرط ہے۔

یحیٰ بن ابی الخیر العمرانی المتوفی ۵۸۵ھ اپنی کتاب ''الانتصار فی الرد علی المعتزلۃ القدریۃ ص:۸۳۶، ج:۳'' میں کہتے ہیں:

فنحن نقول لما بایع عمر رضی اللہ عنہ ابابکر رضی اللہ عنہ انعقدت له الإمامة لا بمجرد مبايعته ولكن لتتابع الايدى إلى المبايعة ولولم يبايعه عمر رضی اللہ عنہ وبقى الناس مخالفين وانقسموا انقسامًا لا يتميز فيه الغالب من المغلوب لما انعقدت إمامته لأن شرط ابتداء الانعقاد قيام الشوكة وانصراف القلوب الى المبايعة ومطابقة البواطن والظواهر على ذالك المقصود الذى يراد له الإمام وهو جمع شتات الاراء ولا تتفق الإرادات المتناقضة على مبايعة ذى رأى واحد إلا إذا ظهرت شوكته ورسخت فى النفوس رهبته ومهابته ولم يخالفه إلا من لا يكترث بمخالفته

''ہم کہتے ہیں کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تو ان کی امامت منعقد ہو گئی لیکن ان کی خلافت صرف عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی وجہ سے نہیں قائم ہوئی تھی بلکہ ان کے بعد پے در پے بیعتوں کی وجہ سے قائم ہوئی تھی اور اگر عمر رضی اللہ عنہ بیعت نہ کرتے اور لوگ بھی اس اختلاف میں پڑے رہتے کہ جس اختلاف میں عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے پہلے انصار و مہاجرین کے نام پر تھے اور لوگوں میں ایسی تقسیم ہو جاتی کہ لوگوں کی زیادتی اور کمی کا پتہ نہ چلتا کہ لوگوں کی تعداد کس طرف زیادہ ہے اور کس طرف کم تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم نہ ہوتی، کیوں کہ خلافت کے انعقاد کے ابتداء کی شرط یہ ہے کہ قدرت موجود ہو اور لوگوں کے دل بیعت کی طرف مائل ہوں اور لوگوں کو ظاہر و باطن اس مقصد کے موافق ہو کہ جس مقصد کے لئے خلیفہ بنایا جاتا ہے، یعنی مختلف آراء اور نظروں کو جمع کرنا۔ مختلف آراء ایک شخص کی بیعت پر اس وقت تک نہیں جمع ہو

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

سکتیں جب تک اس کا غلبہ اور شوکت ظاہر نہ ہو جائے اور لوگوں کے دلوں میں اس کا رعب ہو اور معتبر لوگ اس کے مخالف نہ ہوں۔"

اس سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ صرف چند لوگوں کی بیعت سے خلیفہ نہیں بن سکتا۔

۲۔ جب کسی شخص کے بارے میں لوگ تقسیم ہو جائیں یعنی کوئی اس کے موافق ہو اور کوئی مخالف ہو اور یہ پتہ نہ چلتا ہو کہ کس طرف مسلمان زیادہ ہیں، تو ایسی صورت میں خلافت نہیں منعقد ہوتی۔

۳۔ جب یہ بات واضح ہو جائے کہ مخالف طرف میں لوگ زیادہ ہیں تو پھر تو بطریق اولیٰ خلافت منعقد نہ ہوگی۔

۴۔ جس خلیفہ سے بیعت کی جائے تو لوگوں کے دل پہلے سے اس کی بیعت کی طرف مائل ہوں اور اگر پہلے سے لوگوں کے دل اس کی بیعت کی طرف مائل نہ ہوں تو ابتداء سے ہی اس کی خلافت کے انعقاد کی ابتداء صحیح نہیں۔

وھبۃ الزحیلی نے "الفقہ الاسلامی ص:۲۹۵، ج:۸" میں عنوان لکھا ہے "موافقة الامة ورضاها" یعنی بیعت میں امت کا اتفاق اور رضا۔ یعنی ایک شخص کی بیعت پر خلافت کا انعقاد نہ ہوگا جب تک امت کی موافقت اور رضا نہ ہو۔ پھر کہتے ہیں:

<u>قال الغزالی فی بیعة أبی بکر رضی الله عنه ولو لم یبایعه غیر عمرو بقی کافة الخلق مخالفین او انقسموا انقساما متکافئا لا یتمیز فیه غالب عن مغلوب لما انعقدت الامامة</u>

"امام غزالی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ سے عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور نے بیعت نہ کی ہوتی اور عام لوگ ان کے مخالف ہو جاتے تو خلافت نہ منعقد ہوتی یا اگر لوگ آپس میں ایسے تقسیم ہو جاتے کہ غالب اور مغلوب میں تمیز نہ ہو سکتی ہو تو پھر بھی خلافت کا انعقاد نہ ہوتا۔"

امام غزالی رحمہ اللہ کی عبارت سے یہ باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ ایک شخص کی بیعت سے خلافت منعقد نہیں ہوتی۔

۲۔ جب لوگ تقسیم ہوں، بعض موافق ہوں اور بعض مخالف اور یہ نہ پتہ چلتا ہو کہ کس طرف لوگ زیادہ ہیں تو پھر بھی خلافت نہ منعقد ہوگی۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

پھر کہتے ہیں:

قال ابن تیمیہ فی مبایعة ابی بکر لو قدر أن عمر وطائفة معه بایعوه وامتنع سائر الصحابة عن بیعته لم یصر اماما بذالك وإنما صار اماما بمبایعة جمهور الصحابة الذین هم اهل القدرة والشوکة

''ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بالفرض اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ سے عمر رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں کی ایک جماعت نے بیعت کی ہوتی اور باقی صحابہ نے بیعت سے انکار کر دیا ہوتا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ بنتے۔ابو بکر رضی اللہ عنہ اس لئے خلیفہ ہوئے کہ جمہور صحابہ کرام جو کہ اہل قدرت و قوت تھے، نے بیعت کی۔''

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عبارت سے بھی پتہ لگا کہ ایک جماعت کی بیعت کافی نہیں ہے، اگرچہ عمر رضی اللہ عنہ جیسے لوگ بھی اس میں موجود ہوں۔

اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں:

عثمان رضی اللہ عنہ لم یصر اماما باختیار بعضهم

'' عثمان رضی اللہ عنہ بعض لوگوں کے انتخاب سے خلیفہ نہیں ہوئے بلکہ وہ اس لئے خلیفہ ہوئے کہ لوگوں نے ان سے بیعت کی۔''

''منهاج السنة ص:۳۰۰، ج:۸ ''میں کہتے ہیں:

والخلاصة أن اختیار الخلیفة یتم اساسًا ببیعة اکثر المسلمین العامة

''خلاصہ یہ ہے کہ خلیفہ کا انتخاب اور تقرری بنیادی طور پر اکثر عام مسلمانوں کی بیعت سے پورا ہوتا ہے۔''

اس سے بھی پتہ چلا کہ بیعت میں اکثر مسلمانوں کا اتفاق ضروری ہے، پھر اس میں بھی عام مسلمانوں کی اکثریت کی بیعت ضروری ہے۔اگر اکثریت کے بجائے چند لوگوں کی بیعت ایک خلیفہ کی خلافت کے لئے کافی ہوتی تو پھر تو حسین رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ ہوتے لیکن حسین رضی اللہ عنہ کو کسی نے خلیفہ نہیں کہا، اگرچہ وہ ایک بہترین انسان تھے، کوفہ والوں نے ان سے بیعت بھی کر لی تھی اور خلافت ک تمام شرائط بھی ان میں موجود تھیں، لیکن پھر بھی کسی نے ان کو خلیفہ نہ کہا، کیوں کہ اکثر امت کی ان سے بیعت نہیں تھی۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ ''اهل السنة والجماعة'' کے عقیدے کے خلاف ہے کہ کچھ لوگ کسی ایسے شخص سے بیعت کریں کہ اکثر امت اس کے مخالف ہو اور اس سے موافق نہ ہو، پھر اس کی اعلان کردہ خلافت کو شرعی خلافت بھی کہا جائے، جیسا کہ ''منهاج السنة النبوية'' میں کہتے ہیں کہ ''اهل السنة والجماعة'' کا عقیدہ یہ نہیں ہے کہ ایک قریشی کی بیعت سے بیعت منعقد ہو جائے گی اور پوری امت پر اس کی طاعت واجب ہو جائے گی۔ یہ اگرچہ بعض متکلمین کا عقیدہ ہے لیکن ''اهل السنة والجماعة'' کا مذہب نہیں ہے۔

''اهل السنة والجماعة'' کا مذہب یہ ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک شرعی خلیفہ نہیں ہو سکتا کہ جب تک اس کو اہل شوکت وقدرت نے منتخب نہ کیا ہو، جن کے پیچھے لوگ کھڑے ہوں، جیسا کہ فرماتے ہیں:

ليس قول اهل السنة والجماعة وليس مذهبهم أنه بمجرد مبايعة واحد قريشي تنعقد بيعته ويجب على جميع الناس طاعته هذا وان كان قد قاله بعض اهل الكلام فليس هو قول أئمة اهل السنة والجماعة

''مختصر منهاج السنة ج: ۲'' میں کہتے ہیں کہ وہ اجماع جس پر کسی کی خلافت منعقد ہو سکتی ہے تو وہ اہل الشوکۃ والقدرۃ کی موافقت ہے، اگرچہ وہ کم لوگ ہوں لیکن ان کی موافقت کے ذریعے دیگر لوگ موافق ہوتے ہوں، تو ایسے لوگوں کی بیعت سے کسی کی امامت وخلافت قائم ہوتی ہے، پھر کہتے ہیں:

هذا هو الصواب الذى عليه اهل السنة وهو مذهب الأئمة كأحمد وغيره

امام ذہبی ''المنتقیٰ من منهاج الاعتدال ص:۵۸'' میں کہتے ہیں:

مذهب أهل السنة أن الإمامة تنعقد عندهم بموافقة أهل الشوكة

تو خلافت کے قیام کے لئے اکثر امت کی رضا ضروری ہے اور بغدادی صاحب کی اعلان کردہ خلافت پر اکثر امت تو کیا ابھی تک مجاہدین کی اکثریت بھی ان پر متفق نہیں ہے۔ شیخ حارث بن غازی النظاری کہتے ہیں کہ خلافت کے لئے کسی ایسے شخص کو مقدم کیا جائے گا کہ جس سے مسلمان راضی ہوں۔ اگر کسی ایسے شخص کے لئے خلافت کا اعلان کیا جائے کہ مسلمان اس سے راضی نہ ہوں تو یہ اعلان کرنے والے ''اهل الحل والعقد'' نہیں، کیوں کہ ''اهل الحل والعقد'' امت کی رضا اور ارادے کو دیکھتے ہیں کہ امت میں کس کی مقبولیت ہے، جیسا کہ خلفاء راشدین کے انتخاب میں پوری تحقیق کی جاتی اور

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

ایسے شخص کو منتخب کیا جاتا کہ جو امت میں مقبول ہوتا۔ شیخ حارث بن غازی النظاری ''احکام الامارۃ ص:۱۴'' میں کہتے ہیں:

أما ان اهل الحل والعقد يختارون إمامًا ولا يرضاه المسلمون فهؤلاء ليسوا باهل حل وعقد

''الامامة العظمی ص:۱۵۷'' میں کہتے ہیں:

فقدموا للبيعة منهم اكثرهم فضلًا واكملهم شروطًا ومن يسرع الناس إلى طاعته ولا يتوقفون عن بيعته

یعنی ''اهل الحل والعقد'' جب کسی کا انتخاب کریں تو دیگر شرطوں کے ساتھ ساتھ امت کی رضا اور میلان کو بھی دیکھیں اور پھر ایسے شخص کو خلافت کے لئے آگے کریں جو معاشرے میں زیادہ فضیلت والا ہو اور اس میں دوسروں کے مقابلے میں شرائط سب سے زیادہ موجود ہوں اور وہ ایسا شخص ہو کہ عام لوگ اس کی بیعت سے بالکل توقف نہ کریں اور فورا اس سے بیعت کر لیں۔ بغدادی صاحب کی شہرت اور اعتماد عالمی جہادی صفوں میں ایسا نہیں ہے کہ لوگ ان کی طاعت کی طرف جلدی کریں اور ان کی بیعت سے توقف نہ کریں۔ بلکہ ان کے علاوہ بعضی دوسری شخصیات ایسی موجود ہیں کہ ۲۱،۲۰ سال سے جہادی قوتیں ان پر متحد و متفق ہیں اور ان کی طرف اپنی نسبت کرتی ہیں اور بغدادی صاحب پر عام امت تو کیا جہادی صفیں بھی متفق نہیں ہیں، کیوں کہ وہ امت میں اتنے معتمد نہیں تھے کہ لوگ ان کی بیعت سے توقف نہ کرتے، بلکہ ان کی شخصیت ان کے اعلان سے پہلے بھی متنازع تھی اور صرف اپنی ذات تک نہ بلکہ اس میدان کے معتبر علماء کرام ان کے فکری منہج پر معترض رہے، جیسا کہ ابو محمد المقدسی، ابو قتادہ الفلسطینی اور دیگر جہادی سلفی علماء کی ویڈیوز اور تحریرات موجود ہیں کہ جس میں بغدادی صاحب کے منہج پر گرفت کی گئی ہے کہ ان کی فکر میں افراط ہے، تکفیر اور قتل مسلم میں بے احتیاطی ہے۔ یہ وہ علماء ہیں کہ جہادی امت میں ایسا مقام رکھتے ہیں کہ ان کی اطاعت اور تائید پر کم از کم جہادی امت جمع ہو سکتی ہے، تو جب ان اعلام الامۃ ہی نے بغدادی صاحب کی تائید نہیں کی تو اس سے بغدادی صاحب بالکل غیر معتبر ہو جاتے ہیں۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

چناں چہ ایک وجہ تو یہ ہوئی کہ بغدادی صاحب کا انتخاب "اهل الحل والعقد" یعنی اہل شوکت وقدرت نے نہیں کیا اور دوسری وجہ یہ ہوئی کہ امت عام طور پر اور مجاہدین خصوصا ان سے راضی نہیں ہیں، حالانکہ خلافت کی صحت کے لئے امت کی رضا شرط ہے۔

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی ساتویں وجہ: امت کے حقوق کی ادائیگی

ساتویں وجہ یہ ہے کہ بغدادی صاحب امت کے حقوق نہیں ادا کر سکتے اور کسی خلیفہ کی خلافت اس وقت مشروع ہوتی ہے اور اس کی بیعت اور نصرت اس وقت واجب ہوتی ہے کہ جب وہ امت کے دس حقوق ادا کرے۔ "منهاج السنة النبوية ص: ۳۶۳" میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کی یہ مثال ذکر کی ہے:

وهذا مثل كون الرجل راعيا للماشية متى سلمت اليه بحيث يقدر ان يرعاها كان راعيا لها وإلا فلا

"یعنی خلیفہ کی مثال ایک چرواہے کی سی ہے کہ جب بھیڑ بکریوں کے چرانے کی قدرت رکھتا ہو تو یہ چرواہا ہے اور اگر قدرت نہ رکھے تو یہ چرواہا نہیں ہے۔"

جو شخص امت کو دس حقوق نہ دے سکتا ہو، اگرچہ اسے "اهل الحل والعقد" کی شوری نے مقرر کیا ہو، امت میں مقبول بھی ہو، لیکن پھر بھی یہ خلیفہ نہیں ہے۔ امت میں کوئی اگر اس سے بیعت نہ کرے تو اس کی موت موتِ جاہلیت نہ ہوگی اور وہ خلافت کی احادیثوں کا تارک بھی نہ ہوگا، کیوں کہ خلافت تو رعیت اور راعی کے درمیان عقد ہے۔ اگر خلیفہ امت کے حقوق نہ ادا کر سکے تو اگرچہ اس کا انتخاب صحیح طریقہ پر ہوا ہو پھر بھی وہ خلیفہ نہیں ہوگا اور یہ بات تو ہم پہلے ہی واضح کر چکے ہیں کہ بغدادی صاحب کے انتخاب کا طریقہ خلفاء راشدین کی سنت اور طریقہ کار کے خلاف ہے اور خلیفہ کے انتخاب کے شرعی تین طرقوں کے خلاف ہے اور "اهل السنة والجماعة" کے عقیدے کے خلاف ہے، امت ان سے راضی نہیں ہے وغیرہ۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

آیئے اب یہ واضح کریں کہ امت کے وہ دس حقوق جو کہ خلیفہ پر لازم ہیں کہ وہ امت کو دے اور اگر امت کو نہ دے سکے تو خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ امت کے سلف اور اکابرین بیان کرتے ہیں کہ جب خلیفہ یہ دس حقوق امت کو دے تو امت پر خلیفہ کے دو حق لازم ہوتے ہیں: ۱۔ طاعت و بیعت ۲۔ نصرت و مدد

امام ماوردی ''الاحکام السلطانیۃ ص: ۲۵'' میں اور امام ابو یعلی ''الاحکام السلطانیۃ ص: ۲۸'' میں کہتے ہیں:

والذی یلزمه من الامور العامة عشرة اشیاء

''وہ عام امور جو خلیفہ پر لازم ہیں امت کے لئے وہ دس ہیں۔''

حقوقِ عشرہ:

''تحریر الاحکام'' میں اسے حقوق عشرہ کہا گیا ہے:

۱۔ پہلا حق: حفظ الدین

ان حقوق میں سے ایک دین کی حفاظت ہے۔ بغدادی صاحب امت کے دین کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ وہ ادارے اور تعلیمی نظام اور مناہج، فکری اور ارتدادی مجموعات اور تنظیمیں جو کہ لوگوں کو بے دین اور گمراہ کرتے ہیں اور لوگوں کو سیلاب کی طرح مرتد کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ بغدادی صاحب امت کے دین کی ان سے حفاظت نہیں کر سکتے کہ ان فکری اور ارتدادی ادارے، چینل، تعلیمی نظام اور مناہج بند یا تبدیل کر دیں اور پھر اس کے مقابلے میں امت کو قرآن و سنت کے مطابق ایک بہترین تعلیمی منہج دیں، فکری ارتداد کے سیلاب کو بند کریں اور اسلامی فکر کے مطابق امت کو ایک دعوتی ماحول مہیا کریں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بغدادی صاحب خود سے حالت جنگ میں ہیں اور عالم اسلام کے ایک چھوٹے سے حصے پر کنٹرول کا دعوی کرتے ہیں۔ البتہ زمینی حقائق یہ ہیں کہ یہ حصہ بھی عالمی صلیبی صہیونی رافضی اتحاد کے فضائی اور زمینی حملوں کی زد میں ہے اور ابھی تک یقینی طور پر یہ معلوم نہیں ہے کہ جنگ کا اختتام کس کے حق میں ہو گا۔

۲۔ دوسرا حق: تنفیذ الاحکام

خلیفہ کا دوسرا حق جو وہ رعایا کو ادا کرتا ہے شرعی احکام کا نفاذ ہے۔ بغدادی صاحب اس سے قاصر ہیں کہ امت میں احکام نافذ کریں بلکہ وہ تو اس سے بھی قاصر ہیں کہ چھوٹے سے جنگ زدہ حصے میں اپنا استقرار اور استحکام حاصل کریں۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

۳۔ تیسرا حق:

حمایة البیضة والذب عن الحریم لتیصرف الناس فی المعایش وینتشروا فی الأسفار آمنین من تغریر بنفس ومال

تیسرا حق یہ ہے کہ مسلمانوں کے وطن اور سرحد کی حفاظت کرے اور وہ اس طور پر کہ لوگ اپنے کام اور سفر امن سے کر سکیں اور بدامنی اور مالی تاوان سے پرامن ہوں۔ بغدادی صاحب امت کو اس حق کی ادائیگی سے بھی قاصر ہیں، کیوں کہ مسلمانوں کے وطن اور سرحدات عالمی کفر کے ایجنٹوں کے کنٹرول میں ہیں اور عام مسلمانوں کی جان ومال امن میں نہیں ہیں۔ امت کی جان ومال کی حفاظت کے لئے بغدادی صاحب کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ مجاہدین جنگلوں اور بیابانوں میں رہتے ہیں۔ بغدادی صاحب خود بھی خطرناک حالت جنگ میں ہیں اور جس علاقے میں ان کی اپنی اور ان کے نزدیک ساتھیوں کی رہائش ہے وہ علاقہ بھی بدترین حالت جنگ میں ہے۔ جو شخص اس قسم کی کمزور اور بے چارگی کی حالت سے دوچار ہو تو اس کی بیعت امت پر کیسے واجب ہو سکتی ہے۔

چوتھا حق: اقامة الحدود

چوتھا حق یہ ہے کہ شرعی سزائیں یعنی حدود قائم کرے کہ لوگ محرماتوں کی بے حرمتی نہ کریں (یعنی حرام کام کا ارتکاب نہ کریں) اور لوگوں کے حقوق ضائع نہ کریں۔ بغدادی صاحب عالم اسلام کے اغلب حصے میں اغلب امت میں شرعی حدود نہیں قائم کر سکتے اور نہ اس کا مستقبل قریب میں کوئی امکان ہے۔

جس علاقے میں بغدادی صاحب اپنے تسلط کا دعوی کرتے ہیں حقیقت میں وہ علاقہ ابھی تک جنگی کیفیت اور صورت حال سے باہر نہیں آیا اور دشمن میدان میں پوری قوت کے ساتھ موجود ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک جنگ کا حتمی نتیجہ معلوم نہیں ہے۔ پچھلے زمانے کی جنگیں تو چند دنوں پر محیط ہوتی تھیں اور اس کے نتائج بھی جلد معلوم ہو جاتے تھے لیکن معاصر جنگیں کل جہتی جنگیں ہیں، سالوں پر محیط ہوتی ہیں۔ آج کی جنگ کی یقینی صورت حال اس وقت واضح ہو گی کہ جب دشمن کے فضائی اور زمینی حملے بند ہو جائیں اور دشمن میدان جنگ خالی کر دے، لیکن فی الحال دشمن اپنی پوری قوت کے ساتھ میدان میں موجود ہے اور مستقبل قریب میں بھی اس کا کوئی امکان نظر نہیں آتا کہ اس علاقے کے مسلمان اس کفری صلیبی صہیونی رافضی اتحاد کی آزمائش سے جلد نجات حاصل کر سکیں، بلکہ ایسا لگتا ہے کہ جنگ اور بھی اپنا میدان کشادہ کرے

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

گی اور ایسا لگتا ہے (اللہ تعالی حفاظت فرمائیں) کہ آزمائشیں اور بھی بڑھ جائیں گی اور میدان جنگ میں اور بھی نئے نئے حصہ دار شامل ہو جائیں گے۔

چناں چہ اس بات میں ابھی وقت باقی ہے کہ علاقے مجاہدین کے مکمل کنٹرول میں آجائیں اور مجاہدین خود بھی امن میں ہوں اور علاقے میں رہنے والے دیگر لوگوں کو بھی امن دے سکیں لیکن فی الحال غیر یقینی اور مشتبہ صورت حال ہے۔ فی الوقت یہ صرف ایک تصوراتی خیال ہو سکتا ہے اور بس۔

لہذا ایسی صورت حال میں خلافت کا دعوی کرنا جہادی امراء واکابر اور جہادی قوتوں کی موافقت کے بغیر اور اسی طرح جہادی حرکات اور تنظیموں کی مشروعیت اور قانونیت کو لغو قرار دینا اور اپنی بیعت کو مسلمانوں اور تمام مجاہدین پر واجب کرنا اور یہ کہنا کہ اس بیعت کے بغیر جو شخص مر گیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے اور اس کا کسی اور جہادی تنظیم کے ساتھ کام کرنا ناجائز اور ناروا ہے، یہ صرف غلو پر مبنی دعوے اور لفاظی ہے اور شرعی اور زمینی حقائق کا اس سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے۔ یہ عالم اسلام کی عظیم تر اسلامی خلافت کے قیام اور اسلامی خطوں کی آزادی کے لئے خرق التاریخ اور خرق العادت قربانی دینے والے مجاہدین کے درمیان فکری اور نظریاتی اختلافات اور دراڑیں ڈالنے کے مترادف ہے، کیوں کہ فی الحال عالم اسلام کے تمام محاذوں پر دفاعی جنگ جاری ہے، مجاہدین اسلام اسلامی خطوں کو جو کہ چینی ترکستان سے لیکر فرانس کی سرحد مراکش اور اندلس تک پھیلے ہوئے ہیں، کفری طاغوتی نظام سے آزاد کرانا چاہتے ہیں، جس کے لئے فی الحال دفاعی جہاد جاری ہے اور دفاعی جہاد کے لئے اسلامی قانون کے ماہرین اور محققین اور فقہاء کے نزدیک قیادت ضروری نہیں ہے۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فان عدم الامام لم يؤخر الجهاد لان مصلحته تفوت بتاخيره (المغنی لابن قدامہ ص ۳۷۴ ج ۱۰)

”اگر خلیفہ نہ ہو تو جہاد کو مؤخر نہ کیا جائے گا، کیوں کہ جہاد کا فائدہ اس کو مؤخر کرنے سے فوت ہو جاتا ہے۔“

نبہانی کہتے ہیں:

فوجود الخليفة لا دخل في فرض الجهاد بل الجهاد فرض سواءً كان هناك خليفة للمسلمين ام لم يكن

(الشخصية الاسلامية ص ۱۳۲)

”جہاد کی فرضیت میں خلیفہ کا وجود کا کوئی تعلق نہیں بلکہ جہاد فرض ہے چاہے مسلمانوں کا خلیفہ ہو یا نہیں۔“

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

اسی طرح نواب صدیق خان ''الروضة الندیة ص:۴۸۰،ج:۳''میں اور شیخ مسلم دوست ''ملاك الامجاد ص : ۲۰۱ ''میں کہتے ہیں۔

چھٹا حق: جهاد من عاند الاسلام بعد الدعوة

یعنی ہر اس شخص سے دعوت کے بعد جہاد کرنا جو اسلام سے دشمنی کرے۔یعنی پہلے تو معاندین اسلام کو دعوت دے ورنہ جزیے کی طرف بلائے،ورنہ پھر ان سے جنگ کرے اور فی الحل ہم بھی اور بغدادی صاحب بھی حالت جنگ میں ہیں۔لہذا وہ مسلمانوں کی اغلب اکثریت کے حقوق نہیں ادا کر سکتے تو اقدامی جہاد اور عالم کفر میں معاندین اسلام تو پہلے دعوت اسلام پھر دعوت جزیہ اور پھر قتال تو بہت دور کی بات ہے۔چالیس سال سے یعنی افغانی جہاد کی ابتداء سے یہ کوششیں جاری ہیں کہ عالم اسلام میں کہیں ہم زمین کا اتنا حصہ آزاد کرلیں کہ جہاں پر امن فضا میں اپنے جہادی اور دعوتی منصوبوں کی تشکیل کر سکیں،اپنی قیادتوں کو اس میں محفوظ کر سکیں لیکن ابھی تک ہم اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکیں ہیں۔ابھی تک دشمن مضبوط ہے اور کہیں بھی ہمیں استقرار حاصل نہیں ہونے دیتا۔لہذا ایسی کیفیت میں خلافت کا دعوی کرنا کہ خلافت کی بنیادی مقومات بھی معدوم ہیں اور مستقبل قریب میں بھی اس کا امکان نظر نہیں آتا۔صرف ایک خوش فہمی اور تمنا ہے۔ یہ محض ایک خیالی دعوی ہے کہ جس سے اسلامی جہادی جماعتوں میں بے چینی اور اختلافات پیدا ہوتے ہیں۔

ساتواں حق: جباية الفيئ والصدقات

یعنی غنائم اور صدقات کا وصول کرنا۔مالدار مسلمانوں سے زکوۃ اور مال فیئ (جزیہ وغیرہ) جمع کرنا خلیفہ پر واجب ہے،کیوں کہ یہ مسلمانوں کا حق ہے۔اس میں خلیفہ کے لئے بزدلی اور نرمی جائز نہیں۔بغدادی صاحب اس حق کی ادائیگی کی بھی طاقت نہیں رکھتے کہ امت کی اغلب اکثریت سے زکوۃ وصول کریں۔وہ تو خود حالت جنگ میں ہیں،منظر عام پر نہیں آسکتے۔ ابھی تک صرف چند منٹ کی ویڈیو جاری کی ہے اور وہ بھی صرف ایک دفعہ۔چناں چہ امت کے مساکین کی اغلب اکثریت کو حقوق نہیں دے سکتے تو امت پر بیعت کیسے واجب ہو سکتی ہے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

آٹھواں حق: تقدیر العطایا ومایستحق فی بیت المال

یعنی لوگوں کی تنخواہیں اوران کے مالی حقوق کی ادائیگی۔ بغدادی صاحب اپنے جہادی مجموعے، اپنے منظم لوگ اور اس علاقے کے لوگوں کو جوان کے زیر اثر ہے، ان کو تو وظیفے اور مالی حقوق ادا کر سکتے ہیں، لیکن یہ کسی مستحکم اور مستقر نظام یا سسٹم کی کیفیت نہیں ہے کہ عالم اسلام میں اس نظام کے چلانے والوں کو تنخواہیں دی جاتی ہوں اور ہر مستحق مسلمان کو بیت المال سے حق دیا جاتا ہو، بلکہ اس وقت بغدادی صاحب کے مجموعے کی کیفیت ایک جنگی، جہادی بااثر مجموعے کی ہے۔ جب علاقے میں ان کو امن واستحکام اور استقرار حاصل ہو جائے اور اس علاقے کی بااثر جہادی مجموعات اور قیادتیں اور شخصیات ان پر متفق ہو جائیں تو ان کو اس علاقے میں ایک حاکم کی حیثیت حاصل ہو جائے گی، لیکن فی الحال ان کا علاقہ بد ترین جنگ کی زد میں ہے۔ افراتفری کی صورت حال ہے، کچھ علاقے ان کے زیر اثر ہیں، کچھ احرار الشام، کچھ جبہۃ النصرۃ، کچھ اسلامی جبہہ، کچھ جیش الحر، کچھ عراقی حکومت، کچھ شامی حکومت اور کچھ علاقے دیگر چھوٹے بڑے جہادی مجموعات کے زیر اثر ہیں اور پھر یہ مجموعے آپس میں رسہ کشی اور دست و گریباں کی کیفیت میں ہیں، ایک دوسرے کی طرف عجیب و غریب نسبتیں کرتے ہیں۔ چناں چہ ایسی صوت حال میں ایسے مجموعے کی خلافت کو مشروع سمجھنا اور اس سے بیعت نہ کرنے کو تارک احادیثِ خلافت سمجھنا اور اس کی موت کو جاہلیت کی موت سمجھنا ایک سطحی، غیر فقیہانہ اور جذباتی بات ہے یا پھر اس کے پیچھے حزبی اور جماعتی تعصب کارفرماں ہے۔

نواں حق: استکفاء الامناء وتقلید النصحاء

یعنی اپنے منصوبوں اور ذمہ داریوں کے لئے امانت دار اور خیر خواہ لوگ مقرر کرے۔ بغدادی صاحب تو ابھی تک اس کیفیت میں بھی نہیں ہیں، کیوں کہ ابھی تک پورا علاقہ ایک اندھی اور سخت جنگ کی لپیٹ میں ہے اور پھر اپنی جماعت اور حزب کے اثر اور رعب کو بڑھانے اور مسلم نوجوانوں کے جذبات کو ابھار کر اپنی طرف جذب کرنے کے لئے کبھی کبھی ایک آدھ گھنٹہ اپنے عسکری آلات کی نمائش کر کے فتح کا جشن منانا، اس حال میں کہ پورا علاقہ حقیقت میں تاریخی فضائی بمباری کا شکار ہو اور ایک اندھی اور خطرناک جنگ اس پر مسلط ہو اور پورا علاقہ میدان جنگ بنا ہوا ہو، تو جو جہادی رہبر اور اس کا مجموعہ ایسی کیفیت میں گھرا ہوا ہو اور پھر وہ خلافت کا اعلان کرے اور حقیقت میں اس کے لئے اس بات کا کوئی امکان نہ ہو کہ وہ اپنے مامورین، اپنی رعیت اور پوری امت کو ان کے حقوق ادا کر سکے تو پھر یہ احادیثِ خلافت ایک ایسے جہادی مجموعے کے

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

رہبر پر چسپاں کرنا اور امت کے بڑے بڑے جہادی رہبر اور اولیاء اللہ اور حق پرست جید علماء کو باغی قرار دینا اور انہیں احادیث کا تارک سمجھنا اور اس حالت میں موت جاہلیت کی موت سمجھنا احادیث میں معنوی تحریف ہے، چاہے شعوری طور پر ہو یا غیر شعوری طور پر۔ بغدادی صاحب فی الحال صرف عسکری منصوبے اور قضائی معاملات میں لوگوں کو مقرر کر سکتے ہیں باقی اجتماعی و معاشرتی معاملات جنگی علاقے میں ناممکن ہیں۔

دسواں حق: ان یباشر بنفسہ مشارفة الامور و تصفح الاحوال

یعنی خود سے کاموں کی نگرانی اور کاموں کے احوال معلوم کرنا۔ بغدادی صاحب کے لئے موجودہ حالات میں اس حق کی ادائیگی کا بھی کوئی امکان نہیں۔ دیگر امت مسلمہ کو تو چھوڑ دیجئے، جن علاقوں میں بغدادی صاحب اور ان کی تنظیم کا اثر و رسوخ ہے۔ وہاں بھی کاموں کی نگرانی اور احوال کی معلومات تو رہنے دیجئے۔ بغدادی صاحب تو اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے کہ وہاں منظر عام پر آجائیں۔

انہوں نے صرف اپنا اثر اور رعب قائم کرنے کے لئے کہ نوجوانان اسلام کے جذبات کو اپنی جماعت کی طرف مائل کریں، خلافت کا دعوی کر دیا اور صرف چند منٹ کے لئے موصل کی ایک جامع مسجد میں اچانک آکر مختصر خطبہ دینا اور نماز پڑھا کر فوراً غائب ہو جانا ایک ایسی کیفیت ہے کہ جس سے خود یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ وہ کاموں کی نگرانی خود سے کر سکیں اور امت کے احوال سے باخبر رہ سکیں اور ان کی مشکلات دور کر سکیں، بلکہ وہ ایک ایسی بدیہی جنگی حالت میں واقع ہیں کہ جس کا حتمی نتیجہ واضح ہونا مستقبل قریب میں ناممکن ہے، کیوں کہ علاقے کی اسٹریٹیجک، عسکری، اقتصادی اور مذہبی اہمیت کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اس علاقے میں آئندہ جنگ کا میدان اور بھی پھیل جائے گا اور نئی نئی قوتیں علانیہ طور پر جنگ میں داخل ہو جائیں گی۔

ولا یعوّل علی التفویض تشاغلًا بلذة او عبادة فقد یخون الأمین و یغش الناصح

"صرف اس پر اعتماد نہ کرے کہ کام دوسرے حکام کے حوالے کر دے اور خود آرام و عیش یا عبادت میں مشغول ہو جائے، کیوں کہ کبھی کبھی امانت دار بھی خیانت کر گزرتا ہے اور خیر خواہ بھی دھوکہ دیتا ہے۔"

چناں چہ بغدادی صاحب ایک ایسی لمبی جنگ میں گھرے ہوئے ہیں کہ ان کے لئے ناممکن ہے کہ امت کے مسائل حل کریں۔ بغدادی صاحب نے اپنی خلافت کا اعلان اپنے زیر اثر ایسے علاقے سے کیا ہے کہ جو ایک میدان جنگ ہے اور میدان

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

جنگ بھی ایسا کہ جہاں بے چارے خلیفہ صاحب اپنی امنیت اور حفاظت میں مشغول ہیں۔ایک شخص جو خطرناک جنگی حالت میں گھرا ہوا ہو،اس کا زیر اثر علاقہ شدید میدان جنگ بنا ہوا ہو تو یہ بات تو بالکل ناممکن ہے کہ وہ امت اور رعیت کے حقوق ادا کر سکے۔

یہ تاریخ اسلامی میں پہلی دفعہ ہے اور ماضی میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کوئی شخص خود سے کسی اور کا مامور ہو اور پھر ایک محاذ میں مصروف جہاد بھی ہو اور وہ محاذ بھی شدید عالمی جنگ کی لپیٹ میں ہو اور وہ شخص اہل شوکت کی مشاورت کے بغیر عالمی جہادی تحریک کی قیادت تو چھوڑیئے پوری امت مسلمہ کی خلافت اور قیادت کا اعلان کر دے،اور پھر خلافت کے موضوع پر وارد احادیث اس پر چسپاں کرنا رسول اللہ ﷺ کی احادیث پر بہت بڑی جرءت ہے اور اسلام کے سیاسی نظام کا بہت ہی ضعیف نقشہ پیش کرنا ہے۔یعنی گویا کہ اسلام کا سیاسی نظام اتنا کمزور ہے کہ ایک شخص جو کہ ایک جہادی اور جنگی محاذ پر اعلیٰ قیادت کی طرف سے مسؤول ہو۔پھر جس علاقے میں اس کی جنگی اور جہادی مسؤولیت ہو وہ ایک تاریخی اور خطرناک جنگ کی لپیٹ میں ہو اور وہ شخص امت کی رضا کے بغیر اہل شوکت کی موافقت کے بغیر اور اس حالت میں کہ امت کی اغلب اکثریت کو ان کے حقوق بھی نہ ادا کر سکتا ہو،اس کے باوجود پوری امت کے لئے اپنے جنگی مجموعے کی شوری کی بنیاد پر اپنی قیادت اور خلافت کا اعلان کر دے اور پھر ایسی خلافت کی پوری امت پر بیعت واجب ہو جائے، تمام جہادی اور اسلامی جماعتوں کی مشروعیت لغو ہو جائے، بیعت نہ کرنے والے باغی ہوں اور اگر وہ مر جائے تو موت جاہلیت کی ہو،تو یہ سب اسلام کے سیاسی نظام کا ایک خود ساختہ اور من پسند بدعی تصور اور تعبیر ہے، جس کی اسلامی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ یہ امت مسلمہ کے سلف و خلف کی تعبیرات اور تشریحات کے علاوہ ایک غیر طبعی اور غیر فطری تصور اور تخیل ہے اور بس۔

پھر کہتے ہیں:''فھو من حقوق السیاسة لکل مشترع ''یعنی یہ ہر حاکم کے سیاسی حقوق ہیں،چاہے خود خلیفہ ہو یا خلیفہ کی طرف سے مقرر کیا گیا کوئی والی۔کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته))

پھر کہتے ہیں:

فاذا قام الامام بما ذکرنا من حقوق الأمة وجب له علیهم حقان الطاعة والنصرة

یعنی جب خلیفہ امت کے یہ دس حقوق ادا کرے تو امت پر اس کے دو حقوق واجب ہوتے ہیں: طاعت و نصرت۔

علامہ بدر الدین ابن جماعۃ المتوفی ۷۳۳ھ ''تحریر الاحکام فی تدبیر اھل الاسلام ص:۶۵'' میں کہتے ہیں:

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

أما حقوق الرعية العشرة على السلطان فالاول حماية بيضة الاسلام والذب عنها اما فی كل اقليم ان كان خليفة او فی القطر المختص به ان كان مفوضا إليها

حاصل اس کا یہ ہے کہ بادشاہ پر رعیت کے دس حقوق ہیں اور یہ دس حقوق خلیفہ پر اسلامی سلطنت میں ہر صوبہ اور ہر علاقے میں فرض ہیں اور اگر خلیفہ خود سے یہ حقوق نہیں ادا کر سکتا تو اسلامی سلطنت کے اس علاقے کے لئے خلیفہ کی طرف سے جو والی مقرر ہو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنی رعیت کو ان کے حقوق پہنچائے۔

آیئے اب اس بات کی قضاوت کریں کہ بغدادی صاحب اور ان کے ترجمان عدنانی صاحب خراسان، یمن، قفقاز، لیبیا وغیرہ میں اپنی اعلان کردہ اسامی سلطنت اور صوبے سمجھتے ہیں، جس میں انہوں نے اپنے رسمی والی مقرر کئے ہوئے ہیں اور پھر ان والیوں سے بیعت اور کی اطاعت کو بھی واجب سمجھتے ہیں اور دیگر جہادی جماعتوں میں کام کرنے کو بغاوت اور ناجائز کام سمجھتے ہیں۔ اسی لئے عدنانی نے دیگر جہادی جماعتوں کی لغویت کا اعلان کیا تھا۔

بغدادی صاحب اور ان کے مقرر کردہ والی (گورنر) یہ حقوق رعیت کو مستقبل بعید میں بھی نہیں پہنچا سکتے، بلکہ ان کو تو اپنی رہائش تک کے لئے محفوظ جگہ میسر نہیں ہے۔ شہروں اور آبادیوں کے بجائے جنگلوں میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ یہ اسلامی تاریخ میں ایک نیا کام اور ایک حیران کن بدعت ہے کہ انسان خود حالت جنگ میں میدان جنگ میں موجود ہو، امت کو اس کے حقوق مستقبل بعید میں بھی نہ دے سکتا ہو اور علاقوں میں جو اپنے والی مقرر کئے ہوں، ان کے لئے بھی مستقبل بعید میں بھی کوئی امکان نہیں کہ وہ امت کو یہ حقوق دے سکتے ہوں، بلکہ وہ بے چارے تو خود جنگلوں میں ایک محتاط زندگی گزارنے پر مجبور ہیں، پھر بھی اسے کہا جائے کہ یہ شرعی امیر ہے اور مختلف علاقوں میں اس کے منتخب کردہ اشخاص والی اور گورنر ہیں اور علاقوں کے شرعی امراء ہیں، ان کی سمع وطاعت مسلمانوں پر واجب ہے، اور کسی بھی جہادی یا اسلامی جماعت کے لئے جائز نہیں ہے کہ خود سے انفرادی حیثیت میں کام کرے، سبحان اللہ!!!

پھر کہتے ہیں کہ خلیفہ کا یہ فرض ہے:

وتيسير الحجيج من نواحی البلاد واصلاح طرقها وامنها فی مسيرهم وانتخاب من ينظر امورهم

یعنی حاجیوں کی سہولت کا انتظام کرے کہ شہروں اور مختلف اطراف سے آسکیں اور حاجیوں کے راستوں کی اصلاح اور امنیت وحفاظت کا اہتمام کرے اور ایسا ایک منظم شخص منتخب کرے کہ جو حاجیوں کی مشکلات کو حل کرے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

پھر جب خلیفہ یہ حقوق ادا کرے تو امت پر اس کی اطاعت اور نصرت دونوں فرض ہوں گی۔

کیا بغدادی صاحب اس کی طاقت رکھتے ہیں، یا مستقبل قریب میں اس کا کوئی امکان ہے؟ یقیناً جواب نفی میں ہوگا، کیوں کہ دنیا دارالاسباب ہے اور ہم غیب پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ رب العزۃ مسلمانوں کی مدد کرتے ہیں لیکن اگر ظاہری اسباب کو دیکھیں تو ابھی بھی کئی سالوں کا مقابلہ باقی ہے۔ چالیس سال کے مسلح مقابلے ومبارزے کے بعد صرف اتنا ممکن ہو سکا ہے کہ عرب دنیا میں اسلحہ مجاہدین کے ہاتھوں تک پہنچ گیا اور اس علاقے کے مجاہدین اس قابل ہو گئے کہ اپنے علاقوں میں مسلح جہادی جیسے (جماعتیں) بنا سکیں اور اس حالت تک پہنچنے کے لئے بھی ہزرہا قیدی اور لاکھوں شہداء کی قربانی ان دی گئیں اور بہترین بہترین قابل اور عبقری شخصیات اس کے لئے شہادت کے اعلا مقام پر فائز ہوئیں۔

اس سلسلے کو انتہاء تک اور ایک مستحکم نتیجے تک پہنچانے کے لئے کہ علاقہ مکمل مجاہدین کے قبضے میں آجائے اور ایک پر امن فضا میں اسلامی نظام بنالیں، داخلی طواغیت بھی اپنے آخری انجام تک پہنچ جائیں اور بیرونی صلیبی غربی قوتیں علاقہ چھوڑ دیں اور شکست کھا جائیں۔ اس میں ابھی بہت وقت بقی ہے اور بہت سی قربانیاں درکار ہیں۔ ایسی جنگ اور غیر مستحکم اور غیر مستقر حالت میں خود کو خلیفہ سمجھنا اور جہادی جماعتوں اور امت پر اپنی سمع وطاعت واجب سمجھنا، ایک تعجب خیز اقدام ہے۔ ہم حیران ہیں کہ اس کو کیا نام دیں، حیران ہیں کہ اس بچکانہ اقدام پر کہ جس کی وجہ سے ایسے نازک اور کمزور حالات میں مجاہدین کی جماعتیں فتنے اور اختلاف وانشقاق کا شکار ہو گئیں۔

امام ماوردی کے بیان کردہ امام پر رعیت کے دس حقوق:

امام ماوردی نے اپنی کتاب ''تسهيل النظر ص:۱۶۸'' میں رعیت کے حکام پر دس حقوق بیان کرے ہیں:

۱۔ پہلا حق: تمكين الرعية من استيطان مساكنهم

یعنی حکام رعیت کے لئے ایسا نظام بنائیں کہ وہ اپنے گھروں میں امن سے رہ سکیں۔ کیا بغدادی صاحب اور ان کی اعلان کردہ اسلامی سلطنت اور ان کے صوبوں کے والی رعیت کو یہ حق دے سکتے ہیں۔ یقیناً جواب سو فیصد نفی میں ہوگا، کیوں کہ بغدادی صاحب اور ان کے والی خود ایک بد ترین کفری صلیبی صہیونی رافضی تحالف کے حملے کی زد میں ہیں اور علانیہ طور پر منظر عام پر آنا اور ایک ٹھکانہ حاصل ہونا ایک جگہ بھی ممکن نہیں۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

مجاہدین کو تو ایک جگہ بھی امن حاصل نہیں بلکہ وہ تو پوری دنیا میں حالت جنگ میں ہیں اور جو عام مسلمان پُرامن زندگی گزار رہے ہیں، ان کو امن بغدادی صاحب اور ان کے اعلان کردہ والیوں نے نہیں دیا بلکہ مغربی صلیبیوں کے ایجنٹ مقامی طواغیت نے دیا ہے۔

چناں چہ جو شخص پہلا بنیادی حق بھی امت کو نہیں دے سکتا تو اس سے امامت وخلافت کی بیعت کیسے واجب ہو سکتی ہے اور وہ پوری امت کا شرعی رہبر کیسے ہو سکتا ہے۔

۲۔دوسرا حق: التخلية بينهم وبين مسكنهم آمنين

یعنی رعیت کو اپنی جانوں اور گھروں کے بارے میں امنیت حاصل ہو۔ یہ بھی ظاہر اور بالکل بدیہی بات ہے کہ بغدادی صاحب اور ان کی سلطنت کے والی صاحبان کسی کو بھی ان کی جانوں اور گھروں کے بارے میں امن نہیں فراہم کر سکتے۔ عراق وشام بھی بدترین حالت جنگ میں ہیں۔ کسی کی جان اور گھر امریکی، صلیبی ورافضی نصیری بمباری سے محفوظ نہیں ہے اور باقی اعلان کردہ صوبوں میں بھی طواغیت کا تسلط ہے اور اعلان کردہ گورنر صاحبان جنگلوں میں زندگی گزارتے ہیں۔

۳۔تیسرا حق: كف الاذى والايدى الغالية منهم

یعنی رعیت کو تکلیف اور ظالم کے ہاتھ سے بچانا۔ بغدادی صاحب امت کو یہ حق بھی نہیں دے سکتے۔ چینی ترکستان (سنک یانک) سے لیکر مراکش تک فضا وبحر وبر مکمل کفر کے قبضے میں ہے۔ اگر بعض علاقوں میں مجاہدین کا اثر ورسوخ زیادہ ہو بھی جائے تو پھر بھی فضائی بمباری اور ڈرون سے محفوظ نہیں۔ خود بدترین حالت جنگ میں ہیں۔ لہذا امت کے حقوق ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

۴۔چوتھا حق: استعمال العدل والنصفة معهم

یعنی حاکم رعیت سے عدل وانصاف کا معاملہ کرے۔

یہ بھی اسی وقت ممکن ہے کہ جب حاکم خود اس قابل ہو جائے کہ کسی کو عدل وانصاف فراہم کرے۔ بغدادی صاحب اس کی طاقت نہیں رکھتے کہ انہیں عدل وانصاف مہیا کریں اور یہ بالکل بدیہی اور ظاہر بات ہے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

۵۔پانچواں حق: فصل الخصام بین المتنازعین

یعنی رعیت کے اپنے درمیان جھگڑے ختم کرے۔

بغدادی صاحب اوران کی اعلان کردہ خلافت امت کے لئے اس قابل نہیں اور نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں کہ امت کی اغلب اکثریت اور مجادین کے جھگڑے اور تنازعات حل کریں اوران کا فیصلہ کریں۔

۶۔چھٹاحق: حملهم علی موجب الشرع فی عباداتهم و معاملاتهم

یعنی امت کو شریعت کے مطابق عبادات اور معاملات پر ابھارے۔

بغدادی صاحب اس کی طاقت نہیں رکھتے کہ امت کی اغلب اکثریت اور مجاہدین کی اغلب اکثریت کو اپنے معاملات اور عبادات شریعت کے مطابق کرنے پر ابھاریں۔

۷۔ساتواں حق: اقامة حدود الله تعالی و حقوقه فیهم

یعنی رعیت میں حدوداللہ یعنی شرعی سزائیں اوراللہ کے حقوق نافذ کرے۔

بغدادی صاحب اس کی طاقت وصلاحیت نہیں رکھتے کہ امت کی اغلب اکثریت کو یہ حق ادا کریں۔ہاں صرف اسلامی دنیا کے ایک چھوٹے سے حصے میں یہ کام کر سکتے ہیں اور وہ بھی اس حال میں کہ وہ علاقہ بھی میدان جنگ ہے۔

۸۔آٹھواں حق: امن سبلهم و مساکنهم

یعنی رعیت کے راستوں اور گھروں کا امن فراہم کرنا۔یہ ایک عام فہم بات ہے کہ بغدادی صاحب کا اپنا راستہ اور اپنا گھر غربی اتحاد کے حملوں سے محفوظ نہیں تو وہ راستوں اور گھروں کی کیسے حفاظت کر سکتے ہیں۔

۹۔نواں حق: القیام بمصالحهم فی حفظ میاههم وقناطرهم

یعنی رعیت کے پانی اوران کے پلوں کی حفاظت کرنا۔بغدادی صاحب امت کی اغلب اکثریت کو یہ حق نہیں فراہم کر سکتے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

۱۰۔دسواں حق: تقدیرھم وترتیبھم علی اقدارھم ومنازلھم فیما یتمیزون بہ من دین وعمل وکسب وصیانۃ

یعنی لوگوں کی ترتیب وتنظیم ان کے مراتب اور درجوں کے مطابق کرنا،ان کاموں میں کہ جن میں لوگوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں، جیسا کہ دین اور کام وکسب اور حفاظت وغیرہ۔

یہ اس وقت ممکن ہے کہ جب خلیفہ اور اس کے نائبین اور والی رعیت کے درمیان ہوں۔ لیکن جب ایسی صورت حال ہو کہ خلیفہ بھی بدترین اور شدید جنگ کی لپیٹ میں ہو اور اس کے نائبین اور والی بھی تو امت کے مرتبے اور امتیازات کیا پہچانیں گے۔ان کے لئے تو صرف اپنے مجموعے کے حالات سے باخبر رہنا ممکن ہے اور بس۔

یہ دس حقوق ذکر کرنے کے بعد امام ماوردی لکھتے ہیں کہ اگر حاکم یہ دحقوق ادا کرے تو پھر وہ اس کا مستحق ہے کہ رعیت اس کی اطاعت کرے۔ (بحوالہ السیاسۃ والادارۃ فی الاسلام ص:۶۸۳)

اسی طرح امام ماوردی ’’تسہیل النظر ص:۲۵۸‘‘ میں لکھتے ہیں:

ولیھتم الملك کل الاھتمام بأمن السبل والمسالك وتھذیب الطرق والمفاوز لینتشر الناس فی مسالکھم آمنین ویکونوا علی انفسھم واموالھم مطمئنین

’’حاکم عام راستوں کے امن اور بیابانوں اور راستوں کی اصلاح کا پورا پورا اہتمام کرے،تاکہ لوگ اپنے راستوں پر امن کے ساتھ پھیل جائیں اور وہ اپنے مالوں اور جانوں کی طرف سے مطمئن ہوں۔‘‘

بغدادی صاحب اور ان کی دولت اسلامیہ اور ان کے والی حضرات کے لئے ممکن نہیں ہے کہ امت مسلمہ کی اغلب اکثریت کے عام وخاص راستے اور ان کے بیابان وغیرہ پر امن کریں تاکہ لوگ اس میں پر امن نقل وحرکت کریں اور اپنے جان ومال کی طرف سے مطمئن رہیں۔ کیوں کہ انہیں تو خود امن حاصل نہیں ہے۔ ہر وقت کفار وطواغیت کی فضائی اور زمینی حملوں کی زد میں رہتے ہیں۔

ابو جعفر المنصور کہتے ہیں:

الذی علیّ للرعیۃ أن أحفظ سبلھم فینصرفون آمنین فی معاشھم ولا یصدون عن حجھم وقضاء نسکھم وان أحفظ ثغورھم أحصنھا من عدوھم

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

''مجھ پر رعیت کا یہ حق ہے کہ میں ان کے عام راستے محفوظ کروں کہ وہ لوگ ان میں امن سے پھریں اور حج اور دیگر عبادتوں سے ان کے لئے کوئی مانع نہ ہو اور یہ کہ میں ان کو دشمن سے محفوظ رکھوں۔''

بغدادی صاحب اور ان کی اعلان کردہ خلافت اس کی طاقت نہیں رکھتی نہ فی الحال اور نہ مستقبل قریب میں اس کا امکان نظر آتا ہے۔

''ارشیف المجلس العلمی ص:۱۰، ج:۱۷'' میں ''الاقناع'' سے یہ دس حقوق ذکر کئے ہیں اور پھر ''منتھی الارادات'' سے نقل کرتے ہیں:

فإذا قام الإمام بحقوق الأمة فله علیھم حقان الطاعة والنصرة

''کہ جب امام امت کے یہ دس حقوق ادا کرے تو امت پر امام کے دو حقوق فرض ہوتے ہیں: ۱۔طاعت ۲۔نصرت''

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی آٹھویں وجہ:

بغدادی صاحب کی تنظیم کا عراق و شام کے بعض علاقوں میں اثر ورسوخ دیگر جہادی مجموعات سے زیادہ ہو گیا تو انہوں نے وہاں اپنی حکومت و خلافت کا اعلان کیا۔ کچھ عرصے بعد مصر، لیبیا، قفقاز، یمن اور خراسان کو اپنی حکومت کے صوبے بنالیا۔ حالاں کہ یہ کوئی مفتوحہ علاقے نہیں ہیں، بلکہ محکم طاغوتی نظاموں کے تحت ہیں اور مجاہدین وہاں گوریلا مجموعات کی حیثیت سے کاروائیاں کرتے ہیں۔

تاریخ اسلامی میں ایسی مثال نہیں ملتی کہ کوئی علاقہ فتح نہ ہوا ہو، طاغوت کے ماتحت ہو، پھر بھی اسے اسلامی حکومت کا صوبہ بنا دیا جائے اور اس کا رسمی والی بھی مقرر کیا جائے۔

جو علاقہ اسلامی حکومت کا حصہ بنے اس میں تین باتیں ضروری ہیں:

۱۔سلطہ اور حاکم ۲۔رعیت ۳۔زمین اور وطن

یہی بات علامہ محمد مبارک ''نظام الاسلام ص:۵۸'' میں لکھتے ہیں:

تتکون کل دولة من ثلاثة عناصر

یعنی ہر حکومت کے تین عناصر ہوتے ہیں:

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

۱۔سلطہ: یعنی وہ قوت جس سے لوگوں کے کام پورے ہوں۔ حکومت لوگوں کی مشکلات حل کرے، ان کے تعمیراتی کام کرے، ان کا دفاع کرے اور جب بھی ان کے درمیان آپس میں یا دوسرے قبیلوں سے کوئی مشکل پیدا ہو جائے تو اس کو حل کرے۔ یہ قوت حکام، قضاۃ اور دوسرے ذمہ داروں سے حاصل ہوتی ہے۔

۲۔رعیت: یعنی سلطہ کے ذریعے جس امت اور رعیت کے کاموں کا انتظام ہو۔

۳۔زمین ووطن: یعنی جہاں رعیت رہے کہ جس پر حاکم طبقہ اپنے احکام جاری کرے۔

علامہ مبارک رحمہ اللہ پھر کہتے ہیں:

إن ارض الدولة الاسلامية تحصل لها باحد سببين فاما ان يسلم اهله وهم عليها فتُصبح بذالك دار اسلامٍ واما ان يفتحها المسلمون فيقوم فيها حكم الدولة الاسلاميه وتطبق فيها أحكامها

''اسلامی حکومت کو علاقہ دو طریقوں سے حاصل ہوتا ہے اور دو طریقوں سے کوئی زمین اسلامی حکومت کا حصہ بنتی ہے:

۱۔اس علاقے کے تمام رہائشی مسلمان ہو جائیں اور اسی زمین میں رہیں تو وہ زمین دارالاسلام بن جاتی ہے۔

۲۔ مسلمان اس علاقے کو فتح کریں اور اس میں اسلامی حکومت کا قانون جاری کریں اور اسلامی احکام اس میں نافذ ہو جائیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ جس زمین پر شرعی احکام نافذ نہ ہوں تو وہ اسلامی حکومت کا حصہ نہیں ہو سکتی۔

يسكن ارض دار الإسلام المسلمون والمعاهدون من اهل الكتاب الذين قبلو المواطنة فى حكم الدولة الاسلاميه والمستأمنون اى الذين دخلوا بعقد أمان موقوت الأجل من ابناء الدولة الاخرى۔ (نظام الاسلام ص ١٣٦)

''دارالاسلام میں یا تو مسلمان رہتے ہیں یا وہ معاہد اہل کتاب جو کہ اسلامی حکومت میں رہائش اختیار کریں یا وہ مستامنین جو کہ کفریہ ممالک سے آئیں اور اسلامی حکومت میں وقتی امن حاصل کر لیں۔ وہ حربی کافر کہ جس سے معاہدہ نہ ہوا ہو تو وہ اسلامی حکومت میں نہیں رہ سکتا۔''

اس مسئلے پر دکتور وہبۃ الزہیلی نے ''الفقه الاسلامى'' میں تفصیلی بحث کی ہے، وہ ص: ۵۳۷، ج:۸ میں کہتے ہیں:

تفنى الدولة او تزول بزوال أحد عناصرها الثلاثة السابق ذكرها وهى السكان والاقليم والسلطه

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

اس کا حاصل یہ ہے کہ دولت اسلامی کا خاتمہ اس پر ہوتا ہے کہ ان تین اہم عناصر میں سے کوئی ختم ہو جائے۔ رہائشی ختم ہو جائیں یا زمین ختم ہو جائے یا سلطہ ختم ہو جائے۔

بغدادی صاحب کی حکومت نے جن علاقوں کا اعلان اپنے صوبوں کی حیثیت سے کیا ہے وہاں ان تین عناصروں میں سے ایک بھی موجود نہیں ہے بلکہ ان اعلان کردہ صوبوں میں صرف جہادی گوریلا مجموعات فعال ہیں، جو کہ صرف گوریلہ کاروائیاں کرتے ہیں۔ ان علاقوں میں اپنے والیوں کا مقرر کرنا اور ان کو اپنے صوبوں کے طور پر اعلان کرنا شرعی اور زمینی حقائق کے خلاف ہے اور ان علاقوں میں کفر کے خلاف مصروف جہاد مجموعات کو آپس کے اختلاف وافتراق میں ڈال کر ان کو تقسیم کرنے کے مترادف ہے۔

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی نویں وجہ

نویں وجہ یہ ہے کہ ان کا سلطہ قاصر ہے اور جس کا سلطہ قاصر ہو وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا، جیسا کہ ''الموسوعة الفقهية الكويتية ص:٢١٦، ج:٦'' میں ہے:

فان كانت سلطته قاصرة على ناحية خاصة فليس بخليفة وان كانت عامة فهو خليفة

''اگر حاکم کا قبضہ ایک خاص علاقے میں ہو تو یہ خلیفہ نہیں اور اگر اس کا قبضہ اور کنٹرول عمومی ہو تو یہ خلیفہ ہے۔''

بغدادی صاحب کا اثر ورسوخ عالم اسلام اور امت مسلمہ کے ایک خاص علاقے پر ہے اور عمومی امت پر نہیں ہے اور پھر جس علاقے پر ان کا قبضہ ہے وہ بھی حالت جنگ میں ہے۔ اربو مسلمان ان کے کنٹرول میں نہیں ہیں اور یہ تھوڑا سا علاقہ جو ان کے قبضے میں ہے اس کی فضا بھی کفر کے قبضے میں ہے، علاقہ مسلسل بمبار کی زد میں ہے اور ابھی تک جنگ جاری ہے، علاقہ میدان جنگ بنا ہوا ہے، کر وفر کی صورت حال ہے، کبھی ایک جانب پیش قدمی کرتے ہیں تو کبھی دوسری جانب۔ ابھی حال ہی میں ان سے ''بغداد'' لے لیا گیا۔ اس سے پہلے ''کوبانی'' کا اکثر حصہ لے لیا گیا تھا اور کچھ وقت پہلے ان سے ''مقدادیہ'' بھی لے لیا گیا تھا۔ یہی صورت حال ''تکریت'' کی ہے۔ مطلب یہ کہ علاقہ حالت جنگ میں ہے، جنگ کے حتمی نتائج ابھی تک معلوم نہیں ہیں۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

یہ منطقہ واضح مفتوحہ علاقہ اس وقت بنے گا کہ جب دشمن کی فضائی بمباری اور زمینی پیش قدمی اور تعارض بند ہو جائیں اور علاقہ بغدادی صاحب کی قیادت میں جنگی حالت سے نکل جائے۔

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی دسویں وجہ

دسویں وجہ یہ ہے کہ بغدادی صاحب کا اختیار تھوڑے سے علاقے پر ہے۔یعنی بعض شہروں پر ہے اور جس کا اختیار بعض شہروں پر ہو تو وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

''الموسوعة الفقهية الكويتية ص:۲۱۶، ج:۶'' میں ہے:

ألإمارة لغة الولاية والولاية إما ان تكون عامة فهي الخلافة اوالإمامة العظمى وإما ان تكون خاصة على ناحية كان ينال أمر مصرونحوه

''امارت لغت میں اختیار کو کہتے ہیں۔اگر یہ اختیار عمومی ہو، صرف ایک خاص علاقے یا شہر تک محدود نہ ہو تو اس کو خلافت یا امامت عظمی نہیں کہتے بلکہ صرف اس کو امیر کہتے ہیں۔''

یہی بات ''نیل الاوطار ص:۴۵۶، ج:۱۲'' میں علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الامارة العظمى وهي الخلافة والصغرى وهي الولاية على بعض البلاد

''امارت عظمی خلافت کو اور امارت صغریٰ بعض شہروں پر اختیار کو کہتے ہیں۔''

لہذا بغدادی صاحب خلیفہ اس لئے نہیں ہے کہ ان کا اختیار عالم اسلام اور امت مسلمہ کے بہت ہی کم علاقے پر ہے اور اس پر بھی ان کا کامل سلطہ نہیں ہے۔کیوں کہ یہ علاقہ بدترین اور شدید ترین جنگ کی لپیٹ میں ہے۔بغدادی صاحب کا یہ مشتبہ سلطہ شام اور عراق کے بعض علاقوں پر ہے۔

عراق بنیادی طور پر تین حصے اور تین قوتوں میں تقسیم ہے:

۱۔عرب روافض جو کہ عراق کی ایک بڑی قوت ہے اور عراق کے بھی بڑے بڑے شہر بشمول بغداد ان کے قبضے میں نہیں ہیں۔

۲۔عرب سنی جو کہ عراق کی تیسری قوت ہے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

۳۔ کرد جو کہ عرب، روافض اور سنیوں کے مقابل ہیں۔ یہ عراق کی دوسری بڑی قوت ہے۔

بغدادی صاحب کا مشتبہ سلط سنیوں کے بعض علاقوں پر ہے اور وہ علاقے جو کہ عراق کی اکثری آبادی والے شہر اور علاقے ہیں تو اس پر روافض یا ان کے اتحادی کردوں کی حکومت ہے اور شام پر تو ان کا مشتبہ قبضہ بہت ہی کم علاقے پر ہے۔

بغدادہ صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کہ گیارہویں وجہ

گیارہویں وجہ یہ ہے کہ بغدادی صاحب سے امت کے رہبروں اور خاص لوگوں کی بیعت نہیں ہے اور نہ ہی ان کا حکم امت پر ان کے رعب وخوف کی وجہ سے نافذ ہے اور جس کا یہ حال ہو تو وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

''فتاوی قاضی خان ص: ۵۶۲ ''میں ہے:

قال علمائنا السلطان یصیر سلطانًا بأمرین باالمبایعة معه ویعتبر فی المبایعة مبایعة اشرافهم واعیانهم والثانی ان ینفذ حکمه فی الرعیة خوفا من قهرو غلبة ۔ (قاضی خان ص ۴۲۸ جلد ۲)

''ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ بادشاہ دو باتوں سے بادشاہ بنتا ہے:

۱۔ ایک یہ کہ اس سے بیعت کی جائے اور پھر بیعت میں بھی امت کے معتبر رہبروں اور معزز لوگوں کی بیعت معتبر ہے۔

۲۔ اس کا حکم رعیت میں چلتا ہو اس کے رعب اور غلبے کے ڈر سے۔''

اسی طرح ''تنویر الابصار ''میں اور ''بحر الرائق ص: ۱۵۳، ج: ۵ باب البغاۃ'' میں بھی کہتے ہیں:

الامام یصیر اماما بالمبایعة معه من الأشراف والأعیان وبان ینفذ حکمه فی رعیته خوفًا من قهره وجبروته فان بایع الناس ولم ینفذ حکمه فیهم لعجزه عن قهرهم لا یصیر إمامًا

''امام دو باتوں سے امام اور خلیفہ بنتا ہے: ایک یہ کہ امت کے عزت منداور رہبر لوگ اس سے بیعت کریں اور دوسرا یہ کہ اس کا حکم اس کی رعیت پر اس کے ڈر کی وجہ سے نافذ ہو۔ اگر لوگ اس سے بیعت تو کر لیں لیکن اس کا حکم لوگوں پر نہ چلتا ہو، جس کی وجہ سے وہ لوگوں کو مغلوب کرنے سے عاجز ہو تو یہ امام اور خلیفہ نہ ہو گا۔''

اسی طرح ''شامی ص: ۳۴۰، ج: ۳ ''میں کہتے ہیں:

ای یشترط مع وجود المبایعة نفاذ حکمه

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

''بیعت کے ساتھ اوامر ونواہی کا نافذ ہونا بھی شرط ہے۔''

پھر کہتے ہیں کہ احکام کا نافذ ہونا اُس خلیفہ کے لئے بھی شرط ہے کہ جس کو پچھلے خلیفہ نے منتخب کیا ہو یا وہ متغلب ہو۔

اسی طرح ''الدر المختار ص: ۲۶۳، ج: ۴'' میں اور ''بدائع الصنائع'' میں بھی ہے۔

بغدادی صاحب سے امت کے رہبر، معزز اور خواص لوگوں کی بیعت اور موافقت نہیں ہے۔ جو لوگ امت میں محبوبیت رکھتے ہیں اور جنہوں نے ۲۱ سال عالمی طاغوتی نظام کے خلاف مسلح جہاد کیا کہ ان کی مقاومت اور قربانی کے ذریعے جہاد نے عالمی شکل اختیار کر لی۔ عالم اسلام میں ان کی کوششوں سے ایک بیداری پیدا ہو گئی۔ ان تاریخی شخصیات اور اولیاء اللہ میں سے کسی ایک سے بھی بغدادی صاحب کی خلافت کے حوالے سے مشاورت نہیں کی گئی۔ حالاں کہ یہ شخصیات عالمی جہادی حرکت کے بانی اور مجاہدین اور عام مسلمانوں میں انتہائی معتبر ہیں، ان میں سے ہر ایک کے پیچھے لاکھوں مجاہدین و حامی اور انصار ہیں، جیسا کہ ملا صاحب محترم جو کہ ہزارہا مجاہدین اور لاکھوں حامی وانصار رکھتے ہیں۔ اسی طرح جماعۃ قاعدۃ الجہاد کے امیر دکتور ایمن الظواہری، تنظیم القاعدۃ فی جزیرۃ العرب یعنی یمن کے مجاہدین کے امیر، قفقاز کی اسلامی امارت کے محترم مسؤول ابو عمر الداغستانی، جو کہ قفقاز کی ریاستوں، چیچنیا، داغستان وغیرہ میں ہزاروں مجاہدین اور لاکھوں حامی وانصار رکھتے ہیں اور معاصر جہادی تنظیموں میں جو پرانی جہادی تنظیمیں ہیں ان کی بھی بغدادی صاحب کی خلافت سے موافقت نہیں بلکہ انہوں نے تو مستقل ایک ویڈیو ان کے خلاف جاری کی ہے۔

اسی طرح یمن کے مجاہدین نے بھی ان کے خلاف ویڈیو جاری کی ہے۔ اسی طرح صومال میں شباب المجاہدین جن کا صومال کی اغلب اکثریت پر مضبوط اثر ہے اور صومال میں بہت زیادہ علاقے ان کے قبضے میں ہیں۔ اسی طرح مالی مجاہدین کے امیر، الجزائر کے مجاہدین کے امیر، چینی ترکستان کے مجاہدین کے امیر محترم عبد الحق، جن کے ہزارہا مجاہدین خراسان، عراق وشام اور سنکیانک کے مختلف محاذوں پر مصروف عمل ہیں۔ تحریک اسلامی ازبکستان کے امیر محترم عثمان صاحب اور اسی طرح شام کے مجاہدین کی مضبوط جماعت جبہۃ النصرۃ اور اسی طرح دنیا کے بہت سے دیگر جہادی جبہات اور دنیا کے مشہور جہادی علماء میں سے ایک بھی ان سے موافق نہیں ہے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

دوسری بات یہ کہ بغدادی صاحب کا حکم بھی امت پر ان کے خوف ورعب کی وجہ سے نافذ نہیں ہے۔رعب اور خوف کی وجہ سے حکم کا نفاذ تو کیا حقیقت تو یہ ہے کہ حکم بالکل نافذ ہی نہیں ہے۔وہ دعوی تو پوری امت کی قیادت کا کرتے ہیں لیکن حقیقت میں پوری امت تو کیا امت کے ہزار ویں حصے پر بھی ان کا حکم نافذ نہیں ہے۔

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی بارہویں وجہ:

خیر القرون اور اسلامی تاریخ میں ایسی مثال نہیں ملتی کہ کسی ایک علاقے کے لوگ متفق ہو جائیں اور باقی امت مسلمہ اس سے متفق نہ ہو اور وہ پھر بھی پوری امت مسلمہ کا خلیفہ بن جائے بلکہ اس کے مخالف مثال ضرور ملتی ہے کہ ایک علاقے اور منطقے کے لوگ متفق ہوں اور دیگر امت ان سے موافق نہ ہو تو کسی نے ان کو شرعی خلیفہ نہ کہا، جیسا کہ حسین رضی اللہ عنہ کے حالات تھے کہ کوفہ والوں نے ان سے بیعت کی تھی اور انہوں نے ان کی طرف ہجرت بھی کی لیکن کسی اور کی ان سے بیعت نہیں تھی تو اس وجہ سے کسی نے ان کو خلیفہ نہیں کہا۔

''الانباء فی تاریخ الخلفاء ص:۵۳'' میں ان لوگوں کے نام ذکر کئے گئے ہیں کہ جن سے بعض لوگوں نے بیعت کی لیکن دیگر امت کی ان سے موافقت نہ ہونے کی وجہ سے کسی نے ان کو خلیفہ نہیں کہا، جیسا کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ، محمد بن حنفیہ، ضحاک بن قیس، عمر بن سعید، عبدالرحمن بن الاشعث، یزید بن المھلب، عبداللہ بن معاویہ رحمہم اللہ وغیرہ۔

اسی طرح ''تاریخ الخلفاء ص:۲۴'' میں علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ وہ ابراہیم جو کہ یزید الناقص کے بعد تھے، ان سے بھی بعض لوگوں نے بیعت کی تھی لیکن دیگر امت نے نہ کی تھی، اسی وجہ سے لوگ ان کو خلیفہ نہیں کہتے، صرف امیر کہتے ہیں۔

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی تیرہویں وجہ:

اگر بغدادی صاحب کو کچھ لوگوں کی موافقت اور بیعت اور جمہور کی مخالفت کے باوجود شرعی خلیفہ مان لیا جائے اور تمام جہادی رہبروں، اکابر علماء کرام اور بڑے بڑے جہادی مجموعات جیسا کہ امارت اسلامی، القاعدہ، شباب المجاہدین، حزب اسلامی شرقی ترکستان، تحریک اسلامی ازبکستان، تحریک طالبان پاکستان وغیرہ کو باغی مان لیا جائے تو یہ واضح باطل بات ہے،

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

کیوں کہ حسین سے بعض لوگوں نے بیعت کی تھی اور جمہور امت نے نہ کی تھی، لیکن اس پر کسی نے بیعت نہ کرنے والوں کو باغی نہ کہا۔

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی چودھویں وجہ:

خلافت کے مقاصد میں سے ایک مقصد امت کی وحدت ہے۔ بغدادی صاحب نے امت کی رضا کے بغیر، ''اھل الحل والعقد'' کی موافقت کے بغیر جو اعلان کیا ہے، اس کی وجہ سے امت وحدت کے بجائے اختلاف کا شکار ہو گئی ہے اور بعض منطقوں میں تو یہ اختلاف مسلح تصادم تک پہنچ چکا ہے، جیسا کہ شام کا مبارک محاذ اور افغانستان۔ ان کے اعلان کی وجہ سے مجاہدین کی صفیں ایسے وقت میں تقسیم ہو گئیں کہ مجاہدین کے وسائل کم اور اقتصادی مشکلات زیادہ ہیں اور وہ ایک بے مثال مضبوط دشمن سے حالت جنگ میں ہیں۔

اس سے پہلے مقامی سطح پر مجاہدین میں کچھ نہ کچھ اختلاف تھا لیکن عالمی جہاد ایک صف اور آزمودہ قیادتوں کے ارشادات اور رہبری میں جاری تھا اور کسی قسم کا نظریاتی اور فکری اختلاف نہ تھا۔ بغدادی صاحب کا یہ اعلان ایک ایسا اقدام ہے کہ جس کی وجہ سے ہر جہادی محاذ میں دراڑیں پیدا ہو گئیں اور نظریاتی بنیادوں پر مجاہدین کی تقسیم شروع ہو گئی ہے، کیوں کہ بغدادی صاحب سے بیعت کے وجوب کا نظریہ ایک نظریاتی اور فکری موضوع ہے اور پھر اس پر احادیثِ خلافت جسپاں کرنا اس کو قوت دیتا ہے۔

ہماری فکر اور نظریہ تو یہ ہے کہ احادیثِ خلافت ایسے بدعی اعلان اور دعوے پر چسپاں کرنا احادیث کی معنوی تحریف ہے، کیوں کہ جن جنگی حالات میں بغیر امت کی رضا اور بغیر ''اھل الحل والعقد'' کے انتخاب کے جو اعلان کیا گیا ہے اس حال میں کہ نہ سابقہ خلیفہ کی طرف سے مقرر کئے گئے، نہ ہی متغلب کامل ہیں، نہ امت کے حقوق پورے کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان سے امت کی اہم شخصیات متفق ہیں۔ تو اس حالت میں خلافت کا اعلان کرنا ایک ایسا بدعی طریقہ ہے کہ جس کی اسلامی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی، البتہ مجاہدین کی جماعت و وحدت ان کے اعلان سے ختم ہو گئی ہے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی پندرہویں وجہ:

اگر بغدادی صاحب کا تقرر ''اہل الحل والعقد'' نے بھی کیا ہوتا لیکن شہروں اور علاقوں والے ان سے موافق نہ ہوں اوا طاعت نہ کریں تو خلافت نہ قائم ہوتی اور وہ خلیفہ نہ ہوتے، جیسا کہ ''الوجیز فی فقہ الخلافۃ ص: ٦٠'' میں کہتے ہیں:

وقد وردان عمر بن عبد العزيز بعدان اخذت البيعة بناء على عهد الخليفة سليمان بن عبد الملك اليه أنه قام فصعد على المنبر ثم قال أيها الناس إني لست بمبتدع ولكني متبع وإن من حولكم من الأمصار والمدن إن أطاعو كما أطعتم فانا واليكم وان هم أبو فلست لكم بوال ثم نزل

''عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے لئے جب بیعت لے لی گئی، اس وجہ سے کہ پچھلے خلیفہ سلیمان بن عبد الملک نے ان کو مقرر کیا تھا، تو وہ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگوں میں بدعتی نہیں ہوں کہ لوگ مجھے قبول نہ کریں اور پھر بھی میں اپنے آپ کو خلیفہ کہوں، بلکہ میں متبع سنت ہوں، یقینا تمھارے ارد گرد جو مسلمان علاقے ہیں، اگر وہ آجائیں اور اطاعت کر لیں تو پھر میں تمھاراامیر اور خلیفہ ہوں اور اگر وہ میری طاعت سے انکار کریں تو میں تمہارا خلیفہ نہیں ہوں۔''

آپ دیکھیں کہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا انتخاب شرعی طریقے سے ہوا تھا، خلافت کی تمام شرائط ان میں موجود تھیں، تابعی تھے اور نیک بھی تھے لیکن پھر بھی کہتے ہیں کہ اگر لوگوں نے میری طاعت سے انکار کیا تو پھر میں تمھاراامیر و خلیفہ نہیں ہوں، کیوں کہ میں متبع شریعت ہوں اور بدعتی نہیں ہوں۔ یعنی یہ بدعت ہے کہ ایک شخص کو امت قبول نہ کرے پھر بھی وہ کہے کہ میں پوری امت کا خلیفہ ہوں۔

بغدادی صاحب کا انتخاب تو شریعت کے تین طریقوں میں سے ایک طریقے کے مطابق بھی نہیں ہوا۔ امت و مجاہدین کی سواد اعظم ان کے خلاف ہے۔ امت کے حقوق پورے کرنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے، حالت جنگ میں واقع ہیں۔ لہذا یہ صورت یقینی بدعت ہے۔ چناں چہ صاحب وجیز فرماتے ہیں:

ويجب ان ينعقد الرضا من المسلمين كافة

جب کہ بغدادی صاحب پر تو ایک عشر مسلمان و مجاہدین کی بھی رضا نہیں ہے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی سولہویں وجہ:

اگر بالفرض "اهل الحل والعقد" نے ان کا انتخاب کیا بھی ہو لیکن دیگر امت نے ان کی تابعداری نہیں کی۔ اس لئے جس شخص کی ایسی حالت ہو تو وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ شارح رملی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فاذا لم يكن المبايعون بحيث تتبعهم الأمة فلا تنعقد الإمامة بمبايعتهم

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی سترہویں وجہ:

اگر بالفرض یہ ثابت بھی ہو جائے کہ ان کا انتخاب "اهل الحل والعقد" نے کیا ہے لیکن اکثر امت ان کے مخالف ہے۔ چناں چہ جس کی یہ حالت ہو کہ اعلان وانتخاب کے بعد اغلب امت مخالف ہو تو وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

یحی بن ابی الخیر العمرانی اپنی کتاب "الانتصار فی الرد علی القدریة ص:۸۳۶، ج:۳" میں کہتے ہیں:

فنحن نقول لما بايع عمر رضی اللہ عنہ ابابكر رضی اللہ عنہ انعقد له الامامة لا بمجرد مبايعته ولكن لتتابع الأيدى إلى المبايعة ولو لم يبايعه عمر وبقى الناس مخالفين وانقسموا انقسامًا لا يتميز فيه الغالب من المغلوب لما انعقدت امامته

اسی طرح وہبۃ الزحیلی "الفقه الاسلامی وادلته ص:۲۶۵، ج:۸" میں کہتے ہیں:

فاذا عقد البيعة شخص واحد لا تنعقد حتى تتم موافقة الامة ورضاها

پھر کہتے ہیں:

قال الغزالی فی بيعة أبي بكر ولو لم يبايعه غير عمر وبقى كافة الخلق مخالفين او انقسموا انقسامًا متكافئًا لا يميز فيه غالب عن مغلوب لما انعقدت الإمامة

اسی طرح "منهاج السنة ص:۱۴۳، ج:۱" میں عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں:

قال ابن تيميه فی مبايعه أبي بكر لو قدر أن عمرو طائفة معه بايعوه وامتنع سائر الصحابة عن البيعة لم يصر امامًا بذالك وإنما صار اماما بمبايعة جمهور الصحابه الذين هم اهل القدرة والشوكة

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی اٹھارویں وجہ:

اگر یہ ثابت ہو بھی جائے کہ بغدادی صاحب کو "اہل الحل والعقد" نے مقرر کیا ہے لیکن پھر بھی ان کو دیگر امت کی موافقت اور رضا حاصل نہیں ہے اور جس کو باقی امت کی رضا اور موافقت حاصل نہ ہو تو وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

وہبۃ الزہیلی ص: ۲۹۰، ج: ۸ میں کہتے ہیں:

لا تنعقد حتی تتم موافقة الامة ورضاها

اور "احکام الامارۃ" میں شیخ حارث بن غازی النظاری شہید کہتے ہیں:

أما ان اهل الحل والعقد يختارون اماما ولا يرضاه المسلمون فهؤلاء ليسوا باهل حل وعقد

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی انیسویں وجہ:

بغدادی صاحب سے اہل شوکت موافق نہیں ہیں اور جس سے اہل شوکت موافق نہ ہوں تو وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا، جیسا کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ارادہ کیا کہ قاسم بن محمد کو خلیفہ مقرر کریں لیکن وہ اس کی طاقت نہیں رکھتے تھے، کیوں کہ اہل شوکت کی ان کو موافقت حاصل نہیں تھی۔

"مجموعة مؤلفات عقائد الرافضة والرد عليها ص ۸۰ جلد ۱۷۳" میں ہے:

وقد كان عمر بن عبد العزيز يختار ان يولى القاسم بن محمد بعده لكنه لم يطق ذالك لان اهل الشوكة لم يكونوا موافقين على ذالك

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی بیسویں وجہ:

بغدادی صاحب اس لئے خلیفہ نہیں ہیں کیوں کہ اکثر معتبر لوگوں کی ان کو موافقت حاصل نہیں ہے اور جس کو اکثر معتبر لوگوں کی موافقت حاصل نہ ہو تو وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

امام غزالی رحمہ اللہ "فضائح الباطنية ص: ۱۷۷" میں کہتے ہیں:

و مدار جميع ذالك على الشوكة ولا تقوم الشوكة إلا بموافقة الأكثرين من معتبرى كل زمان

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

بغدادی صاحب کو اکثر معتبر لوگوں کی موافقت تو کیا دسوے حصے کی موافقت بھی حاصل نہیں ہے۔

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی اکیسویں وجہ:

اس پر تمام علماء کرام کا اتفاق ہے کہ خلیفہ کی شرائط میں سے ایک اہم شرط عدالت ہے۔ بغدادی صاحب کی عدالت پر ان کے علاقے کے مقامی صحیح المنہج اور صحیح العقیدہ مجاہدین تنقید کرتے ہیں۔ان پر بے شمار مجاہدین کے قتل کا دعویٰ ہے، جیسا کہ بالخصوص شام کے القاعدہ کے امراء اور عالمی جہادی علماء کرام ان کے منہج پر بھی تنقید کرتے ہیں کہ ان کے منہج میں انتہائی غلو، افراط اور خارجیت ہے۔ یہ افراط اور غلو عدنانی صاحب کے بیانات سے باآسانی معلوم کیا جا سکتا ہے۔

جماعۃ قاعدۃ الجہاد کی قیادتیں شیخ ایمن الظواہری وغیرہ دولۃ الاسلامی کے اعلان تک ''دولۃ'' کے امیر تھے اور بغدادی صاحب خود ان کو ان الفاظ سے یاد کرتے تھے:

<u>إلى اميرنا الشيخ المفضال وان الاخوة سهام في كنا نتكم</u>

لیکن جب بغدادی صاحب کی اعلان کردہ دولت کی انہوں نے تائید نہیں کی تو پھر بغدادی صاحب نے کہا:

<u>فما قررنا البقاء إلا بعد أن تبين لنا أن طاعتنا لأميرنا معصية لربنا ومهلكةٌ لمن معنا من المجاهدين وخاصة المهاجرين فاطعنا ربنا وآثرنا رضاه على رضا الأمير۔۔۔ ولا يقال عمن عصى أمرًا لأميرٍ يرى فيه مهلكةً للمجاهدين ومعصية لله تعالى أنه أساء الأدب</u>

اسی طرح دولۃ کے ترجمان عدنانی صاحب بہت جذبے کے ساتھ اور باآواز بلند کہتے ہیں:

<u>إن تنظيم القاعدة اليوم يؤمن بالدمقراطية وبالسلمية ويعين حكم الاخوان ويوالى الصحوات والمجوس والهندوس ۔۔۔۔ ولكن القضية قضية دين اعوج ومنهج انحرف منهج استبدل بالصدع بملة ابراهيم وبالكفر بالطاغوت وبالبراءة من اتباعه وجهادهم منهجا يؤمن بالسلمية ويجرى خلف الاكثرية منهجًا يستحى من ذكر الجهاد والصدع بالتوحيد</u>

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی بائیسویں وجہ:

اگر بغدادی صاحب کی بیعت صرف اس وجہ سے فرض ہے کہ وہ قریشی ہیں اور دیگر شرائط بھی ان میں موجود ہیں اور ان سے بیعت کی گئی ہے تو قریشی تو حسین بھی تھے اور بغدادی سے بہت بہتر تھے اور ان کے متبعین سے بہتر لوگوں نے ان سے بیعت کی تھی، کیوں کہ وہ خیر القرون کے لوگ تھے، لیکن پھر بھی وہ خلیفہ نہ تھے اور پھر یہ عقیدہ "اهل السنة والجماعة" کے عقیدے کے خلاف ہے۔

"منهاج السنة ص:۲۲۸، ج:۳" میں کہتے ہیں:

ليس قول اهل السنة والجماعة وليس مذهبهم أنه بمجرد مبايعة واحد قريشي تنعقد بيعته ويجب على جميع الناس طاعته وهذا وان كان قد قاله بعض اهل الكلام فليس هو قول أئمة اهل السنة والجماعة

یعنی اگر ایک شخص قریشی ہو اور اس سے بیعت کر لی جائے تو اس بنیاد پر تمام امت پر اس کی طاعت فرض ہو جائے، یہ "اهل السنة والجماعة" کے عقیدے کے خلاف ہے۔

بغدادی صاحب کے شرعی خلیفہ نہ ہونے کی تیئیسویں وجہ:

ایک اور وجہ یہ ہے کہ بغدادی صاحب کو سلطہ اور تمکین حاصل نہیں اور جس کو تمکین اور سلطہ حاصل نہ ہو اور وہ خلافت کا دعوی کرے اور اپنی بیعت لوگوں پر واجب سمجھے تو یہ گمراہی، بدعت اور لوگوں کے دین کی بربادی ہے، کیوں کہ خلافت کے لئے تمکین اور سلطہ شرط ہے، جیسا کہ "فتاوى الدين الخالص ص:٦٧٦، ج:٩" میں کہتے ہیں:

بيعة الخليفة واجبة فمن لم يبايع مع وجوده فهو باغ فاسق ميتته الجاهلية هٰذا اذا كان الخليفة موجودا ينفذ الاحكام يكون عنده سلطة ويكون جنة يقاتل من ورائه اما اذا لم يكن عنده قوة ولا سلطة ثم ادعٰى انه خليفة وانه يجب مبايعته فان هٰذا مبتدع ضال يشوش على الناس دينهم ولايدرى هٰذا المسكين معنى هٰذا المنصب فان الخلافة الاسلامية اسم للقوة والتمكين وتنفيذ الحدود وازالة المنكرات والجهاد فى سبيل الله

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

''جب خلیفہ موجود ہو تو اس کی بیعت واجب ہے اور جو بیعت نہ کرے تو وہ باغی ہے، فاسق ہے، اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔ لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب ایسا خلیفہ موجود ہو کہ احکام نافذ کرے اور اس کو سلطہ حاصل ہو اور وہ امت کے لئے ایک ڈھال ہو کہ اس کے پیچھے جنگ کی جا سکے۔ لیکن جب اس کو سلطہ حاصل نہ ہو اور پھر بھی وہ خلافت کا دعوی کرے اور اپنی بیعت کو واجب جانے تو یہ بدعتی اور گمراہ شخص ہے جو کہ مسلمانوں کے دین کو خراب کرنا چاہتا ہے اور یہ بے چارہ خلافت کے منصب کے مقاصد سے بے خبر ہے، کیوں کہ خلافت تو قوت اور تمکین کا نام ہے جس کے ذریعے منکرات کا خاتمہ اور جہاد فی سبیل اللہ کیا جاتا ہے۔''

پھر ص:۲۷۸، ج:۹ میں کہتے ہیں:

واخذ البیعۃ قبل القدرۃ والسلطۃ لم یؤمر المسلمون بھا

''قدرت اور سلطے سے پہلے بیعت لینا، اس کا مسلمانوں کو حکم نہیں دیا گیا۔''

''الامامۃ العظمی ص:۳۶'' میں کہتے ہیں:

وھذہ السلطۃ ھی الامامۃ (خلافت اصل میں سلطے کو کہتے ہیں۔)

''ملاك الامجاد ص:۳۰'' میں کہتے ہیں:

ومن اھم شروط انعقاد الخلافۃ التمکین لان الخلافۃ انما تکون لتنفیذ دین اللہ فی ارضہ ولا یمکن ھذا التنفیذ الا باالتمکین

''خلافت کی اہم شرط میں سے ایک تمکین ہے، کیوں کہ خلافت دین کی تنفیذ کے لئے ہے اور تنفیذ تمکین کے بغیر نہیں حاصل ہو سکتی۔''

قرآن کریم میں اس شرط کی طرف تین جگہ اشارہ کیا گیا ہے، جیسا کہ سورۃ حج آیۃ:۴۱ میں ہے:

الذین ان مکناھم فی الارض

اور ''سورۃ قصص آیۃ: ۵'' میں ہے:

ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین ونمکن لھم فی الارض

اس آیت میں میں امامت کو وراثت اور تمکین کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

اوراسی طرح ''سورۃ نور آیۃ :۵۵'' میں ہے:

ولیمکنن لھم دینھم

اسی طرح خلیفہ اس وقت خلیفہ ہو سکتا ہے کہ جب وہ کسی کی حفاظت کر سکتا ہو اور جب حفاظت نہیں کر سکتا تو پھر ایسا خلیفہ کسی پر کوئی چیز نہیں واجب کر سکتا، جیسا کہ زکوۃ کے مسئلے کے بارے میں ''البنایۃ ص:۳۰۶، ج: ۷'' میں کہتے ہیں:

الامام باعتبار الحمایۃ ولم یحمھم

''امام حفاظت کے اعتبار سے امام سمجھا جاتا ہے۔''

(یعنی جس سے باغیوں نے زکوۃ وصول کی ہو تو خلیفہ اس سے پھر سے زکوٰۃ نہیں لے سکتا، کیوں کہ خلیفہ نے ان لوگوں کی حفاظت نہیں کی۔)

عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان کنت لا تحمھم فلا تجبھم

''اگر تم ان کی حفاظت نہیں کر سکتے تو ان سے زکوۃ نہ لو۔''

جیسا کہ بغدادی صاحب آج کل ہماری کچھ بھی حفاظت نہیں کر سکتے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

اشکال:

آئندہ صفحات میں ہم ایک اہم اشکال اور اس کا جواب بیان کریں گے:

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس بغدادی کی خلافت اور ان کی بیعت کی فرضیت پر قرآن و سنت ہے اور دیگر لوگوں کے پاس صرف علماء کے اقوال؟

جواب: دنیا میں جتنے بھی فرقہ ضالہ (گمراہ فرقے) گزرے ہیں، وہ سب قرآن و حدیث سے ہی استدلال کرتے ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں خود اس بات کا ذکر ہے کہ اس امت میں بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے اور صرف ایک جنت میں جائے گا۔ یہ تمام بہتر فرقے قرآن و سنت سے ہی استدلال کرتے ہیں اور پھر ان میں بڑے بڑے علماء کرام بھی تھے، جیسا کہ جاحظ، نظام، زمخشری وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ان کا استدلال چوں کہ سلف و صالحین اور علماء کرام کے فہم کے مطابق، "اهل السنة والجماعة" کے عقیدے اور صحابہ کرام کے نظریے کے موافق نہیں، اس لئے باطل ہے۔

اسی طرح جو شخص بغدادی صاحب کی خلافت اور بیعت کے لئے خلافت اور بیعت کے بارے میں وارد احادیث سے استدلال کرے تو یہ استدلال بھی باطل ہے۔ کیوں کہ یہ استدلال صحابہ کے نظریے، "اهل السنة والجماعة" کے عقیدے اور علماء کرام کی تشریح کے موافق نہیں، جیسا کہ یہ بات ہم نے تفصیلا دائل سے ثابت کر دی ہے۔

گمراہ فرقے اور ان کے باطل استدلال کی مثالیں

پہلی مثال:

حلولیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی مخلوق میں حلول کرتے ہیں اور اللہ عزوجل کا مخلوق سے اختلاط ہوتا ہے، کیوں کہ قرآن میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وهو معكم "اور اللہ تمہارے ساتھ ہیں۔"

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

دوسری مثال:

معتزلہ، خوارج، جہمیہ، امامیہ، یہ سب کہتے ہیں کہ جنت میں اللہ تعالی کی رؤیت یعنی دیدار نہیں ہے، کیوں کہ قرآن میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

لن ترانی ”تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے۔“

لن تدرکہ الابصار ”نظریں اللہ تعالی کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔“

اسی طرح معتزلہ کہتے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے، کیوں کہ قرآن میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

اللہ خالق کل شیء ”اللہ تعالی ہر چیز کے خالق ہیں۔“

چناں چہ وہ کہتے ہیں کہ قرآن بھی ایک چیز ہے چیزوں میں سے۔

تیسری مثال:

اسی طرح معتزلہ کہتے ہیں کہ قرآن قدیم نہیں ہے بلکہ حادث ہے۔ کیوں کہ قرآن میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

ما یاتیھم من ذکر من ربھم محدث ”ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے نیا ذکر۔۔۔۔۔“

چناں چہ وہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں قرآن کو محدث کہا گیا ہے۔

چوتھی مثال:

خوارج کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ (کبیرہ گناہ کرنے والا) کافر ہو جاتا ہے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ کافر تو نہیں لیکن مؤمن نہیں رہتا اور ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ وہ اپنی اس بات پر دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ حدیث میں آتا ہے:

((وقتالہ کفر)) ”مؤمن سے جنگ کرنا کفر ہے۔“

اسی طرح حدیث میں آتا ہے:

((لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مؤمن ولا یسرق السارق حین یسرق وھو مؤمن ولا یشرب الخمر حین یشربھا وھو مؤمن))

اس حدیث میں واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ زنا، چوری اور شراب خوری سے ایمان ختم اور انسان کافر ہو جاتا ہے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

پانچویں مثال:

اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے:

((ثنتان فی امتی هما کفر الطعن فی النسب والنیاحة علی المیت))

یعنی ان دو باتوں سے انسان کافر ہو جاتا ہے: ا۔ کسی کے نسب میں الزام لگانا ۲۔ میت پر نوحہ کرنا

چھٹی مثال:

اسی طرح اہل کلام کے بعض مبتدعین کہتے ہیں کہ میت کو زندوں کی طرف سے کسی قسم کا ثواب نہیں پہنچتا۔ کیوں کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

''وان لیس للانسان الا ماسعی''،

''ولاتجزون الا ما کنتم تعملون''

ساتویں مثال:

بریلوی کہتے ہیں کہ پیغمبر ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ کیوں کہ قرآن میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وفیکم رسوله ''تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں۔''

چناں چہ وہ کہتے ہیں کہ اس سے پتہ چلا کہ نبی ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔

آٹھویں مثال:

اسی طرح بریلوی کہتے ہیں کہ پیغمبر نور ہیں۔ کیوں کہ قرآن میں اللہ تعالی نے جگہ جگہ رسول اللہ ﷺ کو نور کہا ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے:

قد جاءکم من الله نور

اس آیت میں نبی کو نور کہا گیا ہے۔

یہ کچھ مثالیں ہم نے نمونے کے طور پر ذکر کی ہیں کہ ان جگہوں پر قرآن وسنت سے استدلال کیا گیا ہے لیکن استدلال باطل ہے۔ بالکل اسی طرح بغدادی صاحب کی خلافت اور بیعت پر عمومات سے استدلال کرنا اور قرآن وسنت بیان کر کے بغدادی

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

صاحب پر چسپاں کرنا باطل ہے۔ کیوں کہ یہ چسپاں کرنا اور تطبیق صحابہ کے نظریے اور اہل سنت کے عقیدے اور حق پرست علماء کی تشریحات کے مخالف ہے۔ جیسا کہ ہم ان پر یہ حدیث چسپاں نہیں کرتے:

حدثنا الولید و رشدین عن ابی لهیعه عن ابی قُبیل عن ابی رومان عن علی بن ابی طالب قال اذا رئیتم الرایات السود فالزموا الارض فلا تُحرکوا ایدیکم ولا ارجلکم ثم یظهرُ قوم ضعفاء لا یؤبه لهم قلوبهم کزبر الحدید هم اصحاب الدولة لا یوفون بعهدٍ ولا میثاق یدعون الی الحق ولیسوا من اهله اسماءهم الکنٰی ونسبتهم القریٰ وشعورهم مرخاة کشعور النساء حتٰی یختلفوا فیما بینهم ثم یؤتی الله الحق من یشاء۔ (رواه نعیم بن حماد فی کتاب الفتن وکذا فی کنز العمال وجامع الاحادیث)

''جب تم لوگ کالے جھنڈے دیکھو تو زمین پر جم جاؤ اور ہاتھ پاؤں نہ ہلاؤ۔ پھر ایک کمزور قوم ظاہر ہوگی کہ لوگ ان کی کوئی پرواہ نہ کریں گے، ان کے دل لوہے کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے، اور یہ ''دولة'' والے ہوں گے، وعدوں کو پورا نہیں کریں گے، لوگوں کو حق کی طرف بلائیں گے لیکن خود اہل حق نہ ہوں گے۔ ان کے نام کنیتوں پر ہوں گے اور ان کی نسبت شہروں کی طرف ہوگی، ان کے بال عورتوں کے بالوں کی طرح ہوں گے۔ حتی کہ ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے گا، پھر اللہ تعالی جس کو چاہیں گے حق عطاء کریں گے۔''

اس حدیث کی سند: اس حدیث کی سند میں دو استاذ ہیں: ایک ولید اور دوسرے رشد۔ ولید کا نام ولید بن مسلم القریشی، آٹھوے طبقے کے عالم ہیں، تبع تابعی ہیں، وفات ۱۹۶ھ یا ۱۹۵ھ میں ہوئی، ان سے امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایتیں نقل کی ہیں۔

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ ہیں لیکن تدلیس زیادہ کرتے ہیں اور امام ذھبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اہل شام کے عالم ہیں اور ابن المدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے شامیوں میں ان کے جیسا شخص نہیں دیکھا۔

دوسرے راوی اس میں ابن لھیعہ ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ ان کی توثیق کرتے ہیں اور امام نسائیؒ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''(لیس به باس'' (ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں) اور ابن حجر رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: ''صدوق من کبار التابعین'' (سچ کہتے ہیں اور بڑے تابعین میں سے ہیں۔)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مصر میں ابن لھیعۃ کی طرح کثرت حدیث اور ضبط و اتقان میں کوئی شخص نہ تھا۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

تیسرے راوی اس میں ابو قبیل ہیں۔ان سے امام بخاری روایت کرتے ہیں۔''افعال العباد''میں ابن حجر فرماتے ہیں:''صدوق یھم''(سچے ہیں،وہم ان پر آتا ہے۔)امام ذھبی کہتے ہیں''وثقه جماعة''(ایک جماعت ان کی توثیق کرتی ہے۔)ابو حاتم فرماتے ہیں:''صالح الحدیث''(بیان حدیث میں صحیح ہیں۔)

چوتھے راوی اس میں ابو رومان ہیں۔ان کے بارے میں ہمیں کلام نہ ملا۔

خلافت اور بیعت کے بارے میں وارد احادیث اور ان کا مقصد:

اس بارے میں بہت سی احادیث ہیں اور ان میں مختلف الفاظ آئے ہیں،جیسا کہ بیعت،طاعت،جماعت اور اسی طرح امام اور سلطان کے الفاظ۔ہم یہاں وہ احادیث اور ان کا مقصد ذکر کریں گے:

پہلی حدیث: حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ

ان احادیث میں سے ایک حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من مات و لیس فی عنقه بیعة مات میتة الجاهلیة))

''جو شخص مر جائے اور اس کی گردن میں بیعت نہ ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔''

اس حدیث میں بیعت کا لفظ آیا ہے،اسی طرح بعض دوسری احادیث میں بھی لفظ بیعت آیا ہے۔

مقصدِ حدیث:

علامہ دمیجی نے''الامامة العظمی''میں اس حدیث پر بحث کی ہے کہ بعض لوگ اس حدیث کے ظاہر سے یہ مطلب لیتے ہیں کہ حاکم جیسا بھی ہو اس کی بیعت فرض ہے،حالاں کہ اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ شرعی امام موجود ہو اور اس میں صحتِ بیعت کی شرائط موجود ہوں اور اس کے موانع موجود نہ ہوں۔ہم یہ تفصیل پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ بغدادی صاحب اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ ان سے بیعت واجب ہو،بلکہ ان کی بیعت کے وجوب کے بہت سے موانع موجود ہیں جو کہ ہم بعد میں بیان کریں گے،انشاءاللہ۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

اول یہ کہ بیعت فرض کفائی ہے کہ اگر بعض لوگوں نے کرلی تو دوسرے لوگوں سے ساقط ہوجائے گی، جیسا کہ یہی جمہور کا مذہب ہے۔(الاحکام السلطانیۃ ص:۲۸ ، الاحکام السلطانیۃ للماوردی ص:۱۵) چناں چہ بیعت ہر کسی پر ہر وقت فرض نہیں ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے علی اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے وقت میں بیعت نہیں کی تھی۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((فان لم یکن لھم جماعۃ ولا امام فاعتزل تلك الفرق کلھا))

"اگر مسلمانوں کی جماعت اور امام نہ ہو تو تمام جماعتوں سے جدا رہو۔"

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اختلاف آجائے تو:

((تاخذون بما تعرفون وتدعون ماتنکرون وتقبلون علی خاصتکم وتذرون امر عوامکم))

"اس پر عمل کرو جس کو تم پہچانو (یعنی نیک اور شرعی کام ہو) اور ان کاموں کو چھوڑ دو جنہیں تم نہ پہچانو اور اپنے خواص لوگوں کی طرف متوجہ ہوجاؤ یعنی اپنے رشتہ داروں اور بھائیوں کی طرف اور عوام کی فکر چھوڑ دو۔"

اگر ہر مسلمان پر ہر وقت بیعت لازم ہوتی تو رسول اللہ ﷺ امر کرتے کہ ان جماعتوں میں سے ایک جماعت کے امیر سے بیعت کرو، کیوں کہ ہر جماعت کا اپنا امیر اور امام ہوتا ہے۔

"وقد رفع اللہ عنا الحرج والعنت" (یعنی ہمیں اللہ تعالیٰ نے بیعت کا مکلف نہیں بنایا، جب کہ ایسی حالت ہو۔)

پھر کہتے ہیں:

فالمقصود ان البیعۃ حکم شرعی لہ شروط و موانع جاء الشرع بھا فمتی تحققت الشروط وانتفت الموانع وجب الحکم واما لافلا نحو الزکوٰۃ

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

”مقصد یہ ہے کہ بیعت حکمِ شرعی ہے، اس کی کچھ شرائط اور کچھ موانع ہیں جو کہ شریعت نے بیان کئے ہیں۔ جب شرائط موجود اور موانع نہ ہوں تو بیعت واجب ہوتی ہے اور اگر شرائط نہ ہوں یا موانع موجود ہوں تو بیعت واجب نہیں ہے، جیسا کہ زکوۃ۔“

یعنی جیسا کہ زکوۃ جو کہ اسلام کا تیسرا رکن ہے اور جو شخص زکوۃ نہ دے تو اس کو شریعت نے مختلف عذابوں کی وعید سنائی ہے۔ لیکن یہ عذاب اس وقت ہیں کہ جب اس شخص کے پاس مال ہو اور نصاب کے مطابق ہو اور اس پر سال بھی گزر چکا ہو اور پھر بھی وہ زکوۃ نہ دے تو وہ عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔ اسی طرح یہاں پر بھی وعید اس وقت ہے کہ جب شرعی امام ہو اور مسلمان بیعت نہ کریں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

روایات میں آتا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بعد میں اس بات پر شرمندہ تھے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے مل کر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے جنگ کیوں نہ کی، جیسا کہ وہ کہتے ہیں:

<u>ما آسی علی شئ فاتنی الا انی لم اقاتل مع علی رضی اللہ عنہ الفئة الباغیه</u>

”مجھ سے جو بھی چیز رہ گئی میں اس پر غمزدہ نہیں ہوں، مگر صرف اس بات پر افسردہ ہوں کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر باغیوں کی جماعت سے جنگ کیوں نہ کی۔“

جواب:

اس میں تین قسم کی روایات ملتی ہیں۔ ایک روایت تو یہی مذکورہ روایت ہے۔ اس کے بارے میں امام ذھبی فرماتے ہیں کہ یہ روایت منقطع ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ص: ۲۳۱، ج: ۳)

دوسری روایت میں آتا ہے:

<u>انی لم اقاتل الفئة الباغیة التی نزلت بنا یعنی الحجاج</u>

”یعنی میں اس بات پر افسردہ ہوں کہ میں نے باغیوں کی اس جماعت سے جنگ کیوں نہ کی جو کہ ہم پر چڑھ آئی تھی، یعنی حجاج۔“

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

پھر حاشیہ میں کہتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔(سیر ص:۲۳۲، ج:۳)

تیسری روایت میں ہے:

ما آسی علی شئ الا انی لم اقاتل الفئة الباغية۔ (سیر ص ۲۳۱ جلد ۳)

اس روایت میں 'فئة باغية' (باغی جماعت) مطلقاً ذکر کی گئی ہے، کہ نہ اس میں علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور نہ حجاج کا۔

بہر حال جس روایت میں علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور فئة باغية سے معایہ رضی اللہ عنہ مراد ہیں تو یہ روایت کمزور ہے۔

دکتور خالد نے اپنی کتاب ''الصحابة المعتزلون للفتنة الکبری ص:۳۸'' میں اس کے چھ جواب دیئے ہیں۔ابن عبدالبر نے اس پر رد کیا ہے اور انہوں نے اس روایت کو ''الاستیعاب ص:۷۷، ج:۱'' میں صحیح کہا ہے۔

دکتور خالد کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فتنے کے بعد کہا:

کففت بيدی ، فلم اندم والمقاتل علی الحق افضل

''میں نے اپنے ہاتھ روک لئے تھے اور میں اس پر شرمندہ نہیں ہوں اور حق کے لئے لڑنے والے افضل ہیں۔''

تو پہلی بات تو یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں شرمندہ نہیں ہوں، دوسرا یہ کہ ''فئة باغية'' سے مراد خوارج ہیں، تیسرا یہ کہ اس سے مراد حجاج ہے، جیسا کہ پہلی روایت ذکر کی گئی، چوتھا یہ کہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے خود ان جنگوں پر غمزدہ تھے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ اس پر کیوں شرمندہ ہوں گے۔

دوسری قسم کی احادیث

پچھلی حدیث میں بیعت کا لفظ مذکور ہے اور کبھی اطاعت کا لفظ آتا ہے۔ دوسری قسم کی احادیث وہ ہیں کہ جن میں جماعت کا لفظ آتا ہے، جیسا کہ مسلم شریف ''کتاب الامارة'' میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((تلزم جماعة المسلمين وامامهم))

''مسلمانوں کی جماعت اور امام کے ساتھ ہمیشگی اختیار کرو۔''

دوسری حدیث میں آتا ہے:

((من خرج من الطاعة وفارق الجماعة فمات ميتة جاهلية))

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

''جو شخص اطاعت سے نکل جائے اور جماعت سے جدا ہو جائے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔''

ان احادیث کا مقصد

علامہ شاطبیؒ ''الاعتصام ص:۲۱''میں فرماتے ہیں:

فمعنٰی لفظ الجماعۃ من حیث المراد بہ فی اطلاق الشرع محتاج الی التفسیر فقد جاء فی احادیث کثیرۃ

''یعنی لفظِ جماعت تفسیر کا محتاج ہے کہ جب بھی شریعت میں ذکر کیا جائے تو اس سے کیا مراد ہے؟ یہ لفظ بہت سی احادیث میں آیا ہے۔''

پھر کہتے ہیں کہ جماعت کے معنیٰ اور مراد کے بارے میں علماء کے پانچ اقوال ہیں:

۱۔ پہلا قول یہ ہے کہ اس سے مراد سوادِ اعظم ہے اور سوادِ اعظم بغدادی صاحب کے خلاف ہے، یعنی القاعدۃ، امارت اسلامی، تحریک شباب الانصار وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد علماء مجتہدین کی جماعت ہے۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد صحابہ کرام کی جماعت ہے۔

۴۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مسلمانوں کی جماعت ہے۔ یہ قول پہلے اور دوسرے قول میں داخل ہے۔

۵۔ پانچواں قول:

مااختارہ الطبری من ان الجماعۃ جماعۃ المسلمین اذا اجتمعوا علی امیر قال واما الجماعۃ التی اذا اجتمعت علی الرضی بتقدیم امیر کان المفارق لھا میتا میتۃ جاھلیۃ فھی الجماعۃ التی وصفھا ابومسعود الانصاری وھم معظم الناس وکافتھم من اھل العلم والدین وغیرھم وھم السواد الاعظم

''پانچواں قول وہ ہے جو کہ ابن جریر طبری نے پسند کیا ہے کہ اس سے مراد مسلمانوں کی وہ جماعت ہے جو کہ ایک امیر پر متفق ہو۔ چناں چہ وہ کہتے ہیں کہ سوادِ اعظم وہ جماعت ہے جو کہ متفق ہو ایک امیر کو مقدم کرنے پر، تو اس سے جدا ہونے والے کی موت جاہلیت کی موت ہے، یہ وہی جماعت ہے جو کہ ابو مسعود الانصاری نے بیان کی ہے اور یہ لوگوں کی اکثریت ہے اور سب کے سب اس میں اہل علم و اہل دین وغیرہ ہوتے ہیں، یہی لوگ سوادِ اعظم ہیں۔''

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

اسی طرح سیوطی اور مولانا سندی نسائی کے حاشیہ ص:۳۴۴،ج:۵ میں ''باب التغلیظ فیمن قاتل تحت رایة عمیة'' میں فرماتے ہیں:

وفارق الجماعة ای جماعة المسلمین المجتمعین علی امام واحد

''اس سے مراد مسلمانوں کی جماعت ہے جو کہ ایک امام پر متفق ہو۔''

اگر ایک امام اور ایک جماعت نہ ہو تو اس بارے میں امام بخاری نے باب باندھا ہے: ''کیف الامراء اذا لم تکن جماعة''۔ابن حجر نے اس باب کا یہ مقصد ذکر کیا ہے:

والمعنٰی ماالذی یفعل المسلم فی حال الاختلاف من قبل ان یقع الاجتماع علی خلیفة

''یعنی اس باب کا مقصد یہ ہے کہ جب اختلاف ہو اور لوگ ایک خلیفہ پر متفق نہ ہوں تو مسلمان کیا کریں''(جیسا کہ ہمارے دور میں)

پھر حدیث ذکر کرتے ہیں:

((فاعتزل تلك الفرق کلها))

ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ مسئلہ یہ ہے کہ جب لوگوں کا ایک امام نہ ہو اور لوگ جماعتوں میں تقسیم ہوں تو ''فلایتبع احد فی الفرقة''(اختلاف میں کسی ایک کی بھی تابعداری نہ کی جائے گی)اور اگر استطاعت ہو تو سب سے جدا ہو جائے کہ فتنے میں نہ پڑ جائے۔

اسی طرح حدیث میں جو لفظ ''من خرج عن الطاعة'' کے الفاظ آتے ہیں تو اس کے بارے میں ''سبل السلام ص:۲۵۸، ج:۳'' میں کہتے ہیں:

ای عن طاعة الخلیفة الذی وقع الاجتماع علیه

''یہ وعید اس وقت ہے کہ جب انسان اس خلیفہ کی اطاعت چھوڑ دے کہ جس پر اتفاق ہو۔''

حاصل:

خلاصہ یہ کہ خلیفہ سے مراد احادیث میں اتفاقی خلیفہ ہے نہ کہ اختلافی اور جماعت سے مراد بھی وہ جماعت ہے کہ سب ایک خلیفہ پر جمع ہوں۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

ابن الاثیر ''النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر ص:۸۳۷، ج:۳ ''میں کہتے ہیں:

((من فارق الجماعة فميتته جاهلية)) (جو شخص جماعت سے جدا ہو جائے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔)،

اس کا کیا مقصد ہے، تو اس کے بارے میں وہ کہتے ہیں:

معناه كل جماعة عقدت عقدا يوافق الكتاب والسنة فلايجوز لاحد ان يفارقهم في ذالك العقد

فان خالفهم فيه استحق الوعيد

''یعنی ہر جماعت جب ایک دوسرے سے ایسا عہد کریں کہ جو قرآن وسنت کے موافق ہو تو کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس عہد میں اس جماعت سے جدا ہو جائے، اگر اس نے اس کی مخالفت کی تو وہ اس وعید کا مستحق ہو گا۔''

تیسری قسم کی احادیث

تیسری قسم کی احادیث وہ ہیں کہ جس میں امام کا لفظ آتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من مات وليس له امام مات ميتة جاهلية))

''جو شخص اس حال میں مر جائے کہ اس کا امام نہ ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔''

مسند احمد کی دوسری حدیث میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((من مات بغير امام مات ميتة جاهلية))

''جو شخص بغیر امام اور خلیفہ کے مر جائے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔''

ان احادیث کا مقصد

پہلی حدیث کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا تھا کہ اس کا کیا مقصد ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:

اتدرى ما الامام الامام الذى يجمع المسلمون عليه كلهم يقول هٰذا امام فهٰذا معناه

''کیا تمہیں معلوم ہے کہ امام سے کیا مراد ہے، امام سے وہ امام مراد ہے کہ مسلمان اس پر متفق ہوں اور سب کہیں کہ یہ امام ہے، اس حدیث کا یہی معنی ہے۔''

چناں چہ حاصل یہ ہوا کہ امام سے مراد اتفاقی امام ہے۔

Online download: Telegram.me/mujahideen0092

((مات میتة جاهلیة)) کا مقصد

علامہ عینی ''عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ص۱۰۹، ج:۳۵'' میں فرماتے ہیں:

ای کموت اهل الجاهلیة حیث لم یعرفو اماما مطاعا ولیس المراد انه یموت کافرا بل انه یموت عاصیا

''یعنی اس کی موت اہل جاہلیت کی موت کی طرح ہے کہ انہون نے ایسا امام نہیں پایا کہ جس کی تابعداری کی جائے، اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ یہ کافر مرا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ یہ گناہ گار مرا ہے۔''

قاضی عیاض ''اکمال المعلم شرح مسلم ص:۱۳۴، ج:۶'' میں فرماتے ہیں:

ای علی هیئة ما مات علیه اهل الجاهلیة من کونهم فوضی لا یدینون لامام

''یعنی یہ لوگ ایسی حالت پر مرے ہیں کہ جس حالت پر اہلِ جاہلیت مرے تھے اور وہ یہ کہ اہل جاہلیت ایک امام کی تابعداری نہیں کرتے۔''

خلاصہ یہ کہ یہ حدیث تشبہ پر محمول ہے یعنی جو شخص ایک امام کی بیعت اور اطاعت کے بغیر وقت گزارے تو یہ اہل جاہلیت کی طرح ہے۔ اہل جاہلیت کے ساتھ تشبیہ اس لئے دی گئی ہے کہ وہ بھی بے ترتیب وقت گزارتے تھے ایک امام کی اطاعت میں وقت نہ گزارتے تھے اور یہ بھی امام و خلیفہ کی اطاعت کے بغیر وقت گزارتے ہیں، اس حدیث کا یہ مقصد نہیں ہے کہ یہ کافر ہو جاتا ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ بیعت نہ کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ خلیفہ شرعی خلیفہ ہو اور بغدادی صاحب شرعی خلیفہ نہیں ہیں تو ان سے بیعت نہ کرنے سے انسان گناہ گار نہ ہو گا۔

تمت بالخیر

Online download: Telegram.me/mujahideen0092